نیو ایڈیشن

قصیدۃ البردۃ

اردو شرح

نشانِ مژدہ





مترجم و شارح:
ابو رجاء غلام مصطفی المدنی

مکتبہ حسان

نیو ایڈیشن

قصیدۃ البردۃ

اردو شرح

نِشانِ مُژدہ





مترجم و شارح:
ابو رجاء غلام مصطفی المدنی

مکتبہ حسان

جامعۃ المدینہ للبنات اور M.A کے نصاب میں شامل۔امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا دس فصلوں پر مشتمل شہرۂ آفاق "قصیدہ بردہ" کی اردو شرح بنام

نشانِ مُژدہ

اُردو شرح

قصیدہ بُردہ

آسان اردو ترجمہ، تشریح، اشعار کی ترکیب

قصیدہ: محمد بن سعید شرف الدین امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح: ابو رَجاء مولانا غلام مصطفیٰ مدنی

ناشر

مکتبہ حسّان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	نشانِ مژدہ شرح قصیدہ بُردہ
قصیدہ	محمد بن سعید شرف الدین امام بوصیری رحمۃ اللہ
تشریح	ابو رجاء غلام مصطفیٰ صدیقی بہاری مدنی
پروف ریڈنگ	ابو رجاء غلام مصطفیٰ صدیقی بہاری مدنی
اہتمام	محمد عادل عطاری المدنی
اشاعت ثانی	2016

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

......حالات زندگی امام بوصیری......

محمد بن سعید یکم شوال ۶۰۸ ہجری بمطابق ۷ مارچ 1213 عیسوی کو مصر کے ایک قصبہ دلاص میں پیدا ہوئے۔ ان کا نسلی سلسلہ مشہور بر بر قبیلہ صنہاجہ تک پہنچتا ہے۔ کنیت ان کی ابو عبداللہ ہے وہ خاندان کی نسبت سے صنہاجی مقام ولادت کی نسبت سے دلاصی اور مقام سکونت کے تعلق سے بوصیری کہلاتے ہیں۔

اُس عہد کے رواج کے مطابق امام بوصیری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے علومِ دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اپنی ذہانت و مستعدی سے صرف تیرہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دیگر علومِ متداولہ کی طرف بھی توجہ مبذول کی اور ان میں یک گونہ کمال پیدا کیا۔ اگر چہ کسی تذکرہ سے حضرت امام بوصیری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کے علمی فتوحات کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی مگر ان کے اشعار کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے علمِ حدیث، سِیَر و مغازی کے علاوہ علمِ کلام میں بھی منتہیانہ صلاحیت حاصل کی تھی۔ ان علوم کے علاوہ علمِ ادب، بدیع، بیان وصَرف ونحو میں انہیں مہارت حاصل تھی۔ اس کے ساتھ وہ فنِ خطاطی میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ شعر گوئی کا انہیں ابتدائے عمر سے شوق تھا اور یہ شوق زندگی کی اگلی منزلوں میں تیز تر ہوتا گیا۔ ان کا مجموعہ اشعار، جو دیوانِ بوصیری کے نام سے چھپ گیا ہے اور متداول ہے، ان کی قادر الکلامی پر شاہد ہے۔ ان کے اس کمال کی ہر دور میں قدر کی گئی۔ ان کے قریب تر عہد کے فضلاء نے بھی اور بعد کے نقادوں نے بھی ان کے اس فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قصیدے کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں حضرت امام بوصیری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں: کہ مجھ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے میرا آدھا دھڑ سُن ہو گیا۔ جب میں اس کے علاج سے مایوس ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ اقدس میں اس قصیدے کے ذریعے استغاثہ پیش کیا اور کئی بار اس قصیدے کو نہایت عاجزی و تضرع کے ساتھ پڑھا۔

اسی حالت میں مجھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنابِ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور آپ نے اپنا دست اقدس میرے بدن پر پھیرا اور اپنی چادر مبارک (بردہ) مجھ پر ڈال دی۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے ایسا لگا کہ میرے بدن کے بے حس حصہ میں حرکت پیدا ہو گئی۔ میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا اور چلتے چلتے گھر سے باہر آ گیا۔ چونکہ اس قصیدہ کی برکت کے باعث حضرت امام بوصیری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کو فالج سے شفا حاصل ہوئی اس لئے اس قصیدہ کا نام اَلۡبُرۡءَۃ بیماری سے شفا پڑ گیا اور چونکہ انہوں نے یہ قصیدہ پڑھنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ

وَسَلَّمَ نے اپنی چادر (بردہ) عطا کی تھی اس لئے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ کہتے ہیں۔

اس قصیدے سے اِفادہ واستفادہ اکثر علماء وبزرگان دین کا معمول رہا ہے اس کے فوائد اَن گنت ہیں جیسا کہ اکثر شارحین نے ذکر فرمایا کہ حضرت سعد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سخت آشوب چشم ہو گیا قریب تھا کہ نابینا ہو جاتے دریں اثنا ان کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی اور خواب میں حضور سید عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اس کے پاس قصیدہ بردہ رکھا ہے اس لے کر آنکھوں سے لگاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے پاس گئے اور قصیدہ بردہ کو لے کر آنکھوں سے لگایا اور پڑھا الحمد للہ ان کا مرض بھی جاتا رہا اور آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئیں

قصیدہ کے اشعار کی تعداد

قصیدہ بردہ کے کل اشعار کی تعداد متداول نسخوں کے مطابق 165 ہے مگر ان میں سے بعض اشعار الحاقی ہیں مثلاً:

ثم الرضا عن ابی بکر وعن عمر		وعن علی وعن عثمان ذی الکرم
والال والصحب ثم التابعین فهم		اهل التقی والنقا والحلم والکرم
فاغفرلنا شدها واغفر لقارئها		سالتک الخیر یا ذا الجود والکرم
حتی اذا اطلعت فی الکون عم هدا		ها العالمین واحیت سائر الامم
یارب بالمصطفی بلغ مقاصدنا		واغفر لنا ما مضی یا واسع الکرم
واغفر الهی لکل المسلمین بما		یتلوه فی المسجد الاقصی وفی الحرم
بجاه من بیته فی طیبة حرم		واسمه قسم من اعظم القسم
وهذه بردة المختار قد ختمت		والحمد لله فی بدء وفی ختم

اسی طرح قصیدے کے آغاز میں مندرجہ ذیل دو اشعار بڑھا دیے گئے ہیں

الحمد لله منشی الخلق من عدم		ثم الصلوة علی المختار فی القدم
مولای صل وسلم دائما ابدا		علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اگر ان تمام اشعار کو شامل کر لیا جائے تو قصیدہ بردہ کے اشعار کی مجموعی تعداد 172 ٹھہرتی ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اس کے کل اشعار 160 ہیں باقی بارہ اشعار الحاقی ہیں

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمِ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ علی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ

تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے جو مخلوق کو عدم سے پیدا کرنے والا ہے پھر باختیار نبی پر ہمیشہ درود ہو

پہلی فصل: یادِ محبوب

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

1/01	أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِی سَلَمِ		مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

ترجمہ: کیا تم نے ذی سلم کے پڑوسی کی یاد میں آنکھ سے بہنے والے آنسو کو خون سے ملا دیا ہے؟ (یعنی کیا تم اپنے محبوب کی یاد میں خون کے آنسو رو رہے ہو؟)

کیا تمہیں یاد آ گئے ہمسائیگانِ ذی سلم خون کے آنسو جو آنکھوں سے رواں ہیں دمبدم

تشریح: امام بوصیری خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیری آہ وزاری کا سبب کیا ہے؟ کیا تجھے سلم درخت کے نیچے آرام فرمانے والے محبوب یاد آ رہے ہیں جس سے تیری آنکھ بھر آئی اور دل بے قرار ہو گیا۔

الفاظ معنی: (تذکر) تفعل باب سے مصدر ہے بمعنی یاد کرنا (جیران) جارٌ کی جمع ہے بمعنی پڑوسی یہاں مراد سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں ادباً جمع کا صیغہ استعمال فرمایا (ذی) والا، والے (سلم) ایک درخت کا نام ہے جو مکہ المکرّمہ و مدینہ المنورہ کے درمیان واقع ہے سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب مکہ تشریف لے جاتے تو اس کے نیچے آرام فرماتے (مَزَجْتَ) باب نصر مخلوط کرنا ملا دینا (دَمع) آنسو جمع دُمُوع (جَرٰی) واحد مذکر کا صیغہ ہے جَرٰی یَجْرِیْ جَرْیًا جاری ہونا۔ (مُقْلَة) آنکھ کی سیاہی و سپیدی، آنکھ کا گوشہ (دَم) خون جمع دِمَاء۔

ترکیب: (من) مزجت کے متعلق ہے حصر پیدا کرنے کے لئے مقدم کیا گیا ہے (التذکر) مضاف ہے اپنے مفعول کی طرف اس کا فاعل محذوف ہے اور وہ کاف خطاب ہے تقدیری عبارت ہے من تذکرك (بذی سلم) جیران کی صفت ہے ای جیران کائنین فی مکان ذی سلم (جری) ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے دمعا۔

۲/02	اَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ		وَاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِى الظَّلْمَاءِ مِنْ اِضَمِ

ترجمہ : یا (تمہارے گریہ خوں کا سبب) کاظمہ کی جانب سے چلنے والی ہوا ہے یا وادی اضم سے اندھیری رات میں چمکنے والی بجلی ہے۔ (اور تم محبوب کی یاد میں خون کے آنسو بہا رہے ہو)

یا صَبا لائی ہے سمتِ کاظمہ سے اک پیام　　یا ہوا بجلی سے روشن رات میں کوہ اِضم

تشریح: اس شعر میں شاعر خود کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا خون کے آنسو رونا تین حالتوں سے خالی نہیں یا تو ذی سلم کے محبوب یاد آئے ہیں یا کاظمہ کی جانب سے چلنے والی ہوا اس گریہ کا سبب ہے یا اندھیری رات میں اضم پہاڑ سے چمکنے والی بجلی اس کا سبب ہے۔

الفاظ معنی: (اَمْ) حرف عطف بمعنی یا۔ (هَبَّتْ) هَبَّ يَهُبُّ هَبًّا(ن) سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے بمعنی چلنا۔ (الريح) ہوا جمع رِيَاح (تلقاء) جانب، سمت جہت (كاظمة) مدينة المنورہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے (اومض) مصدر "ایماض" باب افعال سے جس کے معنی ہے ہلکی چمک (برق) بجلی جمع بروق (ظلماء) تاریک یہ محذوف موصوف ليلة کی صفت ہے یعنی ليلة الظلماء تاریک رات (اضم) مضافات مدینہ کے ایک پہاڑ یا ایک وادی کا نام ہے۔

ترکیب: (الريح) هبت کا فاعل (من تلقاء) فعل هبت کے متعلق ہے (فی الظلماء) فعل اومض کے متعلق و الظلماء صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے ای الليلة الظلماء (من اضم) متعلق ہے اومض کے۔

۳/3	فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا		وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

ترجمہ : تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے جب تو انہیں رونے سے روکتا ہے تو وہ اور بہنے لگتی ہیں۔ اور تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے جب تو اسے کہتا ہے قرار پکڑ تو وہ اور غمگین ہو جاتا ہے۔

کیا ہوا آنکھوں کو تیری رو رہی ہیں زار زار　　کیا ہوا دل کو ترے کیوں اس قدر کھاتا ہے غم

تشریح: امام بوصیری اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ گر تیری آہ و بکا کا سبب یادِ محبوب یا یادِ دیارِ یار

نہیں تو پھر کیا بات ہے کہ جب تو اپنی آنکھوں کو رونے سے روکتا ہے تو وہ اور بہنے لگتی ہیں اور جب تو اپنے دل سے کہتا ہے قرار پکڑ تو وہ اور غمگین ہو جاتا ہے۔ تیرا ان دونوں کا مالک نہ ہونا ہی محبت کی علامت ہے۔

الفاظ معنی: (ف) یہ فا، فائے فصیحہ کہلاتی ہے۔ یہ فا شرط محذوف پر دلالت کرتی ہے یہاں شرطِ محذوف یہ عبارت ہے " ان لم یکن مزجک الدمع بالدم من العشق فما حصل لعینیک " یعنی اگر آپ کے گریہ خوں کا سبب محبت نہیں تو پھر آپ کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے (ما) حرف استفہام ہے بمعنی کیا (اکففا) فعل امر تثنیہ حاضر ہے کَفَّ یَکُفُّ (ن): رکنا (ھمتا) فعل ماضی صیغہ تثنیہ ھَمیٰ یَھْمِی ھِمیانا (ض) گرنا، بہنا (وہ دونوں آنکھیں آنسو بہانے لگیں) (استفق) فعل امر واحد مذکر حاضر (استفعال) افاقہ حاصل کرنا (یھم) فعل مضارع واحد مذکر غائب ھَامَ یَھِیمُ (ض) دل کا بے اختیار کسی کی طرف مائل ہونا، کسی پر فریفتہ ہونا حاصل معنی غمگین ہونا

الترکیب: (لعینیک) لام متعلق ہے مقدر عبارت کے ای ماحصل لعینیك. (ان قلت اکففا) شرط (ھمتا) جزاء (و) العاطفہ (لقلبک) لام متعلق ہے مقدر عبارت کے ای ماحصل لقلبك (ان قلت استفق) شرط (یھم) جزاء

البلاغۃ: آنکھوں کی طرف بہنے کی اضافت اِسناد مجازی ہے کیونکہ آنکھیں نہیں بہتیں آنسو بہتے ہیں اس کی اسناد سَالَ المِیزَابُ (پرنالہ بہنے لگا) کے قبیل سے ہے۔

4/4	أَیَحْسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الْحُبَّ مُنْکَتِمٌ	مَا بَیْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْہُ و مُضْطَرِمٖ

ترجمہ: کیا عاشق یہ خیال کرتا ہے کہ بہنے والے (آنسو) اور بھڑکنے والے (دل) کے درمیان محبت پوشیدہ رہے گی؟

ہے عبث تیرا گماں چھپتا نہیں ہے رازِ عشق
اس کو اِفشا کر رہے ہیں سوزِ دل اور چشمِ نم

تشریح: امام بوصیری بطریق تجرید خود کے گرفتارِ محبت ہونے پر ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ اگر یہ محبت نہیں ہے تو تُو کیوں مضطرب دل اور اشک برساتے آنسوؤں کے درمیان ہے تیرا یوں آنسو بہانا اور بے قرار رہنا ہی محبت کی علامت ہے۔

الفاظ معنی : (یحسب) خیال کرنا، گمان کرنا (س) یحسب میں اندازِ سخن تبدیل ہوا ہے پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہو رہا تھا جیسے مزجت لعینیک وغیرہ۔ اب غائب کا اسے بلاغت کی زبان میں "الالتفات من الخطاب الی الغَیبة" کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد تَنْشِیطُ القلبِ بِتَغْیِیرِ الأُسْلُوب ہوتا ہے۔ (یعنی اندازِ سخن بدلنے سے دل میں سرور کی کیفیت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے)۔ (الصب) صَبَّ مصدر ہے جس کا معنی ہے بہانا لیکن یہاں مراد عاشق کامل ہے۔ عاشق کامل کو صب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی فراقِ یار ہر وقت آنسو بہاتا رہتا ہے (الحب) حَبَّ یَحِبُّ (ض) کا مصدر ہے یا اَحَبَّ یُحِبُّ (افعال) کا مصدر، محبت کرنا

(منکتم) یہ مصدر انکتام (افتعال) کا اسم فاعل ہے پوشیدہ ہونا (منسجم) یہ مصدر انسجام (انفعال) کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ہے بہنے والا (مضطرم) باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بھڑکنے والا۔ منسجم اور مضطرم دو محذوف موصوفوں کی صفتیں ہیں، یعنی دمع منسجم (بہنے والا آنسو) اور قلب مضطرم (سوز سے بھڑکنے والا دل)

ترکیب: (ما) موصول محلا منصوب ہے بدل ہے الحب سے یا اس کی صفت ہے (بَین) منکتم کا ظرف ہے (منسجم) صفت اس کا موصوف محذوف ہے ای دمع منسجم (ما) زائدہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے (بین) ظرفِ منکتم (منہ) متعلقِ منسجم ضمیر صب کی طرف راجع (مضطرم) کا عطف منسجم پر ہے اور یہ محذوف موصوف کی صفت ہے ای قلب مضطرم۔

5/5	لَوْ لَا الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ	وَلا اَرِقْتَ لِذِکْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

ترجمہ : اگر محبت نہ ہوتی تو تم ٹیلوں پر (جو محبوب کی نشانیاں ہیں) آنسو نہ بہاتے اور نہ ہی درخت بان اور علم پہاڑ کی یاد میں راتوں کو جاگتے

مضطرب کرتے نہ تجھ کو قصہٗ بان وعَلَم
یوں نہ ویرانوں پہ روتا گر نہ ہوتا سوزِ عشق

تشریح: یہ ایک اور دلیل ہے موصوف کے دل میں محبت کے گھر کر جانے کی۔ مطلب یہ کہ محبت کا بادشاہ تیرے دل کے شہر میں قیام پذیر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ویرانوں میں یوں بے چین و بے قرار نہ پھرتے اور نا ہی درخت بان اور علم پہاڑ کو یاد کر کے روتے۔ کہا جاتا ہے کہ بان درخت سے مراد مکہ شریف سے قریب ایک درخت ہے جس کے نیچے

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوتے اور صحابہ سے مُکالَمَہ فرماتے ایسی صورت میں یہ مجاز ہوگا "ذِکْرُ الْمَحَلِّ وارادۃُ الْحَالِ" کے قبیل سے یعنی جگہ ذکر کیا اور مراد اس جگہ پر قیام کرنے والے ہیں۔ پہاڑ سے مراد جبل حرا، یا جبل اَبی قُبَیْس ہے بہر حال دونوں صورتوں میں مجاز مرسل ہے۔ ذکر المحل وارادۃ الحال کے قبیل سے۔

الفاظ معنی: (لو لا) لو بمعنی اگر اور لا بمعنی نہیں سے مرکب ہے (ھوی) ہَوِیَ یَھْوٰی سمع سے مصدر ہے: محبت کرنا (لم ترق) اَرَاقَ یُرِیْقُ اِرَاقَۃً باب افعال، بہانا (طلل) ٹیلے جمع اَطْلَال، طُلُوْل (ارقت) اَرِقَ یَارَقُ (س) سے واحد مذکر حاضر ہے: راتوں کو جاگنا (بان) ایک خوشبودار درخت جو مکہ مکرمہ کے قریب تھا جس کے سائے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قیلولہ فرمایا تھا واحد بانۃ ہے یہ نہایت خوشبودار ہوتا ہے (علم) پہاڑ کا نام ہے کہا گیا اس جگہ پہاڑ سے مراد مکہ کے پہاڑوں سے جبل ابی قبیس یا جبل حرا ہے۔ بان اور علم سے لغوی معانی کے علاوہ حجاز کے انہیں ناموں کے دو مقامات بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

النحو: لولا (اگر نہ) ایک حرف ہے جو شرط اور تحضیض و توبیخ کے معنی میں آتا ہے۔

ا۔ شرط کے معنی میں آئے تو اس کے دو جز ہوتے ہیں پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں۔ لَولا الھواءُ ما عَاشَ الانسانُ۔ (اگر ہوا نہ ہوتی تو انسان زندہ نہ رہتا)۔

۲۔ لولا اگر تحضیض یعنی ترغیب دلانے کے لئے آئے تو اس کے بعد فعل مضارع آئے گا جیسے لَولا تَمْشِیُ مَعَنَا (آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتے! یعنی چلیں تو اچھا ہو)۔ اور اگر ملامت کرنے کے آئے تو اس کے بعد فعل ماضی آئے گا۔ جیسے لَولا اجْتَھَدْتَ فی التعلیمِ (تو نے علم حاصل کرنے میں کوشش کیوں نہیں کی؟)

۲/6	فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَھِدَتْ		بِہٖ عَلَیْکَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

ترجمہ: تم محبت کا انکار کیسے کر سکتے ہو، بعد اس کے کہ تمہارے خلاف آنسو اور طویل بیماری جیسے شاہدانِ عادل اس محبت کے گواہ ہیں۔

عشق سے انکار کرنا تیرا ممکن ہی نہیں　　ہیں گواہِ معتبر صورت تری اور چشم نم

تشریح: یعنی جب تمہارے آنسو اور تمہاری بیماری رازِ عشق کو افشاہ کر رہی ہیں اور اس کی شہادت دے رہی ہیں تو تم اس سے انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس شعر میں حرف استفہام کیف یا تو تعجب کے لئے ہے جیسے اللّٰہ عزوجل کا

فرمان "کَیفَ تَکفُرُونَ بِاللّٰہِ" (بھلاتم کیونکر خدا کے منکر ہو گے) یا تَوبِیخ (ڈانٹنے) کے لئے ہے یا استبعاد کے لئے یعنی اب تو انکار نہ کر کہ دو عادل گواہ آپ کے خلاف گواہی دے رہے ہیں ایک آنسو اور دوجے کمزوری۔ یہ وہ بیت ہے جب امام بوصیری اسے پڑھ رہے تھے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سن کر جھوم رہے تھے لھذا قاری کو چاہیے کہ حاجت وضرورت کے وقت اسے تین بار پڑھے۔

الفاظ معنی: (کیف) کیسے، حرف استفہام ہے مگر یہاں بطورِ حرفِ تعجب استعمال ہوتا ہے (تنکر) فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر باب افعال: انکار کرنا (حبا) مصدر، محبت (شھدت) باب سمع گواہی دینا (علیک) تجھ پر، تیرے خلاف (عدول) عدل کی جمع ہے بمعنی عادل (سقم) بیماری جمع اَسْقَام

الترکیب: (حبا) تنکر کا مفعول ہے اس کی تنوین برائے تعظیم ہے (بعد) منصوب ہے اور تنکر کا ظرف ہے (عدول الدمع والسقم) شھدت کا فاعل ہیں۔

7/4	وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَۃٍ وَضَنًی		مِثْلَ الْبَھَارِ عَلٰی خَدَّیْکَ وَالْعَنَمِ

ترجمہ: اورغم نے تمہارے رخساروں پر زرد وسرخ گلاب کے پھولوں جیسی آنسوؤں اور لاغری کی دو لکیریں کھینچ دی ہیں۔

خطِ اشک اور لاغری نے عشق ثابت کردیا　　زرد رخساروں پہ گویا سرخی شاخِ عنم

تشریح: یعنی تم محبت کا انکار کیسے کر سکتے ہو جب کہ غمِ عشق نے تمہارے دونوں رخساروں پر خون کے آنسو کی سرخ اور لاغری کی زرد لکیریں کھینچ دی ہیں۔ دو عادل گواہ بھی آپ کے خلاف ہیں اسی طرح آپ کے رخسار کے صحیفے پر محبت کی داستان دو خط سرخ وزرد لکیروں کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت امام بوصیری محبوب کی یاد میں ایک طویل عرصے تک روتے رہے تھے جس کی وجہ سے آپ کے رخسار پر دو لکیرسی بن گئی تھی ایک سرخ جو کہ آنکھوں سے جاری ہونے والے آنسوؤں کی وجہ سے تھی دوجے زرد جو کہ قلب کی بے چینی وبے قراری کی بنا پر تھی یہاں اسی کا تذکرہ ہے۔

الفاظ معنی: (اثبت) باب افعال فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب: ثابت کرنا (الوجد) رنج وحزن (خطی) تثنیہ، نون اضافت کی بنا پر گر گیا: دو لکیریں (عبرۃ) آنسو (ضنا) لاغری (البھار) گلاب زرد (خد) رخسار (عنم) گلاب سرخ، ایک سرخ ڈالوں والے درخت کو بھی کہتے ہیں۔

الترکیب: (الوجد) فاعلِ اثبت (خطی) مفعولِ اثبت (مثل) منصوب ہے حال یا مفعول ہونے کی وجہ سے اور اس کا خطی کا صفت ہونا بھی درست ہے۔

8/8	نَعَمْ سَرَی طَیْفُ مَنْ أَهْوَی فَأَرَّقَنِی		وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالأَلَمِ

ترجمہ: (شاعر جواب تک محبت کے انکاری تھے اپنی محبت کا یوں اقرار کرتے ہیں) جی ہاں رات مجھے میرے محبوب کی یاد آ گئی تھی جس نے ساری رات مجھے بے خواب کئے رکھا اور محبت لذتوں کو رنج والم میں تبدیل کر ہی دیتی ہے۔

ہاں خیالِ یار نے مجھ کو جگایا رات بھر لذتوں کو کردیا ہے عشق نے رنج والم

تشریح: بار بار انکار کے بعد بالآخر عاشق نے اپنی محبت کا اقرار کر ہی لیا کہ محبوب کی یاد مجھے راتوں میں بے کل کئے رکھتی ہے اور یقیناً عشق جب دل میں گھر کر جائے تو وہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ نیند بلاشبہ ایک نعمت ہے لیکن محبوب کی یاد نے عاشق کو اس نعمت سے دور کر دیا۔

الفاظ معنی: (نعم) ہاں، کلمہ ایجاب ہے (سری) واحد مذکر غائب سَرٰی یَسْرِیُ سُرٰی (ض) رات میں سفر کرنا (طیف) خیال (اھوی) واحد متکلم هَوِیَ یَهْوٰی باب سمع محبت کرنا (ارقنی) باب تفعیل صیغہ واحد مذکر غائب جگانا، ن وقایہ اور ی متکلم بمعنی مجھے جگایا (یعترض) باب افتعال، حائل ہونا، بدل دینا۔

الترکیب: (طیف) سری کا فاعل ہے اور مضاف ہے من موصول کی طرف یعنی اس کا خیال جس سے میں محبت کرتا ہوں (الحب) حال یا استینافیہ۔

9/9	یَا لائِمِی فِی الْهَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَةً		مِنِّی اِلَیْکَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

ترجمہ: اے سچی محبت پر مجھے ملامت کرنے والے میری معذرت قبول کر اور اگر تم نے انصاف کیا ہوتا تو مجھے ملامت ہی نہ کرتے۔

ناصحا تو عشق میں کر معذرت میری قبول ہے اگر انصاف تجھ میں کر نہ مجھ پر یہ ستم

تشریح: بنی عذرہ یمن کا ایک قبیلہ تھا جو کثرت عشق کی وجہ سے مشہور تھا اس قبیلے کے بہت سے نوجوان مرضِ عشق میں اس کی دوا (وصال یار) نہ پانے کی وجہ سے انتقال کر جاتے تھے۔ ان کے جوانوں میں پاکیزگی اور انکی خواتین میں عفت و پاکدامنی تھی جس کی بنا پر وہ بُرے افعال سے باز رہا کرتے تھے اور آپ ہی گھل گھل کر ختم ہو جاتے تھے۔ اس شعر میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی محبت کی پختگی و سچائی کو بنی عذرہ کے قبیلے سے تشبیہ دے رہے ہیں اور ملامت کرنے والے سے ارشاد فرماتے اگر تو میری محبت کی گہرائی کو جان کر انصاف کرے تو کبھی مجھے ملامت نہ کرے اور مجھے اس میں معذور سمجھے

الفاظ معنی: (لائم) لَامَ يَلُوْمُ لَوماباب نصر سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ملامت کرنے والا۔ ی ضمیر واحد متکلم لائمی کے معنی ہوئے مجھے ملامت کرنے والا (العذری) یہ بنی عذرہ کی جانب منسوب ہے جو عرب کا مشہور قبیلہ تھا اور جس کے افراد نے سچی محبت کرنے والوں میں بڑا نام پایا ہے۔ الھوی العذری کے معنی ہوئے بنو عذرہ جیسی سچی محبت (انصفت) انصاف باب افعال سے صیغہ واحد مذکر حاضر، انصاف کرنا (لم تلم) فعل نفی جحد بلم باب نصر، ملامت کرنا۔

10/10	عَدَتْکَ حَالِی لاسِرِّی بِمُسْتَتِرٍ		عَنِ الْوُشَاۃِ ولا دَائِی بِمُنْحَسِمِ

ترجمہ: (اے ملامت گر) تجھ تک میرا حال پہنچ چکا اور میرا رازِ (عشق) چغل خوروں سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور نہ میرا مرضِ (محبت) منقطع ہونے والا ہے۔

اب تو واقف ہو چکے اغیار بھی تیرے سوا درد میرا ہو نہیں سکتا کسی صورت سے کم

تشریح: یعنی جب ملامت گروں کو میرے حالِ تباہ کا علم ہے اور میرا عشق طَشْتْ اَزْ بام ہو چکا ہے یہاں تک کہ اس کا علم چغل خوروں کو بھی ہو گیا ہے اور یہ مرضِ محبت اچھا ہونے والا بھی نہیں ہے تو مجھے ملامت کرنے اور ترک عشق کا مشورہ دینے سے کیا حاصل؟ کلمہ "عدت" سے ملامت کرنے والے کو یا تو بددعا دی گئی ہے یا دعا۔ بددعا تو اس معنی میں کہ جس مرض عشق میں مبتلا ہوں تو بھی مبتلا ہو جائے سرکار صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ" جس نے اپنے کسی بھائی کو کسی گناہ پر عار دلایا وہ مرے گا نہیں یہاں تک کہ خود وہ کام نہ کرلے اور دُعا اس معنی میں کہ نصیحت کرنے والا سچا خیر خواہ ہے لھذا شاعر اسے اچھے انداز میں سمجھا رہے ہیں۔ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ

وَاَحۡسِنۡ اِلٰی مَنۡ اَسَاءَ اِلَیۡكَ "جوتجھ سے رشتہ توڑے تُو اس سے رشتہ جوڑ جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر اور جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے اچھائی کر۔ (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی : (عدت) عَدَا یَعۡدُو باب نصر صیغہ واحد مونث غائب تجاوز کرنا، پہنچنا عدت تک حالی کے معنی ہوئے میرا حال تجھ کو پہنچ گیا یا تیری کیفیت بھی وہی ہو جائے جو میری ہے (سر) بمعنی راز، سری کے معنی ہیں میرا راز (مستتر) پوشیدہ رہنے والا۔ مخفی (وشاۃ) چغلی کھانے والا واحد واش (داء) بیماری، دائی میری بیماری (منجسم) انجسام (انفعال) مصدر سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ٹوٹ جانا، ختم ہونا۔

الترکیب : (حالی) فاعلِ عدت (لا) بمعنی لیس (سری) اسم لا (ب) زائدہ ہے اور مستتر "لا" کی خبر (عن الوشاۃ) متعلقِ مستتر (لا دائی) لاسری پر اس کا عطف ہے اور حرف نفی کا اعادہ تاکید کے لئے ہے

11/11	مَحَّضۡتَنِی النُّصۡحَ لٰکِنۡ لَسۡتُ اَسۡمَعُهٗ		اِنَّ الۡمُحِبَّ عَنِ الۡعُذَّالِ فِیۡ صَمَمٖ

ترجمہ : اے ملامت گر تو نے مجھے (ذاتی اغراض سے پاک اور) خالص نصیحت کی، لیکن میں اسے نہ سنوں گا کیوں کہ عاشق نصیحت کرنے والے (کی نصیحت) سے بہرا ہوتا ہے۔

تھی نصیحت خوب لیکن اس کو سنتا کس طرح ناصحا! عاشق کے حق میں ہے سماعت کالعدم

تشریح: شاعر نے جب سمجھ لیا کہ ملامت کرنے والے کی ملامت اگر چہ صورتاً ملامت ہے کیونکہ اس نے اس عشق کو مجازی عشق سمجھا ہے اور کہا کہ تیرا عشق فلانی بنت فلاں سے ہے نہ کہ رحمٰن عزوجل اور اس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ سے مگر حقیقتاً نصیحت وخیر خواہی پر مبنی ہے تو حضرت ناصح کو کہتے ہیں بلا شبہ آپ نے مُخۡلِصانہ نصیحت کی ہے لیکن میں آپ کی بات نہیں مان سکتا کیونکہ عاشق ملامت گروں اور ان کی نصیحت سے بہرا ہوتا ہے۔

الفاظ معنی :(محضت) صیغہ واحد مذکر حاضر باب تفعیل خالص کرنا (نصح) مصدر باب فتح نصیحت کرنا (عذال) لائم وملامت گر، واحد عاذل (صمم) بہرا۔

۱۲/12	اِنِّی اتَّھَمْتُ نَصِیحَ الشَّیْبِ فِی عَذَلِی		وَالشَّیْبُ اَبْعَدُ فِی نُصْحٍ عَنِ التُّھَمِ

ترجمہ: (مجھے ملامت کرنے والے سن!) میں نے خود کو ملامت کرنے پر بڑھاپے کو بھی جو ناصح و مُشفق ہے، قابلِ تہمت سمجھا ہے حالانکہ بڑھاپا نصیحت کرنے میں تہمت سے بہت دور ہوتا ہے۔

تھی ضعیفی کی نصیحت پھر بھی دل بدظن ہوا گو نصیحت میں ضعیفی ہے بہت دور از تُھَم

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب عاشق نے بڑھاپے کے آثار دیکھ لینے کے بعد بھی محبت سے کنارہ کشی اختیار نہ کی تو پھر کسی ملامت گر کی ملامت سے کیسے باز آ سکتا ہے۔ حالانکہ بڑھاپہ ازخود بہت بڑی نصیحت ہے۔

الفاظ معنی: (اتھمت) باب افتعال، صیغہ واحد متکلم: تہمت لگانا، الزام لگانا (نصیح) بروزن فعیل بمعنی ناصح، نصیحت کرنے والا (الشیب) بڑھاپا، پیری، نصیح الشیب میں صفت نصیح موصوف الشیب کی جانب مضاف ہے یہ اصل میں الشیب النصیح نصیحت کرنے والا بڑھاپا ہے (عذل) ملامت (تھم) تہمت کی جمع الزام لگانا۔

الترکیب: "والشیب" میں واو حالیہ ہے والشیب مبتدا اور ابعد اس کی خبر ہے اور ابعد اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی تین شرائط ہیں اگرچہ تقدیراً ہی کیوں نہ ہو یعنی (۱) الف لام کے ذریعے استعمال (۲) مِن کے ذریعے (۳) اضافت کے ذریعے۔ یہاں مِن مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہے الشیب ابعد من کل شیء "فی نصح" ابعد کے متعلق ہے اور اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای فی نصحہ "عن التھم" متعلقِ ابعد ہے۔

فصل ثانی

نفس امارہ کی سرکشی

1/13	فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ		مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِیْرِ الشَّیْبِ وَالْهَرَمِ

ترجمہ : برائیوں کا حکم دینے والے میرے نفس نے اپنی نادانی سے بڑھاپے کے ڈرانے والے سے بھی نصیحت قبول نہ کی۔

نفسِ امارہ نے نادانی سے کچھ پرواہ نہ کی — یوں تو پیری کی نصیحت تھی نہایت محترم

تشریح: یعنی میرے نفس کو برائیوں کے ارتکاب سے اتنی لذت ملتی ہے کہ کبرِسنی کے باوجود اس کی گناہوں میں دلچسپی کم نہیں ہوئی اور بڑھاپے سے موت کا تصور نہ بندھا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں نفس کے کئی درجے ہیں:

(۱)۔ **نفس امارہ** : یہ نفس لذات وشہوات کا حکم دیتا ہے یہ شر و برے اخلاق کا مَنبع ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اس نفس کا تذکرہ یوں ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے (ترجمہ کنزالایمان سورہ یوسف پ ۱۳)

اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ زلیخا کے اقرار واعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تا کہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیبت میں اس کی خیانت نہیں کی ہے اور اس کے اہل کی حرمت خراب کرنے سے مُجتنِب رہا ہوں اور جو الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں میں ان سے پاک ہوں، اس کے بعد آپ کا خیال مبارک اس طرف گیا کہ اس میں اپنی طرف پاکی کی نسبت اور اپنی نیکی کا بیان ہے ایسا نہ ہو کہ اس میں شانِ خود بینی اور خود پسندی کا شائبہ بھی آئے۔ اسی لئے اللہ تعالی کی جناب میں تواضع وانکسار سے عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا، مجھے اپنی بے گناہی پر ناز نہیں ہے اور میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار نہیں دیتا

(۲) نفس لوّامہ: جو برائیوں پر نفس کو ملامت کرتا ہے جسے ضمیر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(۳) نفس مطمئنہ: اطمینان والی نفس یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔اے اطمینان والی جان۔ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ اور میری جنّت میں آ۔

الفاظ معنی: (امارۃ) اَمَرَ یَاْمُرُ اَمْرًا باب نصر سے اسم فاعل آمر کا مبالغہ ہے، بہت زیادہ حکم دینے والا، ضمیر عھدی ہے یعنی میرا نفس (سوء) برائیوں کا ایک جامع نام، ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو اسم اور فتح سے پڑھیں تو مصدر ہے (ما) نافیہ (اتعظت) باب افتعال، صیغہ واحد مؤنث غائب نصیحت قبول کرنا کہتے ہیں وعظتہ فاتعظ یعنی میں نے اسے وعظ ونصیحت کی تو اس نے نصیحت قبول کرلیا (جھل) جَھْلًا و جَھَالة مصدر باب سمع، یہاں مراد غفلت ونادانی ہے (نذیر) ڈرانے والا (الھرم) بڑھاپا (شیب) بالوں کا سفید ہونا، بڑھاپا

الترکیب: "بالسوء" امارۃ کا صلہ ہے "ما اتعظت" خبرِ اَن "من جھلھا" متعلق ما نافیہ "الھرم" الشیب پر عطف ہے۔

۲/۱۴	وَلَا اَعَدَّتُ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِیْلِ قِرٰی		ضَیْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِیْ غَیْرَ مُحْتَشِمِ

ترجمہ: اور (نفس امارہ نے) عمل صالح سے ایک ایسے مہمان (بڑھاپے) کی ضیافت کا سامان نہ کیا جو میرے سر پر کسی تکلّف کے بغیر آ گیا

آن پہنچی جب ضعیفی سر پہ میرے ایک دم
نیکیوں سے میں نے اس مہمان کی خاطر نہ کی

تشریح: یعنی گو پیری کا عالم آ پہنچا مگر اب بھی نفس نے مَنْہِیات (Forbidden Acts) کے اِرتکاب سے اجتناب اور آوامر (Orders) کی بجا آوری شروع نہ کی۔ جب کہ بڑھاپا موت کی نشانیوں (Signs) میں سے ایک نشانی ہے چنانچہ زھرۃ الریاض میں ہے۔ ایک بار حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملک الموت (Angel of death) کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت کیا ملاقات کے لئے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے کے لئے؟ ملک الموت نے عرض کی ملاقات کے لئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جب میری موت قریب آئے اور تو میری روح قبض کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے آگاہ کر دینا۔ ملک الموت نے کہا

میں آپ کی جانب دو یا تین قاصد (Massengers) بھیجوں گا۔ جب آپ کی عمر مبارک ختم ہوگئی اور ملک الموت آپ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا کیا ملاقات کے لئے آئے ہو یا روح قبض کرنے کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا روح قبض کرنے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کے آپ نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ موت سے پہلے آپ کی طرف دو تین قاصد بھیجوں گا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے تو قاصد بھیجے تھے۔ اے یعقوب (علیہ السلام) سیاہی کے بعد بالوں کی سفیدی، طاقت کے بعد بدن کی کمزوری۔ سیدھے جسم کے بعد جسم کا جھک جانا۔ موت سے پہلے بنی آدم کی طرف یہی میرے قاصد ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب)

الفاظ معنی : (اعدت) اَعَدَّ یُعِدُّ ذخیرہ کرنا، تیار کرنا۔ (فعل جمیل) جسے شرعاً مستحسن سمجھا جائے نہ کہ مطلقاً کیونکہ بہت سی چیزیں عقلاً اچھی ہوتی ہیں مگر شرعاً نہیں۔ (قِـرٰی) ضیافت (ضیف) مہمان موصوف اگلا جملہ اس کی صفت (الم) باب افعال، صیغہ واحد مذکر غائب اترنا، نازل ہونا (محتشم) باب افتعال، صیغہ اسم فاعل یا اسم مفعول، تکلف کرنا، احترام کرنا، توقیر کرنا۔

ترکیب: (اعدت) ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے نفس جو کہ مونث سماعی ہے (قری ضیف) بعد اضافت اعدت کا مفعول (الم) پورا جملہ ضیف کی صفت ہے (براسی) متعلق الم (غیر محتشم) ضیف سے حال ہے۔

۳/15	لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أُوَقِّرُهُ		كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِي مِنْهُ بِالْكَتَمِ

ترجمہ : اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں بڑھاپے کی عزت و توقیر نہ کرسکوں گا تو میں بالوں کی سفیدی کو خضاب سے چھپا لیتا۔

کاش! میں پہچانتا توقیر اس مہمان کی — پس چھپا لیتا سفیدی سر کی از رنگِ کتم

تشریح: خود کو بڑھاپے کے باوجود عمل خیر کی طرف راغب نہ پا کر شاعر کہتے ہیں کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ بالوں کے سفید ہو جانے کے بعد بھی میں اعمالِ صالح (Good deeds) کے ذریعہ اس کے وقار و عزت میں اضافہ نہ کرسکوں گا تو میں ان بالوں میں خضاب کر کے اب بھی جوان ہی بنا رہتا۔

الفاظ معنی : (ما) نافیہ۔(اوقر) باب تفعیل ،صیغہ واحد متکلم ،عزت کرنا، تعظیم کرنا (کتمت) باب نصر، واحد متکلم، چھپانا کما فی قولہ تعالی "وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ" (سر) راز، یہاں مراد پیری ہے (بدا) بَدَا يَبْدُو باب نصر ظاہر ہوا کما فی قولہ تعالی "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ" بدالی منه (جو کچھ اس سے میرے لیے ظاہر ہوا) مراد بڑھاپے میں بالوں کی سفیدی ہے (کتم) ایک گھاس جس سے حنا کی طرح بالوں وغیرہ کو رنگا جاتا ہے۔

ترکیب: (اوقرہ) میں ہ ضمیر کا مرجع ضیف ہے جس سے مراد بڑھاپہ ہے (لو کنت اعلم انی ما اوقرا شرط ہے (کتمت) پورا جملہ اس کی جزا (منه) متعلق بدا اور ضمیر راجع بسوئے شیب ۔

4/16	مَنْ لِّيْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَايَتِهَا		كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

ترجمہ : کون ہے جو میرے (نفس) سرکش کو اس کی سرکشی سے اس طرح باز رکھے جس طرح منہ زور گھوڑے کو لگام کے ذریعہ سرکشی سے باز رکھا جاتا ہے؟

کون ہے جو نفس سرکش کو مرے یوں پھیر دے روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے ہم

تشریح: اس شعر میں نفس کی سرکشی اور گناہوں سے باز نہ آنے پر انتہائی دکھ (Sorrow) کا اظہار کرتے ہوئے کسی فریادرس کو پکارا جارہا ہے کہ کوئی میرے نفس کو لگام دے اور مجھے گناہوں کے دلدل سے نکالے۔

الفاظ معنی : (من لی) کون ہے میرے لیے؟ یعنی کاش کوئی ہوتا (رد) مصدر ہے رَدَّ يَرُدُّ (ن) کا، لوٹانا (جماح) مصدر جس کے معنی سرکشی اور منہ زوری کرنا، جب گھوڑا اپنے سوار پر غالب ہوجائے تو کہتے ہیں جمح الفرس (غوایة) مصدر، غَوِىَ يَغْوِى باب ضرب گمراہ ہونا، سرکش ہونا (کما) جیسا کہ (یُرد) باب نصر فعل مضارع مجہول، لوٹائی جاتی ہے۔جماح الخیل: گھوڑے کی سرکشی (الجم) الجام کی جمع یہ فارسی لفظ لگام کا معرب ہے۔

الترکیب : (من) استفہام یہاں تمنی یا استعانت کے لئے ہے (لی) اور "برد" دونوں ظرف ہیں اور فعل مقدر یتکفل کے متعلق ہیں (من غوایتها) رد کے متعلق ہے یا جماح کی صفت ہے ای جماح ناش من غوایتها (باللجم) برد کے متعلق ہے ۔

۵/17	فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَهْوَتِهَا		اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّيْ شَهْوَةَ النَّهِمِ

ترجمہ : تو گناہوں سے نفس کی خواہشوں کو توڑنے کا قصد نہ کر (کیونکہ گناہ نفس کی خوراک ہے اور) کھانے سے بھوکے کی شہوت کو تقویت ہی پہنچتی ہے۔

نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دُور جس طرح جُوع البقر میں پُر نہیں ہوتا شِکم

تشریح: یعنی یہ نہ سمجھ کہ گناہ کرتے کرتے طبیعت گناہوں سے سیر ہو کر ترک گناہ پر آمادہ ہو جائے گی یاد رکھ! زیادہ کھانا کھانے سے کھانے کی حرص بڑھتی ہے گھٹتی نہیں لھذا دل سے یہ خیال نکال دے کہ کثرت معاصی، کسر شہوت کا سبب بنے گی اس لئے کہ معصیت شہوتِ نفس کو بڑھاتی اور قوت دیتی ہے جیسے زیادہ کھانا حرصِ اکل وشُرب کو فروغ دیتا ہے۔

الفاظ معنی : (لا ترم) رَامَ یَرُوْمُ رَوْمًا (ن) سے فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر طلب کرنا، قصد کرنا (معاصی) گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، واحد مَعْصِیَۃ (کسر) توڑنا، پھیر دینا (شهوتها) ھا ضمیر کا مرجع نفس ہے نفس کی شہوت، خواہش (یقوی) باب افعال، صیغہ واحد مذکر غائب، مضبوط کرنا، قوی کرنا ہے (نَھِم) کھانے کا حریص، پیٹو، بسیار خوار۔

ترکیب: (کسر شھوتھا) لاترم کا مفعول ہے اور (شھوۃ النھم) یقوی کا مفعول ہے

٦/18	وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى		حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

ترجمہ : نفس بچے کی طرح ہے اگر تم اسے چھوڑ دو تو وہ دودھ پینے کی محبت پر جوان ہو جائے گا (یعنی جوان ہونے پر بھی دودھ پیتا رہے گا) اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو وہ دودھ (مدت رضاعت) میں ہی چھوڑ دے گا۔

نفس کی ہیں عادتیں مانندِ طفلِ شیر خوار دودھ پیتا جائے گا جب تک چھڑائیں گے نہ ہم

تشریح: یعنی جو بچے کی حالت ہے وہی حالت نفس کی ہے۔ اگر اسے گناہوں کے ارتکاب سے نہ روکا جائے تو وہ گناہوں میں مبتلا رہے گا اور اگر اسے گناہوں سے روکا جائے تو رک جائے گا۔ جس طرح بچے کو اگر مدت رضاعت میں ماں کا دودھ چھڑوائیں تو چھوڑ دے گا، ورنہ جب تک نہ چھڑوائیں پیتا رہے گا یہاں تک کہ جوانی تک بھی پینے کی خواہش کرے گا لھذا نفس کو لگام دینے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ : بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح (نکاح کا حرام ہونا) ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا، تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ (بہار شریعت)

الفاظ معنی : (طفل) بچہ جمع اَطفَال (تھملہ) باب افعال، صیغہ واحد مذکر حاضر، ڈھیل دینا، چھوڑ دینا۔ ہ کی ضمیر کا مرجع طفل ہے (شب) شَبَّ یَشِبُّ شَبَابًا (ض) جوان ہونا، بالغ ہونا ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے طفل (حب الرِضاع) دودھ پینے کی محبت (تفطمہ) باب ضرب، صیغہ واحد مذکر حاضر، فطام کے معنی ہیں دودھ چھڑا دینا (ینفطم) انفطام (انفعال) کے معنی ہیں دودھ چھوڑ دینا۔

ترکیب: (النفس) مبتدا (کالطفل) متعلق ہو کر خبر (ان تھملہ) شرط (شب علی حب الرضاع) جزا (ان تفطمہ) شرط (ینفطم) جزا۔

19/7	فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهُ		اِنَّ الْهَوٰى مَا تَوَلّٰى يُصْمِ اَوْ يَصِمِ

ترجمہ : تم نفس کو اس کی خواہش سے روکو اور اسے اپنے اوپر مسلط کرنے سے ڈرو۔ بے شک خواہش نفسانی جس پر سوار ہو جائے اسے یا تو قتل کر دیتی ہے یا عیب دار کر دیتی ہے۔

خواہشوں کو روک ہرگز نفس کا تابع نہ ہو تا نہ کر دے ختم یا پھر عیب والا کم سے کم

تشریح: یعنی جب تجھے معلوم ہو چکا کہ نفس امّارہ قابو کرنے کے لائق ہے تو اِسے اس کی خواہشات سے روکنے میں جدوجہد کر اور اس امر کا خوف رکھ کہ کہیں وہ تجھ پر غالب نہ آجائے اور مُملکتِ عقل میں اپنی مَن مانی نہ کر بیٹھے اور تیری عقل مغلوب نہ ہو جائے اس لئے کہ نفس کا غلبہ اللہ تعالی سے دور کرنے کا سبب بنتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: (وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ) اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے (ترجمہ کنز ایمان سورہ ص پ ۲۳)

ایک دانا ک قول ھے : جس انسان پراس کانفس غالب آجاتا ہے وہ شَھَوَات کا قیدی ہوجاتا ہے اور بیہودگی کا تابع بن جاتا ہے۔اس کا دل تمام فوائد سے محروم ہوجاتا ہے،جس کسی نے بھی اپنے اعضاء کی زمین کوشہوات سے سیراب کیااس نے اپنے دل میں ندامت کی کاشت کی۔اللہ تعالی نے مخلوق کوتین قسموں پر پیدافرمایا ہے

ا۔ فرشتوں کو پیدافرمایاان میں عقل رکھی مگرانہیں شہوات سے پاک رکھا

۲۔ جانوروں کو پیداکیاان میں شہوات رکھی مگرعقل سے عاری کردیا

۳۔ انسان کو پیداکیاان میں عقل اورشہوت دونوں رکھی

اب جس انسان کی عقل پراس کی شہوت غالب آجاتی ہے وہ جانوروں سے بدتر ہےاور جس مسلمان کی شہوات پراس کی عقل غالب آجاتی وہ فرشتوں سے بھی بہتر ہے (مکاشفۃ القلوب ص ۵۰)

الفاظ معنی : (اصرف) باب ضرب ،فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر،روکنا (ھوی) مصدر ہے باب سمع سے،خواہش ھا کا مرجع نفس ہے (حاذر) باب مفاعلہ،فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر،خوف کرنا (تولی) وَلّٰی یُوَلِّی تَوْلِیَۃً (تفعیل) صیغہ واحد مذکر حاضر،حاکم مقرر کرنا،مسلط کرنا (تولی) تَوَلّٰی یَتَوَلّٰی تَوَلِّیًا (تفعّل) ولی بننا (یصم) بضم یاء کے معنی ہیں قتل کرنا بفتح یاء کے معنی ہیں عیب دار کرنا ہے۔

ترکیب: (ھواھا) بعد اضافت فاصرف کا مفعول (تولی) انت اس کا فاعل ہ ضمیر کا مرجع ھوی ہے یعنی تو بچ کہ تُو غالب کرے خواہشات کو اپنے اوپر (ان الھوی الخ) حاذر فعل کی علت ہے یعنی نفس کو خود پر غالب کرنے سے ڈر کیونکہ نفس جب کسی پر غالب آجاتا ہے تو برباد یا ہلاک کر دیتا ہے۔

8/20	وَرَاعِهَا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ		وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِمِ

ترجمہ : اورتم نفس کی نگرانی کروجب کہ وہ اعمال (کی چراگاہ) میں چررہاہواوراگروہ اس چراگاہ کو میٹھا (خوش ذائقہ) سمجھنے لگے تو اسے نہ چرنے دو۔

باز رکھ حسنِ عمل کو لذّتِ تشہیر سے   اس چراگاہِ ہَوس سے دور رکھ اپنا قدم

تشریح: نفس مثل سائمہ (چرنے والا) جانور ہے جب یہ اعمال صالحہ کے کھیت میں چرے تو اس کی نگہبانی کر کہ یہ بعض نفلی عبادات کو اچھا جانے اور اس کا عادی ہوتو اسے اس حال پر نہ چھوڑ بلکہ اس کو روک اور اس پر سختی کر

کیونکہ نفس جب کسی عبادت کا عادی ہو جائے اور اس پر حد سے زیادہ لذت حاصل کرے تو ضرور اس میں مَعْصِیَت جیسے ریاکاری، عُجب (خودپسندی) فخر پوشیدہ ہوتی ہے۔ تو لازم ہے کہ اِسے ایسی عبادت میں مشغول رکھا جائے جس میں اسے حد درجے کی لذت نہ ملے کیونکہ جب عبادت عادت بن جائے تو اس کا فائدہ نہیں رہتا۔

نفس پر سختی کرنا سب سے مشکل ہے۔ نہ تو بندہ اس سے بالکل بے نیاز ہو سکتا ہے اور نہ ہی شیطان کی طرح اس پر حد سے زیادہ سختی کی جاسکتی ہے کیونکہ عبادت کی منزل طے کرنے کے لئے یہ نفس ہی بندے کی سواری اور آلہ وذریعہ ہے اور اگرچہ نفس عبادت کا آلہ اور ذریعہ ہے مگر عبادات میں اس کی موافقت ومطابقت کی بھی امید نہیں کی جاسکتی کیونکہ نیک کام کی مخالفت نفس کی جبلّت میں داخل ہے۔

یہ تو لہو ولعب کا مشتاق ہے اس لئے اس سے کام لینے کے لئے ضروری ہے کہ اسے تقوی کی لگام دی جائے تاکہ یہ بندے میں رہے تو سہی مگر فرماں بردار ہو کر نہ کہ سرکش و باغی ہو کر۔ تاکہ حسب ضرورت نیک کاموں میں اس سے کام لیا جائے اور فساد انگیز و ہلاک کُن اُمور سے قید میں رکھا جائے (منہاج العابدین)

الفاظ معنی : (راعها) رَاعِی یُرَاعِی مُرَاعَاۃ (مفاعلۃ) سے فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر رعایت کرنا، نگرانی کرنا، ھا ضمیر کا مرجع نفس ہے تو نفس کی حفاظت کر۔ (ھی) کا مرجع نفس ہے (سائمۃ) چوپایہ اس کا مادہ سوم ہے (استحلت) باب استفعال میٹھا ہونا استحل الشی کسی چیز کو میٹھا سمجھنا (مرعیٰ) چراگاہ، چارہ اور گھاس (لا تسمر) تو نہ چرا، اِسَامۃ (افعال) اس کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں چرانا۔

ترکیب: (وھی) میں واو حالیہ ہے (مرعی) استحلت کا مفعول ہے۔

9/21	كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً		مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السُّمَّ فِى الدَّسَمِ

ترجمہ : نفس نے کتنی بار انسان کی قاتل لذت کو یوں اچھا کر دکھایا کہ انسان یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ اس مُرَغَّن غذا میں زہر ملا ہوا ہے۔

لذتیں چکنی غذا کی زہر قاتل تھیں مگر
کھانے والے نے نہ جانا اس میں پوشیدہ ہے سم

تشریح: یعنی نفسِ خبیث بہت دفعہ مردِ عاقل کی نظروں میں اس مزے کو جو درحقیقت اس کا قاتل ہے نہایت خوشگوار کر دکھاتا ہے اور انسان جان بھی نہیں پاتا کہ اس مرغن کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفس ایسا مکار ہے کہ اس کے شر سے بچنے کے لئے بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

الفاظ معنی: (کم) خبریہ ہے یعنی کتنی بار (حسنت) مصدر تحسین سے صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل نفس ہے، اچھا کرنا (یدر) باب ضرب، جاننا اس کا فاعل المرء ہے (سم) زہر (دسم) چکنائی، تیل اور چربی، مرغن غذا۔

ترکیب: (کم) خبریہ ممیز (مرۃ) تمیز (لذۃ) موصوف (قاتلۃ) صفت سے مل کر حسنت کا مفعول (السم) ان کا اسم (فی الدسم) اس کی خبر۔

10/22	وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِن جُوْعٍ وَّمِنْ شَبَعٍ		فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

ترجمہ: بھوک اور شکم پُری کے مکر سے ڈر کیونکہ بہت مرتبہ بھوک بدہضمی سے زیادہ بُری ہوتی ہے۔

مکر سے کر خوف ان کے شکم سیری ہو کہ بھوک　　آفتیں خالی شکم کی کچھ نہیں سیری سے کم

تشریح: یعنی نفس کو بھوک اور شکم سیری کے درمیان رکھو نہ زیادہ بھوکا رکھو اور نہ زیادہ شکم سیر۔ بلکہ بعض اوقات نفس کو زیادہ بھوکا رکھنا اس شکم سیری سے برا ہوتا ہے جس سے بدہضمی ہو جائے۔

اس شعر میں بھوک سے مجازاً فقر (تنگدستی) بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ جوع (بھوک) کا ملزوم ہے ایسی صورت میں دسائس سے مراد مہلکات ہوں گے کیونکہ فقر و فاقہ انسان کو تباہی و بربادی تک لے جاتا ہے اسی واسطے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سے پناہ مانگی ہے چنانچہ سرکار صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا" قریب ہے کہ فقر و فاقہ کفر تک پہنچا دے۔ ایک اور حدیث میں ہے "الفقراء سود الوجوہ یوم القیامۃ" فقراء قیامت کے روز کالے چہرے والے ہوں گے۔ یعنی بندہ غربت کی بنا پر چوری یا معاذ اللہ مذہب اسلام کو بدل دے گا۔ اسی طرح "شبع" سیری سے مراد امیری اور دسائس سے مراد امیری کی آفت بھی لی جاسکتی ہے اور امیری کی آفت دنیا کی محبت ہے اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے اسی سے لمبی خواہش پیدا

ہوتی ہے اسی سے طاعت میں سستی پیدا ہوتی ہے اسی سے دل میں قساوت، تکبر، خود پسندی، لالچ، کنجوسی وغیرہ لاتعداد برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

بھوک میں کئی فوائد ومنافع ہیں مثلاً دل کی صفائی، نیند کا کم آنا، عبادت میں آسانی، بیداری جذبہ ایثار وغیرہ۔ یاد رہے کہ کھانا کبھی فرض ہوتا ہے اگر چہ اتنی مقدار کہ ہلاکت سے بچ جائے حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "اِنَّ اللّٰہَ لَیُوجِرُ فی کُلِّ لُقمَۃٍ یَرفَعُھَا العبدُ الی فَمِہ" کبھی مستحب ہوتا ہے جیسے بقدر ضرورت کھانا تاکہ ادائے صوم وصلوۃ وغیرہ میں آسانی ہو۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے "المومنُ القَوِیُّ اَحَبُّ الی اللّٰہِ تعالی مِنَ المومنِ الضَّعیفِ" اللہ عزوجلّ کے نزدیک طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ کبھی مباح ہوتا ہے نہ اجر ملتا ہے نہ گناہ جیسے پیٹ بھر کر کھانا۔ کبھی حرام ہوتا ہے جیسے حد سے زیادہ کھانا کہ مضرِ صحت ہو۔

الفاظ معنی : (اخش) خَشِیَ یَخشٰی (س) سے فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر تو ڈر، تو خوف کر (دسائس) دَسِیسۃ کی جمع بمعنی مکر، سازش (مخمصۃ) بھوک کی شدت (تخم) بمعنی بسیار خوری وشکم پری سے بدہضمی ہونا واحد تخمۃ۔

ترکیب : (من جوع) دسائس کا ظرف مستقر یا حال یا اس کی صفت ہے۔

11/23	وَاستَفرِغِ الدَّمعَ مِن عَینٍ قَدِ امتَلَأَتْ	مِنَ المَحَارِمِ وَالزَم حِمیَۃَ النَّدَمِ

ترجمہ : آنسوؤں کو بہنے دو ایسی آنکھ سے جو حرام (نظاروں) سے بھر گئی ہے اور ندامت کو لازم پکڑ لو۔

ان گناہوں کو جو آنکھوں میں بسے ہیں دور کر ہو پشیماں اور بہا اشکِ ندامت دم بدم

تشریح : جب تیرا دل اور معدہ گناہوں اور برے افعال سے بھر جائے تو تُو اپنی آنکھوں کو بہنے دے کیونکہ گناہوں پر پشیمان ہو کر اللہ عزوجلّ کے خوف سے رونا بندے کو نارِ جہنم سے بچالیتا ہے جیسا کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا "لایدخلُ النارَ من بَکیٰ مِن خَشیَۃِ اللّٰہ تعالی حتی یَلِجَ اللبنُ الضَرعَ" اللہ عزوجلّ کے خوف سے رونے والا دوزخ میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ دودھ دوبارہ تھن میں چلا جائے۔ یعنی جس طرح دوہا ہوا دودھ دوبارہ تھن میں جانا ممکن نہیں اسی طرح خوفِ خدا سے رونے والے کا جہنم (Hell) میں جانا دشوار

ہے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" مَا مِن عبدٍ مومنٍ تَخرُجُ من عَیْنَیْہِ دُمُوعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاسِ الذُّبَابِ مِن خِشْیَۃِ اللّٰہ ثم تُصِیْبُ شَیْئًامِن حُرِّ وَجْہِہٖ اِلاَّ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَہ۔ یعنی کوئی بندہ مومن نہیں جس کی آنکھوں سے اللہ عزوجلّ کے خوف سے آنسو نکلیں اگرچہ مکھی کے سر برابر ہو پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصے کو پونچھیں مگر اسے اللہ عزوجل آگ پر حرام فرمادے گا۔ "والزم" سے ایک اعتراض (Objection) کو دور کیا گیا ہے وہ یہ کہ کیا صرف رونا گناہ کو دھو ڈالنے اور انسان کو ستھرا کرنے کے لئے کافی ہے۔ والزم سے جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ آہ وبُکا کے ساتھ ندامت وتوبہ کو لازم پکڑنا بھی ضروری ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے ": مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں ۔ (۱) ماضی کے گناہ پر ندامت۔ (۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔ (۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔ یہ شرائط اس وقت درست ہوں گی جب کہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو جو توبہ کرنے والے اور اللہ عزوجلّ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا اور اگر اللہ عزوجلّ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم وشرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔ اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا (اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ

الفاظ معنی : (استفرغ) باب استفعال، فعل امر صیغہ واحد بمعنی خالی کرنا، بہنے دینا (امتلات) اِمْتَلَی یَمْتَلِیْ اِمْتِلَاء (افتعال) بھرنا (محارم) بمعنی الحرام واحد مَحْرَم جیسے کہا جاتا ہے ذورحم محرم جس سے نکاح نہ ہو سکے (الزم) باب سمع، فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، لازم پکڑنا (حمیۃ) حَمٰی یَحْمِی (ض) کا مصدر ہے غیرت حفاظت، پرہیز (ندم) ندامت، توبہ

12/24	وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا		وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

ترجمہ : تم نفس وشیطان کی مخالفت کرو اور انکی نافرمانی کرو اگرچہ یہ دونوں (نفس وشیطان بظاہر) تمہیں سچی نصیحت کریں (تب بھی) تم ان کو جھوٹا ہی سمجھو۔

نفس وشیطاں کا مخالف بن نہ مان ان کا کہا ان کی اچھی بھی نصیحت جھوٹ سے کیا کچھ ہے کم

تشریح: اس شعر کی شرح میں عمر بن احمد الخرپوتی شرح خرپوتی میں فرماتے ہیں یعنی نفس (ego) وشیطان (satan) کی ہر حال میں مخالفت کر اگرچہ وہ تجھے بھلائی کی بات بتائیں کیونکہ ان کی بھلائی کی بات کے پیچھے برائی ہی ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ کیا نفس وشیطان بھی نصیحت کرتے ہیں کہ ان کی نصیحت قبول کی جائے تو میں جواباً عرض کروں گا کہ جی ہاں نفس وشیطان بھی بظاہر نیکی و بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں چنانچہ منقول ہے حضرت احمد بن ارقم فرماتے ہیں میرے نفس نے جہاد پر جانے کے لئے مجھے اُکسایا میں نے کہا سُبحان اللہ۔ اللہ عزوجلّ فرماتا ہے ان النفس لامارة بالسوء بے شک نفس اَمّارہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ اور میرا نفس مجھے نیکی کا حکم دے رہا ہے میں نے سوچا یہ تنہائی کی قید سے نکلنا، اور لوگوں کے ہجوم میں جانا چاہتا ہوگا تو میں نے نفس سے کہا اگر ایسا ہے تو میں تجھے لوگوں سے دور رکھوں گا کسی سے تیری پہچان نہیں ہونے دوں گا۔ نفس نے کہا مجھے منظور ہے میں نے کہا سبحان اللہ یہ تو اس پر بھی راضی ہو گیا بیشک اللہ عزوجلّ کا فرمان سچ ہے اور میرا نفس جھوٹا ہے میں نے کہا تجھے جنگ میں سب سے آگے رکھوں گا یہاں تک کہ تو قتل ہو جائے میرے نفس نے کہا مجھے یہ بھی منظور ہے پھر میں نے کچھ اور شرطیں رکھیں نفس نے سب قبول (Accept) کر لیا میں نے عرض یا اللہ عزوجلّ یہ کیا ماجرا ہے بے شک تیرا فرمان حق ہے اور میرا نفس جھوٹا ہے مجھ پر میرے نفس کا معاملہ آشکار فرما۔ میری دعا قبول ہوئی میں نے دیکھا کہ میرا نفس کہہ رہا ہے اے احمد تو مجھے ہر روز میری خواہشات کو ختم کر کے قتل کرتا ہے اگر میں جہاد میں گیا تو ایک ہی بار مروں گا اور یوں روز روز کے مرنے سے نجات پالوں گا اور لوگ بھی میری بہادری وشہادت پر مجھے مبارک باد دیں گے۔ حضرت احمد بن ارقم فرماتے ہیں پھر میں جہاد سے رک گیا۔

شیطان نے نماز کے لئے جگایا:

نفس کی طرح شیطان لعین بھی بعض اوقات بھلائی کی نصیحت کرتا ہے چنانچہ مثنوی شریف میں ہے ایک صبح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سورہے تھے کہ شیطان آیا اور جگانے کے لئے کہنے لگا "حی علی الفلاح" حضرت امیر معاویہ حیران وششدر رہ گئے کہ شیطان انہیں جگا رہا حالانکہ اس کا کام تو نماز وعبادت سے غافل کرنا ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا کام تو گناہ کی دعوت دینا ہے تو بھلائی کی دعوت کیسے دے رہا ہے؟ شیطان نے کہا بات یہ ہے کہ ایک صبح آپ رضی اللہ عنہ کی جماعت رہ گئی تھی جس پر آپ بہت نادم وشرمسار ہوئے تھے جس کی وجہ سے اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کو کئی گنا زیادہ ثواب عطا فرمایا تھا تو حضور میں نہیں چاہتا کہ آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کی جماعت رہ جائے اور آپ رضی اللہ عنہ ندامت وشرمساری کی بنا پر کئی گنا ثواب کے حق دار بن جائیں۔ (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی : (خالف) باب مفاعلہ، فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، مخالفت کرنا (اعصهما) باب ضرب، فعل امر صیغہ تثنیہ، نافرمانی کرنا، هما ضمیر کا مرجع نفس اور شیطان ہیں (محضاك) باب تفعیل، خالص کرنا (اتهم) باب افتعال، فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، تو متہم جان، جھوٹا سمجھ۔

ترکیب : (النفس والشیطان) بعد عطف "خالف" کا مفعول بنے گے۔ (ان هما محضاك النصح) شرط (محضا) تثنیہ کا صیغہ مرجع نفس وشیطان (فاتهم) جزا۔

13/25	وَلا تُطِعْ مِنهُمَا خَصْمًا ولا حَكَمًا		فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الخَصْمِ وَالْحَكَمِ

ترجمہ : نفس وشیطان کی اطاعت مت کر خواہ وہ تیرے خصم (دشمن) ہوں یا تیرے ثالث پس تو خصم وثالث دونوں کے مکر کو جانتا ہے۔

تو نہ کر ان کی اطاعت ہوں یہ حاکم یا عدو جانتا ہے خوب تو مکرِ عدو مکرِ حَکَم

تشریح: یعنی کسی حال کسی صورت نفس وشیطان (Satan) کی بات نہ مان خواہ یہ تیرے طرفدار (supporter) بنیں یا تیرے دشمن (Enemy) کیونکہ تجھ پر نفس وشیطان کی دشمنی (Enmity) واضح ہے تو یہ خصم (Opponent) وحکم (Judge) دونوں صورتوں میں تجھے نقصان ہی پہنچائیں گے۔

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا　　کہاں تم نے دیکھیں ہیں چندرانے والے

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے انسان آگاہ رہ، برائی کا حکم دینے والا نفس ابلیس سے زیادہ عداوت رکھنے والا تیرا دشمن ہے۔ شیطان نفسانی خواہشات اور شہوات کے ذریعے تجھ پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔ پس تیرا نفس امیدوں اور فریب کے ذریعے تجھے دھوکے میں مبتلا نہ کردے کیونکہ نفس طبعی طور پر امن، غفلت، راحت، کاہلی اور سستی کا دلدادہ ہے لہذا نفس کا ہر دعوی جھوٹ اور ہر کام دھوکہ ہوگا اگر تو اس پر راضی رہا اور اس کے حکم کی اطاعت کرتا رہا تو ہلاک ہو جائے گا (مکاشفۃ القلوب)

الفاظ معنی : (لاتطع) باب افعال، فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر، تو اطاعت نہ کر، حکم نہ مان (کید) مکر (خصم) دشمن، مخالف (حکم) ثالث۔

ترکیب: (منہما) محذوف عبارت سے متعلق ہو کر حال یعنی لاتطع خصما ولا حکما کائنا من جہتہما (خصما وحکما) لاتطع کا مفعول۔

26/۱۴	اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ قَوْلٍ بِلا عَمَلٍ		لَقَدْ نَسَبْتُ بِہٖ نَسْلًا لِذِیْ عُقُمٖ

ترجمہ : ایسے قول سے جس پر میں نے عمل نہ کیا میں مغفرت کا طلب گار ہوں (گویا ایسا کر کے) میں نے بانجھ کی جانب بچے کو منسوب کر دیا

مجھ کو قولِ بے عمل سے توبہ کرنی چاہیے	گویا بانجھ عورت سے امید نسل رکھتے ہیں ہم

تشریح: یعنی جس طرح بانجھ (Barren) کی جانب کسی بچے کی نسبت لغو (Useless) ہے ویسے ہی ایسا قول جس پر عمل نہ کیا جائے لغو اور فضول ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ کتنی سخت ناپسند ہے اللہ عزوجل کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں ۔

امر بالمعروف (نیکی کی بات بتانا) اچھی بات ہے اگرچہ بے عملی غالب ہو لیکن عرف ظاہر کے اعتبار سے اچھی چیز نہیں اسی وجہ سے امام بوصیری نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کی۔ نسل سے یہاں مراد بچہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "تنا کحوا تناسلوا" اور نسل یا بچہ سے مراد مجازا و استعارۃ عمل ہے بایں معنی کہ عمل کو ولد سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ تشبیہ دونوں کا قابل انتفاع ہونا ہے پس جس طرح بچہ دنیا میں فائدہ پہنچاتا ہے اسی طرح عمل صالح آخرت (Hereafter) میں فائدہ پہنچائے گا ایسی بھلائی کی بات جو بے عمل شخص کی زبان سے نکلے تاثیر نہیں رکھتی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بھلائی کی ایسی بات جو محض زبان سے نکلے وہ کانوں تک ہی پہنچتی ہے اور جو دل سے نکلے وہ دل تک پہنچتی ہے ایک حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں شب معراج ایسی قوم پر سے گذرا جو آگ کی قینچیوں (Scissors) سے اپنے ہونٹ (lips) کاٹ رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے عرض کی آپ کی امت کے بے عمل خطباء یعنی مقررین، ومبلغین۔ (شرح خرپوتی ۵۹)

بعض واعظین کہتے ہیں "عِظْ نَفْسَکَ" پہلے خود کو نصیحت کر اگر وہ تیری نصیحت کو قبول کرلے تو پھر لوگوں کو نصیحت کر۔ ورنہ اللہ عزوجل سے حیاء کر۔ لیکن مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر سنی واعظ کی مستند بات کو قبول کرے اس واعظ کی طرف نظر نہ کرے کہ بے عمل ہے یا باعمل کیونکہ "الحکمۃ ضالۃ المومن" "حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے" اینما وجد اخذھا" جہاں کئی پائے اپنائے۔ اس شعر کا ماقبل پر عطف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شعر ماقبل شعر ہی کی تفسیر ہے اور لکن کا لفظ استدراک کلام یعنی ماقبل جملے میں پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی جب کہا گیا اَمَرْتُکَ الْخَیْر میں نے تجھے بھلائی کی دعوت دی تو وہم پیدا ہوا کہ یہ خود بھی باعمل ہوں گے کیونکہ بھلائی کی دعوت دینے والے کے لئے یہ ضروری بھی ہے۔

لیکن "لکن" سے کہا گیا کہ میں نے نیکی کی دعوت تو دی لیکن خود اس پر عمل پیرا نہ ہوسکا تو میرا تجھے وعظ کرنا کیا نفع دے گا؟۔ وَمَا اسْتَقَمت: استقامت کے معنی علم وعمل دونوں پر کاربند ہونا ہے۔ اور استقامت کا حصول دشوار ہے اسی واسطے امام بوصیری نے اس شعر میں لفظ استقامت استعمال کیا۔ حدیث میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: شیبتنی سورۃ ھود (مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا) بعض صالحین سے منقول ہے انھوں نے خواب میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زیارت کی تو عرض کی کہ آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا؟

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جی ہاں۔ میں نے عرض کی آیا انبیاء کرام کے واقعات نے آپ کو بوڑھا کر دیا یا گذشتہ امتوں کی بربادی کے واقعات نے؟ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نہیں بلکہ اس قول (فاستقم کما امرت) نے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ استقامت کی حقیقت تمام عہد و پیماں (Promise) کو پورا کرنا اور تمام امور میں میانہ روی (Moderation) کو اختیار کرنا یہاں تک کہ کھانے پینے لباس وغیرہ میں بھی اور یہی صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہے۔ اور اس پر چلنا نہایت دشوار ہے۔ حضرت ابو علی الجرجانی فرماتے ہیں تو استقامت کا طالب بن، کرامت کا طالب مت بن۔ تیرا نفس تو کرامت کے طلب میں متحرک ہے اور تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ کسی ولی سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے انہوں نے کہا بڑی بات نہیں مینڈک (Frog) اور مچھلی (Fish) بھی ایسا کرتے ہے۔ کہا گیا فلاں ہوا میں اڑتا ہے فرمایا بڑی بات نہیں مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ پھر کہا گیا کہ فلاں لمحے بھر میں مشرق سے مغرب چلا جاتا ہے کہا بڑی بات نہیں شیطان بھی ایسا کرسکتا ہے۔ تو کہا گیا آپ کے نزدیک اللّٰہ تعالی کے ہاں مقبولیت کا معیار کیا ہے فرمایا "الاستقامۃ فی الدین" دین پر استقامت۔

الفاظ معنی : (استغفر) باب استفعال، صیغہ واحد متکلم، مغفرت طلب کرنا (نسبت) باب نصر، صیغہ واحد متکلم، منسوب کرنا (بہ) ہ ضمیر کا مرجع عمل ہے (نسل) بچہ (ذی عقم) بانجھ۔

ترکیب: (من قول) متعلق استغفر اللّٰہ (بلا عمل) ظرف مستقر وصفتِ قول (لقد نسبت) جملہ استینافیہ (بہ) با سببیہ اور ضمیر راجع ہے "قول" کی طرف (لذی عقم) متعلق نسبت۔

15/27	اَمَرْتُکَ الْخَیْرَ لٰکِنْ مَا ائْتَمَرْتُ بِہٖ		وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِیْ لَکَ اسْتَقِمِ

ترجمہ : میں نے تمھیں نیکی کا حکم دیا مگر خود اس حکم پر عمل پیرا نہ ہوا اور نہ ہی اس پر قائم رہا تو میرا یہ کہنا کہ تم (نیکی پر) قائم رہو کیا (معنی رکھتا) ہے؟

کی نصیحت دوسروں کو اور ہیں خود بے عمل
ہو نصیحت کا اثر کیا بے عمل جب خود ہیں ہم

تشریح: بے شک میں عاصی (Sinner) و گناہ گار ہوں کیونکہ میں نے تجھے نیکی و بھلائی کی دعوت دی لیکن خود اس نصیحت (Advice) پر عمل پیرا نہ ہو سکا۔

الفاظ معنی: (امرتُ) باب نصر، صیغہ واحد متکلم۔ حکم دینا (الخیر) بھلائی، نیکی (ما) نافیہ (ائتمرت) باب افتعال، حکم ماننا (ما) نافیہ (استقمت) باب استفعال، استقامت اختیار کرنا (فما) استفہامیہ ہے بمعنی کیا (استقم) تو استقامت اختیار کر، فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر

16/28	ولا تَـزَوَّدتُ قبلَ الـمـوتِ نـافِلَةً		ولَـمْ اُصَـلِّ سِـوَی فَـرضٍ ولَمْ اَصُـمِ

ترجمہ: موت سے پہلے میں نے نفل عبادات کا توشہ سفر تیار نہ کیا اور فرض نمازوں کے علاوہ میں نے نمازیں نہ پڑھیں اور (فرض روزوں کے سوا) روزے نہ رکھے۔

زادِ راہِ آخرت اک نفل کا بھی تو نہیں　　جز نمازِ فرض وروزہ کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم

تشریح: یعنی میں حق عبودیت کو بجالانے کے لئے کمربستہ نہ ہوا۔ میں نے موت سے پہلے نوافل کا زادِ راہ نہیں لیا اور نہ ہی بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لئے موت سے پہلے تیاری کی اور میں کم ہمتی کی بنا پر فرض نماز و روزہ سے آگے نہ بڑھ سکا اور حق عُبُودِیت کو کثرت عبادت کے ذریعے ادا کرنے سے قاصر رہا۔ جیسا کہ بزرگوں کا طریقہ رہا ہے حضرت شریک فرماتے ہیں مجھے ایک بار حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے ساتھ ایک سال رہنے کا موقع ملا میں نے آپ کو کبھی لیٹے ہوئے نہیں دیکھا اور ان کے اصحاب گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے ہیں۔

وَلَا تَزَوَّدتُ: میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دنیا رحلت کی جگہ ہے اور لوگ مسافر ہیں تو ضروری ہے کہ لوگ آخرت کا زادِ راہ لیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "کُن فی الدنیا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیلٍ وَعِدَّ نَفْسَکَ مِن اَصْحَابِ القُبُورِ" دنیا میں مسافر اور راہ چلتے شخص کی طرح رہو اور خود کو اہل قُبُور میں شمار کرو۔ پس جیسے توشہ مقصد تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے ایسے ہی نوافل اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے "لایَزَالُ العبدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حتّی اُحِبَّہ" میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

زندگی کا مقصد قرآن کریم نے عبادت ہی بتایا ہے ارشاد باری تعالی ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں (پ:27 سورۃ الذریت)

الفاظ معنی : (لاتزودتُ) باب تفعل، فعل ماضی منفی، توشہ سفر تیار کرنا (نافلة) زائد، فرض واجب اور مسنون عبادات کے سوا عبادتیں (المراصل) صَلّٰی یُصَلِّی صَلٰوۃً (تفعیل) نماز پڑھنا (المراصم) صَامَ یَصُوْمُ صَوْمًا (ن) روزہ رکھنا۔

تیسری فصل

مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1/29	ظَلَمۡتُ سُنَّةَ مَنۡ اَحۡيَى الظَّلَامَ اِلٰى		اَنۡ اشۡتَكَتۡ قَدَمَاهُ الضُرَّ مِنۡ وَرَمِ

ترجمہ : میں نے اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کے ساتھ ناانصافی کی جوراتوں کو (عبادتِ الٰہی کی غرض سے) جاگتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے مبارک پاؤں وَرَم کرآتے تھے۔

سنتِ بیداریٔ شب پر کیا میں نے ستم — طاعتِ شب کے سبب تھا جن کے قدموں پر وَرَم

تشریح: اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں بہت زیادہ کوشش کی طرف اشارہ ہے چنانچہ خزائن العرفان میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں بہت جُہد فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدم مبارک میں ورم آتے جاتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر بحکمِ الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفسِ پاک کو کچھ راحت دیجئے اس کا بھی حق ہے۔ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤى (سورہ طٰہٰ) اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو (تفسیر خزائن العرفان)۔

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتی کہ ایک آیت پر صبح ہوگئی وہ آیت یہ تھی (ترجمہ) اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب الصلوۃ اللیل)

روایت ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام فرمایا کہ آپ کے قدم سوج گئے آپ سے عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے بخش دیئے گئے تو فرمایا کیا میں بندہ شاکر نہ بنوں۔ (مسلم و بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم رات میں اٹھنا لازم پکڑلو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کاروں کا طریقہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانے والا ہے۔ (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل)

الفاظ معنی : (ظلمت) باب ضرب، ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے صحیح مقام کے علاوہ دوسری جگہ

رکھنا، ظلمت سے (ناانصافی کرنا) مراد ہے (سُـــنة) سیرۃ، طریقہ۔ (احیا) باب افعال سے صیغہ واحد مذکر غائب، زندہ کرنا (الظلام) تاریکی (اشتکت) باب افتعال، شکایت کرنا (قدماہ) ان کے دونوں پاؤں ضمیر کا مرجع (مَن) ہے جس سے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (ضر) تکلیف، کمزوری، دبلاپن (ورم) سوجن، پھول جانا۔

ترکیب: (سنة من) ظلمت کا مفعول (من) موصوفہ یا موصولہ (احیی) کا فاعل ھو ضمیر راجع بسوئے من (الظلام) احیی کا مفعول (قدماہ) اشتکت کا فاعل (الضر) اشتکت کا مفعول۔

2/30	وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَ هُ وَ طَوٰى	تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْأَدَمِ

ترجمہ : (میں نے اس ذاتِ گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے ناانصافی کی جس نے) بھوک سے اپنے شکم اقدس کو کس کر باندھا اور اپنے نرم و نازک جلد والے پہلو کو پتھر کے نیچے لپیٹا۔

بھوک کی شدت کے باعث اور فاقوں کے سبب آپ نے پتھر سے باندھا نازپرور دہ شکم

تشریح: اس شعر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریاضت کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائم الجوع تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھوک کو دیکھ کر رو پڑتی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اے عائشہ ''والذی نفسی بیدہ'' اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ''لو سئلت ربی ان یجری معی جبال تھامۃ ذھبا لاجراھا حیث شئت من الارض'' اگر میں اپنے رب سے سوال کروں کہ وہ تہامہ پہاڑ کو میرے لئے سونا بنا دے تو ضرور میرا رب اسے سونے کا بنا کر میرے تابع فرمان کر دے کہ جہاں چاہوں میرے ساتھ چلے۔ لیکن میں نے بھوک کو ترجیح دی سیری پر، اور فقر دنیا کو ترجیح دی امیری پر، حزن دنیا کو ترجیح دی فرحت پر، اے عائشہ ''ان الدنیا لاتنبغی لمحمد ولا لآل محمد'' دنیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آل محمد کے لائق نہیں یعنی دنیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آل محمد کی نگاہ میں بے وقعت ہے دوسری حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر پیش کیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو مکہ کی پہاڑیاں آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر سونے کی بنادی جائیں میں نے عرض کیانہیں اے میرے رب۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں تو جس روز بھوکا رہوں تو تیرے آگے آہ وزاری کروں اور جس دن کھاؤں تو تیری حمد کروں۔

رسالہ قشیریہ میں ہے ایک بار حضرت فاطمہ روٹی کا ایک ٹکڑا لیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا بیٹی فاطمہ یہ کیا ہے؟ عرض کی بابا جان یہ روٹی کا ٹکڑا ہے جو میں آپ کے لئے لائی ہوں شہنشاہ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ یہ پہلی غذا ہے جو تین دن کے بعد آپ کے والد کے منہ میں داخل ہوئی ہے۔ غزوہ خندق کے موقعے پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے ہوئے تھے لہذا یہ سنت ہے اس شخص کے لئے جسے کھانا میسر نہ ہو نیز اس میں بھوک سے تسکین کا سامان بھی ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ایک تحفہ بھی ہے (شرح خرپوتی)

حضرتِ سیّدُنا ابوطَلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے مکّے مدینے کے شَہَنشاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دِکھایا۔ سلطانِ بحروبر، مدینے کے تاجوَر، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے شِکَمِ اَطْہَر سے کپڑا اٹھایا تو اُس پر دو پتّھر بندھے ہوئے تھے۔ حضرتِ سیّدُنا امام تِرمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ پتّھر بھوک کی سختی اور کمزوری کی وجہ سے پیٹ پر باندھے جاتے تھے۔ (شمائل ترمذی، رقم الحدیث:372، ص169)

یہ ان کا حال ہے، جس کے ہاتھوں میں دونوں جہاں کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا۔ ورنہ جو کچھ ملتا ہے وہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہی میں ملتا ہے حدیثِ پاک میں ہے، حُضُور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ ظاہری تک حُضُور کے اہلِ بَیتِ اَطہار علیہم الرضوان نے کبھی جَو کی روٹی بھی دو روز برابر نہ کھائی۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا دَولتِ سَرائے اَقدس میں (چولھے میں) آگ نہ جلتی تھی، چند کھجوروں اور پانی پر گُزر کی جاتی تھی۔ حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ (اے لوگو!) میں

چاہتا تو تم سے اچھا کھانا کھاتا اور تم سے بہتر لباس پہنتا لیکن میں اپنا عیش و راحت اپنی آخرت کے لئے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔ (خزائن العرفان ص 907)

کھانا تو دیکھو جو کی روٹی، بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی   وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا، صلی اللہ علیہ وسلم

کون و مکاں کے آقا ہو کر، دونوں جہاں کے داتا ہو کر   فاقے سے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی راتیں مسلسل فاقہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ کو نانِ شبینہ (یعنی رات کی روٹی) مُیَسَّر نہ آتی اور اکثر جو کی روٹی کھاتے۔ (پیٹ کا قفل مدینہ)

الفاظ معنی: (شد) شَدَّ یَشُدُّ شَدًا (ن) صیغہ واحد مذکر غائب ہو ضمیر فاعل راجع بسوئے (من) جس سے مراد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے مضبوط باندھنا (سغب) بھوک (احشاء) حشی کی جمع ہے اس سے مراد وہ اعضاء ہیں جو جوفِ شکم میں ہیں (طوی) طَوٰی یَطْوِی طُوًی (ض) لپیٹنا (حجارۃ) پتھر (کشح) پہلو (مترف) نرم و نازک (ادم) جلد، چمڑا کھال۔

ترکیب: (احشاء) مفعولِ شدا اور اس کی ضمیر راجع ہے موصول کی طرف (طوی) عطف تفسیر ہے شد جملے کی (تحت الحجارۃ) ظرفِ طوی (کشحا) مفعولِ طوی (مترف) حالِ الکشح۔

۳/31	وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ		عَنْ نَفْسِهِ فَأَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ

ترجمہ: سونے کے بلند و بالا پہاڑ آپ کی ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہوئے (اور چاہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی جانب راغب ہوں) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دکھا دیا کہ کون بلند ہے۔

زر کے بن کر جب پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضور   کچھ توجہ تک نہ کی تھے آپ وہ عالی ھِمَم

تشریح: یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور مولا تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقر ظاہری کو غِناء پر ترجیح دی یہاں تک کہ مضبوط و بلند پہاڑوں نے خود کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب انتہائی عاجزی کے

ساتھ اس توقع پر مائل ہوئے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر نگاہ ڈالیں مگر آپ نے ان کی جانب التفات نہ فرمایا:

جس پر نگاہ ڈال دے وہ آفتاب ہے　　اس کے کرم کی حد ہے نہ کوئی حساب ہے

اس شعر میں ایک واقعے کی جانب اشارہ ہے۔ ایک بار حضرت جرائیل علیہ السلام آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کیا آپ پسند کرتے ہیں؟ کہ میں پہاڑوں کو سونا بنادوں اور یہ آپ کے ساتھ چلیں جہاں آپ تشریف لے جائیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اسے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا "ثبتك الله يا محمد بالقول الثابت" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو قول ثابت کے ساتھ قائم رکھا ہے (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی: (راودت) رَاوَدَ يُرَاوِدُ، مُرَاوَدَة (مفاعلہ) اپنی جانب بلانا (جبال) جبل کی جمع بمعنی پہاڑ (شم) اشم کی جمع بمعنی انتہائی بلندی (ذھب) سونا (اری) باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ۔ دکھانا اس کا فاعل ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ھا کا مرجع جبال ہے (ایما) کون (شم) مرتفع، فاراھا ایما شمم دراصل فاراھا شمما ایما شم ہے یعنی آپ نے اسے بہت بڑی بلندی دکھائی، اس سے بہت زیادہ اعراض کیا۔

ترکیب: (الجبال) موصوف (الشم) صفت، موصوف صفت سے مل کر (راودت) کا فاعل (من ذھب) جبال کی صفت یا اس سے حال ہے (عن نفسہ) راودت کا ظرف (اری) ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ھا" ضمیر مفعول راجع بسوئے جبال (ایما) ما زائدہ ہے یا صفت تاکیدی ہے محذوف موصوف کی اور یہ اری کا مفعول ثانی ہے۔

۴/32	وَأَكَّدَتْ زُهْدَه فِيهَا ضَرُورَتُهُ	إِنَّ الضَّرُورَةَ لَا تَعْدُوْ عَلَى الْعِصَمِ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر ظاہری اور ضروریات حسی نے امورِ دنیا سے آپ کی بے رغبتی کو اور قوی کر دیا، بے شک ضروریات معصوموں پر غالب نہیں ہو سکتیں۔

ایسی حاجت پر بھی تقوی کو کیا مضبوط تر ۔۔۔ سچ ہے حاجت غالب آسکتی نہیں جب ہو عِصَم

تشریح: تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقرِ ظاہری اور ضرورت حسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زھد یعنی دنیا سے بے رغبتی کو کم نہیں کیا بلکہ اور بڑھایا ہے وہ ذات کہ سونے کے پہاڑ کے آگے پیچھے چلنے کو پسند نہ کرے ضرورت دنیا کیا خاک ان پر غالب آسکتی ہے۔

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی (Mat) پر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت عمر فاروق حاضر خدمت ہوئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے کے لئے اٹھے تو حضرت عمر فاروق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو رونے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر کیوں روتے ہو؟ حضرت عمر نے عرض کی آقا کیوں نہ رووں؟ ایک طرف تو قیصر وکسری عیش وآرام کی زندگی گذار رہے ہیں دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لئے یہ عیش وآرام، دنیا کی زندگی تک رہے اور ہمارے لئے نہ ختم ہونے والی آخرت میں ہو۔ (شرح خرپوتی ص ۶۹)

الفاظ معنی: (اکدت) تاکید (تفعیل) مصدر سے صیغہ واحد مؤنث غائب، مضبوط کرنا (زھدہ) بے رغبتی، ہ ضمیر کا مرجع ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے (تعدو) عَدَا یَعْدُو (ن) ظلم کرنا، غائب کرنا (عصم) عصمت کی جمع ہے بمعنی حفاظت۔

ترکیب: (زھدہ) اکدت کا مفعول (ضرورتہ) اکدت کا فاعل ھو ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

5/33	وَكَيْفَ تَدْعُوالى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ	لَوْ لَاهُ لَمْ تُخْرَجِ الدُّنْيَا مِنَ العَدَمِ

ترجمہ: دنیاوی ضرورت کیسے اس ذات (گرامی) کو اپنی جانب بلاسکتی ہیں جب کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود ہی میں نہ آتی۔

کیا کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف ۔۔۔ گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

تشریح: یہ دوسری دلیل ہے کہ ضروریات و مشغولیاتِ دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

زھد (Anchoretism) وتقوی (Piety) کو کم نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو وہ ذات ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو کائنات (Universe) کا ہی وجود نہ ہوتا جیسا کہ حدیث قدسی ہے "لولاك لما خلقت الافلاك" اے محبوب اگر آپ کی ذات گرامی نہ ہوتی تو میں افلاک ہی نہ بناتا۔

الفاظ معنی : (تدعو) واحد مونث باب دَعَا يَدْعُو دَعْوَةً (ن) بلانا (لولاه) اگر وہ نہ ہوتے، ہ ضمیر کا مرجع لفظ مَن ہے۔ جس سے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (لم تخرج) باب نصر سے صیغہ واحد مونث غائب اس کا فاعل الدنیا ہے نکلنا (عدم) نیست۔

٦/34	مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ		وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

الفاظ معنی : (سید) اسم فاعل سَادَ يَسُوْدُ سِيَادَةً (ن) سردار بننا (کونین) دو کون یعنی دنیا و آخرت (ثقلین) دو بھاری جماعتیں یا دو نفیس چیزیں مراد انس وجن (فریقین) دو فریق عرب وعجم (عُرب) بمعنی عَرب ہے۔ ضِدّ العجم

الترکیب : "محمد" مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو محمد لیکن اظھر یہ ہے کہ یہ مبتدا ہے "سید" اس کی خبر ہے "سید" مضاف "الکونین والثقلین والفریقین بعد عطف مضاف الیہ "من عرب وعجم" متعلقِ فریقین۔

ترجمہ : (یہ ذاتِ گرامی حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت، انس وجن اور عرب وعجم کے سردار ہیں۔

ہیں محمد سید کونین شاہِ جن وانس اور شہنشاہِ دو عالم مالکِ عرب وعجم

تشریح : چونکہ گذشتہ اشعار میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ مختلف انداز میں ہوا لیکن اسم گرامی کا صراحتاً ذکر نہ ہوا تو حضرت امام بوصیری نے چاہا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے بھی اس قصیدے کو متبرک (Holy) بنایا جائے اور یوں بھی کسی ذات کو مبہم رکھنے کے بعد اس کا تذکرہ کرنا کلام میں ایک عجیب لطف وسرور پیدا کر دیتا ہے۔ اعلی حضرت فرماتے ہیں اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ اسماء مسمّٰی سے ناشی ہے، آٹھ سو سے

زائد مواہب وشرح مواہب میں ہیں، اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے، اور حصر ناممکن۔ (فضائل ومناقب جلد ۲۸، فتاوی رضویہ)

ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ وُلِدَ له مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ محمدًا حُبًّا لِیْ وتَبَرُّكًا بِاِسْمِی کان ھو ومولودُہ فِی الجَنَّةِ۔ جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

حافظ ابوطاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ، عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا رب عزوجل فرمائے گا: اُدْخُلا الجَنّةَ فَاِنِّی اٰلَیْتُ علی نفسِی ان لایَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهُ اَحْمَدُ و محمدٌ۔ جنت میں جاؤ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قال اللہ تعالٰی عزوجل وعزتی وجلالی لااعذب احدا تسمی باسمک بالنار یامحمد۔ رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا: اپنی عزت وجلال کی قسم! جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مامن مائدة وضعت فحضر علیھا من اسمه احمد ومحمد الا قدس اللہ ذٰلک المنزل کل یوم مرتین"۔ کوئی دستر خوان بچھایا نہیں گیا کہ اس پر ایسا شخص موجود ہو کہ جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر روز دو بار اس گھر کو تقدس بخشتا ہے یعنی مقدس کرتا ہے (اور ہر روز دو بار وہاں اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے)۔

ابن سعد طبقات میں عثمان عمری مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماضر احدکم لوکان فی بیتہ محمد ومحمدان وثلثة تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک

محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جدا مقرر کئے بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے پانچ محمد اب تک موجود ہیں سلمھم اللہ تعالیٰ وعافاھم والیٰ مدارج الکمال رقاھم

(اللہ عزوجل ان سب کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے اور انہیں مدارج کمال تک پہنچائے)

اور پانچ سے زائد اپنی جگہ رہ گئے جعلھم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ امین (اللہ عزوجل اپنی رحمت کے صدقے اور اسم محمد کی اس عزت وتوقیر کے صدقے جو اس کی بارگاہ میں ہے ہمارے لئے اپنی رحمت اور ان کی ذات کو ذریعہ اجر، ذخیرہ اور پیشرو بنادے، آمین)۔

ظرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ وجھہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ وفیھم رجل اسمہ محمد لم یدخلوہ فی مشورتھم الا لم یبارک لھم فیہ. جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لئے مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من ولد لہ ثلثۃ فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل ۔جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا سمّیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس والاتقبحوا لہ وجھا. جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

بزار مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا سمیتم محمدا فلاتضربوہ ولاتحرموہ۔ جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔

فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی: من اراد ان یکون حمل زوجته ذکرا فلیضع یده علی بطنها ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا فانه یکون ذکرا۔ جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ما کان فی اھل بیت اسم محمدا لا کثرت برکته۔ جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔ (رسالہ النور والضیاء فی احکام فی الاسماء۔ فتاوی رضویہ جلد ۲۴، کتاب الحظر والاباحۃ)

35/ے	نَبِیُّنَـا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلا اَحَدٌ		اَبَـرَّ فِـی قَـوْلِ لا مِنْـهُ وَلا نَـعَـمِ

ترجمہ : ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (شریعت کے احکام کے بتملیک الٰہی مالک ہیں) جو چاہیں حکم دے دیں جس چیز سے چاہیں منع کر دیں اور کوئی شخص ہاں اور نہیں کہنے میں ان سے زیادہ سچا نہیں۔

امر و ناہی کے پیمبر ہیں نہیں اُن کا جواب ہیں نہایت صاف گو وہ قول "لا" ہو یا "نَعَم"

تشریح : اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے احکام کے بتملیک الٰہی مالک (Owner) ہیں۔ اپنی مرضی سے کسی پر کوئی چیز فرض فرمادیں اور کسی کو معاف فرمادیں اور بعطائے الٰہی حلال وحرام کے مالک ومختار ہیں اس مسئلہ پر قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور کثیر احادیث دلالت کرتی ہیں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورہ احزاب) اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

یہ آیت زینب بنتِ جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ اُمیمہ بنتِ عبدالمطلب کے

حق میں نازل ہوئی، اُمیمہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ان کا پیام دیا، اس کو زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہوگئے (خزائن العرفان)

قٰتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَايُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه۔

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے (سورہ توبہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے طیبہ کے شمس الضحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو: تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی کیا ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے تین بار یہی سوال کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے (مشکواۃ) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک موخر کر دیتا (ابن ماجہ)

نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: الٰہی! بیشک ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تو نے ان کی زبان پر مکہ معظّمہ کو حرام کیا! اللھم وانا عبدک ونبیک وانی احرم مابین لابتیھا۔ الٰہی! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں میں مدینہ طیبہ کی دونوں حدوں کے اندر ساری زمین کو حرم بنا تا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ودعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے: خصوصیة له لاتکون لغیره اذ کان له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابوبردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔

حدیث صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعت زنان کی آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لا یعصینك فی معروف اور مردے پر بَین کر کے رونا چیخنا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی: یارسول اللّٰہ الا آل فلان فانهم كانوا اسعدونی فی الجاهلية فلابدلی من ان اسعدهم ۔یارسول اللہ ! فلاں گھر والوں کو استثنا فرما دیجئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔فقال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا آل فلان۔ سید عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا وہ مستثنٰی کر دیئے ۔(الامن والعلی)

الفاظ معنی :(نبی) بلا ہمزہ، اس کا مادہ نبو ہے جس کے معنی بلندی وارتفاع ہے اور ہمزہ کے ساتھ اس کا مادہ نبا ہے جو خبر کو کہتے ہیں (اٰمر) امر یامر امرا (ن) سے اسم فاعل، حکم دینے والا (ناھی) نَهٰی يَنْهُو نَهْوًا (ن) سے اسم فاعل، منع کرنے والا جس سے روکا جائے وہ مَنْهِی عَنْہ ہے (اَبَرّ) اسم تفضیل کا صیغہ ہے، بمعنی اصدق یعنی زیادہ سچے۔

ترکیب: "نبینا" مبتدا اور الامر والناھی اس کی خبر مفعول محذوف ہے اور "فلا احد" میں فاء جزائیہ ہے یعنی اذا كان محمد سيد الكونين ونبينا الآمر الناهی فلا احد ابر الخ .

۸/36	هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ		لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

الفاظ معنی :(ترجی) رَجَا يَرْجُوْ رَجَاء (ن) فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب امید کرنا (ہول) خوف، جمع اَہوال (مقتحم) اقتحام (افتعال) مصدر سے اسم فاعل، کسی چیز میں کرھا وجبرا جا پڑنا عربی میں کہتے ہیں اقتحم زید الامر ۔زید اس کام میں جبرًا کرھاً جا پڑا مقتحم لفظ ھول کی صفت ہے یعنی ھول مقتحم (ایسا خوف جس میں لوگ مجبوراً جا پڑیں)۔

ترکیب:" الذی ترجی شفاعته" صفتِ حبیب "لکل هول من الاهوال مقتحم" متعلق ترجی یا شفاعت ہے۔

ترجمہ : یہی وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے ہر شدت ومصیبت میں جو لوگوں پر سختی کے ساتھ آن پڑے۔

وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید ہوں گی نازل آفتیں پیش آئیں گے جب رنج وغم

تشریح: اس شعر میں حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ علیہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تذکرہ فرمارہے ہیں اس سے پتا چلا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا عقیدہ بہت پرانا ہے شفاعت کا انکار کرنے والے اب پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت شفاعت سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے۔

سُبحان اللہ! ایسے سوال سُن کر تعجب آتا ہے کہ مسلمان ومُدَّعِیانِ سُنّیّت (سنی ہونے کے دعودار) اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت، یہ بھی قُربِ قیامت کی ایک علامت ہے۔"انا للہ وانا الیہ راجعون "احادیثِ شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح نہ چھپ سکیں، بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین ان کے راوی حدیث کی ہر گونہ کتابیں صحاح، سُنن، مسانید، معاجم، جوامع، مصنفات ان سے مالامال ہیں۔اہلسنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان واطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ، خدا کا دیدار محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری، صلی اللہ علیہ وسلم وبارك وشرف ومجدو کرم۔ نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارات اوران سے پہلے چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

ا لآیات۔

آیتِ اُولی :قال اللہ تعالیٰ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں بھیجے۔(القرآن الکریم ۱۷۔۷۶)

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، مقامِ محمود کیا چیز ہے

فرمایا: ھو الشفاعۃ ۔وہ شفاعت ہے۔(جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل)

آیت ثانیہ : قال اللہ تعالی .وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی. اورقریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہوجائے گا۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالی وجھہ سے راوی جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذًا لا ارضٰی واحد من امتی فی النار .اللھم صلّ

وسلم وبارِک علیہ. یعنی جب اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے راضی کردینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا۔

معجم اوسط اور بزار مسند میں جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اشفع الامتی حتی ینادینی ربی قد ارضیت یا محمد فاقول ای ربّ قد رضیت۔ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا، اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ : قال اللہ تعالیٰ : واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت۔ اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیں۔

اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ اور شفاعت کاہے کا نام ہے؟

آیت رابعہ: قال اللہ تعالیٰ .وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا .

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اُس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا۔تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خمسہ : قال اللہ تعالیٰ: وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ. جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بدمآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

؎ حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے منکر آج ان سے التجا نہ کرے

الاحادیث:

شفاعت کُبریٰ کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصاتِ محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک، اُس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لا رکھیں گے، پیاس کی وہ شدت کہ خدا نہ دکھائے، گرمی وہ قیامت کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بچائے، بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا، یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچے ہوگا، جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں، لوگ اس میں غوطے کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے۔

لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جابجا پھریں گے، آدم و نوح، خلیل و کلیم و مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہو کر جواب صاف سنیں گے، سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں ہم اس لائق نہیں ہم سے یہ کام نہ نکلے گا، نفسی نفسی، تم اور کسی کے پاس جاؤ، یہاں تک کہ سب کے بعد حضور پُرنور خاتم النبیین، سیدّ الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اَنالھَا انالھَا "فرمائیں گے یعنی میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ)

پھر اپنے رب کریم جل جلالہ، کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے ان کا رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یامحمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطه واشفع تشفع ۔اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الانبیاء)

یہی مقامِ محمود ہوگا جہاں تمام اولین وآخرین میں حضور کی تعریف وحمد وثنا کا غُل پڑ جائے گا اور موافق ومخالف سب پر کھل جائے گا۔ بارگاہِ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں اور مالک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولیٰ کے لیے ہے کسی کے لیے نہیں والحمد للہ رب العلمین۔ اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حکمتِ کاملہ کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ پہلے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس

جائیں اور وہاں سے محروم ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تاکہ سب جان لیں کہ منصب شفاعت انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ ہے دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کا دروازہ کھول سکے والحمد للہ رب العلمین۔

یہ حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم تمام کتابوں میں مذکور اور اہلِ اسلام میں معروف و مشہور ہیں، ذکر کی حاجت نہیں کہ بہت طویل ہیں۔ شک لانے والا اگر دو حرف بھی پڑھا ہو تو مشکوۃ شریف کا اردو میں ترجمہ منگوا کر دیکھ لے یا کسی مسلمان سے کہے کہ پڑھ کر سنادے اور انہیں حدیثوں کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ شفاعت کرنے کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم بخششِ گنہگاران کے لیے بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر دفعہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی کلمات فرمائے گا اور حضور ہر مرتبہ بے شمار بندگانِ خدا کو نجات بخشیں گے۔

میں ان مشہور حدیثوں کے سوا ایک اربعین یعنی چالیس حدیثیں اور لکھتا ہوں جو گوش عوام تک کم پہنچی ہوں، جن سے مسلمانوں کا ایمان ترقی پائے، منکر کا دل آتشِ غیظ میں جل جائے۔

امام احمد بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ابن ماجہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: خُیِّرت بین الشفاعة وبين ان يدخل نصف امتى الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واكفىٰ ترونها للمتقين لا ولكنها للمذنبين الخطائين المتلوثين۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی اُمت جنت میں جائے میں نے شفاعت لی کہ وہ اتم اور زیادہ کام آنے والی ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لیے ہے؟ نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت خطا کار ہیں۔

ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شفاعتی للهالكين من اُمتى میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لیے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

حضرت ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی حضرت انس بن مالک سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شفاعتی یوم القیمۃ لاھل الکبائر من امّتی میری شفاعت میری امت میں ان کے لیے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اٰتی جھنم فاضرب بابھا فیفتح لی فادخلھا فاحمداللہ محامد ما حمدہ احد قبلی مثلھا ولا یحمداحد بعدی ثم اخرج منھا من قال لا الہ الا اللہ میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لے جاؤں گا وہاں خدا کی تعریف کروں گا، ایسی نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں نہ میرے بعد کوئی کرے، پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لوں گا جس نے خالص دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۹۔ رسالہ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (محبوبوں کے سردار کی شفاعت کے بارے میں چالیس احادیث مقدسہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا! کیا آپ قیامت کے روز میری شفاعت فرمائیں گے فرمایا: میں شفاعت کروں گا میں نے عرض کیا! میں حضور کو کہاں تلاش کروں فرمایا: تم مجھے پہلے تو پل صراط پر تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا میں نے عرض کیا اگر حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں فرمایا پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ نہ ہوں گا (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے ہے (ترمذی، ابوداود)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس رب تعالی کے پاس سے آنے والا آیا تو مجھے اختیار دیا اس کا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل فرمائے اور شفاعت کے درمیان، تو میں نے شفاعت اختیار کی، یہ شفاعت اس شخص کے لئے ہے جو کسی کو اللہ عزوجل کا شریک نہ ٹھہرائے۔ (ترمذی ابن، ماجہ)

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی انبیاء، علماء، شہید (ابن ماجہ)

کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ	میرے حضور کے لب پر "اَنَا لَهَا" ہوگا
کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہوں گے	کوئی اسیر غم ان کو پکارتا ہوگا
کسی طرف سے صدا آئی گے حضور آؤ	نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا
کسی کے پلے پہ ہوں گے وقتِ وزنِ عمل	کوئی امید سے منہ ان کا تک رہا ہوگا
ہزا جان فدا نرم نرم پاؤں سے	پکار سن کے اسیروں کی دوڑتا ہوگا
وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ	ہجوم فکر وتردد میں گھر گیا ہوگا
دعائے امت بدکار وِردِ لب ہوگی	خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا ہوگا
میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولی سے	حسن فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

9/37	دَعَا اِلَی اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ	مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ

ترجمہ : سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب بلایا پس جن لوگوں نے رسول اللہ کو مضبوط پکڑا انہوں نے ایسی رسی کو مضبوطی سے پکڑا جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

دعوتِ حق آپ نے دی اور کیا جس نے قبول اس نے ایسی ڈور تھامی جو نہ ہوگی مُنفصِم

تشریح : "حبل" رسی سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وسیلہ ہیں رب ومخلوق کے درمیان یا پھر قرآن شریف مراد ہے اور اس شعر میں تلمیح ہے قرآن کریم کی اس آیت کیطرف "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا" اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر (آل عمران)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اسی تعمیم کی وجہ سے امام بوصیری نے "دعا" کے مفعول کو حذف کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" تم فرماؤ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (ترجمہ کنز الایمان" سورہ اعراف آیت ۱۵۸) تفسیر خزائن عرفان میں ہے یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومِ رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی امت ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سرخ وسیاہ

کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔(۲) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوئی تھیں۔(۳) میرے لئے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابل تیمم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی۔(۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے (خزائن العرفان)

الفاظ معنی: (دعا) دَعَا یَدْعُو دَعْوَۃً (ن) بلانا (مستمسکون) استمساک (استفعال) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے پکڑنے والا (حبل) رسی (منفصم) منقطع، ٹوٹنے والا انفصام مصدر سے صیغہ اسم فاعل (غیر منفصم) نہ ٹوٹنے والی۔

ترکیب: "بہ" متعلقِ مستمسکون ہے اور ضمیر راجع بسوئے ذات سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔

38/10	فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِی خَلْقٍ وفِی خُلُقٍ	وَلَمْ یُدَانُوہُ فِی عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

الفاظ معنی: (فاق) فَاقَ یَفُوقُ فَوْقًا (ن) بلند ہونا، فوقیت لے جانا (خَلق) حسنِ صورت (خُلق) حسن سیرت (یدانو) دَانٰی یُدَانِی مُدَانَاۃً (مفاعلہ) فعل ماضی معروف نفی حجد بلم صیغہ جمع مذکر غائب ہم پلہ ہونا برابر ہونا۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے حسنِ صورت و حسنِ سیرت میں فائق ہیں اور گروہ انبیاء علم و کرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہیں۔

سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے خَلق میں اور خُلق میں انبیاء میں سب سے اکمل آپ کا علم و کرم

تشریح: سرکار دو عالم کا افضل الانبیاء ہونا آیات واحادیث سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے ﴿تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ﴾ اہل تفسیر فرماتے ہیں اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت ہے اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب جداگانہ ہیں بعض حضرات سے بعض افضل ہیں اگرچہ نبوت میں کوئی تفرقہ نہیں وصف نبوت میں سب شریک ہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے مختلف ہیں یہی آیت کا مضمون ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے (خزائن العرفان

پ۲۵) اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ (اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی) اہل تفسیر فرماتے ہیں اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (شرح خرپوتی ص،۸۰) اگر آپ اعتراض کریں کہ بعض نبی کو بعض پر فضیلت دینے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "لا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ" اور ایک اور حدیث میں ہے "لاتُفَضِّلُونی علی یُونُسَ ابنِ مَتّی" تو امام بوصیری کا یہ شعر اور اگلے دو شعر کیسے درست ہوں گے؟ جواباً عرض ہے کہ حدیثوں میں تاویل کی گئی ہے (۱) نبی کی فضیلت اس طرح بیان کرنا جس سے دوسرے نبی کی تنقیص ہو یہ منع ہے (۲) نبی اور رسول کے مابین فضیلت دینا کیونکہ نبوت و رسالت ایک ہی چیز ہے فضیلت کسی اور بنا پر ہے (۳) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دوسرے نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنا آپ کے سیدِ اولادِ آدم ہونے کے علم سے پہلے تھا (۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو دیگر نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنا بطور عاجزی اور خود پسندی سے بچنے کے لئے تھا (شرح خرپوتی ص،۸۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بددین بندہ شیاطین والعیاذ باللہ رب العلمین کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے آج نہ کھلا تو کل قریب ہے جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے سارے مجمع کا دولھا حضور کو بنائیں گے، انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے، موافق ومخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انہیں کی جانب بلند ہوں گے، انہیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا، انہیں کی حمد کا ڈنکا بجتا ہوگا۔ امام اجل فقیہ محدث عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اور مفسر ثعلبی پھر علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں حق عز جلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا: الجنة حرام على الانبياء حتى تدخلها وعلى الامم حتى تدخلها امتك ۔ جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک تم داخل نہ ہو اور امتوں پر حرام ہے جب تک تمھاری امت نہ جائے۔

احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدى لواء الحمد ولا فخر وما من نبى يومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائى میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا

۔اور ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور یہ فخر سے نہیں کہتا اس دن اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیر لوا ہوں گے۔

دارمی، ترمذی، ابونعیم بسند حسن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، در اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے حضور تشریف فرما ہوئے، انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے اللہ عزوجل نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرا بولا: حضرت موسیٰ سے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا: اور عیسیٰ کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کہہ چکے حضور پرنور صلوات اللہ سلامہ، علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسیٰ نجی اللہ ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔ أَلاَ وأَنَا حبيبُ اللّٰهِ ولا فَخرَ، وأنا حامِلُ لِوَاءِ الحَمْدِ يومَ القِيامةِ ولا فَخرَ، وأنا أَوَّلُ شافِعٍ وأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يومَ القِيامةِ ولا فَخرَ، وأنا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الجنّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِي فيُدْخِلُنِيها ومَعِي فُقَرَاءُ المُؤْمِنِينَ ولا فَخرَ، وأنا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ ولا فَخرَ

سن لو، اور میں اللہ عزوجل کا پیارا ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں اور میں روز قیامت لواء محمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سوا سب ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں اور میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعۃ ہوں، اور کچھ افتخار نہیں اور سب سے پہلے میں دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ اللہ عزوجل میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا، اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلے پچھلوں سے اللہ عزوجل کے حضور زیادہ عزت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔ (تجلی الیقین بانّ نبیّنا سید المرسلین) یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں۔

(فتاوی رضویہ جلد ۳۰)

11/39	وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ		غَرْفاً مِّنَ البَحْرِ او رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

ترجمہ: اور تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر (کرم) سے چلو بھر یا آپ کی بارش (جود وسخا) سے ایک گھونٹ کے طلب گار ہیں۔

انبیاء سب ملتمس ہیں تا کہ مل جائے انہیں　　ایک جرعہ بحر سے یا قطرہ از ابر کرم

تشریح : امام بوصیری اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کو سمندر اور جودوسخا کو بارش سے تشبیہ دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم وعرفان، جودوعطا کا سمندر ہیں اور انبیاء کرام ان سے علم وعرفان، جودوسخا کے ایک گھونٹ یا ایک چلو کے ملتجی ہیں۔

نوٹ : خیال رہے کہ ادنیٰ کا اعلیٰ سے طلب کرنا سوال ودعا ہے برابر کا برابر سے طلب کرنا التماس ہے اور بڑے کا چھوٹے سے طلب کرنا امر ہے حضرت امام بوصیری نے التماس کا لفظ انبیاء کے حق کی رعایت کرتے ہوئے استعمال کیا ہے۔

الفاظ معنی : (ملتمس) التماس (افتعال) مصدر سے اسم فاعل معنی التجاء کرنے والا (غرفاً) ایک چلو پانی (رشفا) ایک گھونٹ (دیم) دیمۃ کی جمع ہے، ایسی بارش جس میں نہ گرج ہو، نہ چمک، اور وہ موسلا دھار برسے۔

ترکیب: "غرفا" مفعولِ ملتمس و "من البحر" متعلق غرفا "من الدیم" متعلق رشفا (من البحر اور من الدیم) حال یا صفت۔

12/40	وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِم		مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْمِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ

ترجمہ : انبیاء اپنی اپنی حدوں کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں (جس طرح علم کے مقابل نقطہ اور حکمت کے مقابل اعراب ہوتے ہیں (اسی طرح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل انبیاء ہیں۔

اپنے حد مرتبہ پر سب کھڑے ہیں رُوبرو　　جیسے نقطہ لفظ میں اعراب لفظوں میں بہم

تشریح : اگرچہ کائنات کا علم لامحدود وکثیر ہے پھر بھی ان علوم کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جناب میں ایک نقطہ کی طرح ہے اور اس بحر روحانیت کے غوطہ زن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس ہر نبی ورسول وولی اپنی قابلیت واستعداد کے مطابق سرکار سے حصہ پاتے ہیں اور کوئی بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

الفاظ معنی : (واقفون) وَقَفَ یَقِفُ وَقْفًا (ض) سے اسم فاعل صیغہ جمع مذکر، کھڑا ہونا (لدیہ) ان کے

نزدیک، انکے سامنے ہ ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (عند) نزدیک، پاس (شکل) اعراب یعنی زبر، زبر، پیش (حکم) حکمت واحد حِکمۃ۔

ترکیب: "لدی" بمعنی عند ہے اوراس کی ضمیر راجع بسوئے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہے "لدیہ" حال ہے واقفون کی ضمیر سے محذوف عبارت کے متعلق ہوکر ای کائنین لدیہ "حدھم "ھم ضمیر کا مرجع حضرات الانبیاء علیہم السلام ہیں "من نقطۃ العلم" حدھم سے حال ہے یا اس کی صفت ہے ای کائنا او الکائن منھا "عند" متعلق واقفون۔

۱۳/41	فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ		ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باطنی اور ظاہری کمالات سے مُتّصِف ہے (اسی لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالقِ کائنات نے اپنا محبوب بنایا ہے۔

صورت وسیرت میں ہیں سرکار عالی مرتبت   اس لئے ان کو کیا حق نے حبیبِ محترم

تشریح: جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خَلق وخُلق میں سب سے افضل اشرف واکمل ہیں اور جمیع کمالات ظاہری وباطنی کے جامع تو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ آپ فضائل ظاہری وباطنی میں بھی مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں اور سب سے بڑا منصب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا۔

الفاظ معنی: (تم) تَمَّ یَتِمُّ تَمَامًا (ض) پورا ہونا، مکمل ہونا (معنی) حالت باطنی (صورۃ) حالت ظاہری (اصطفٰی) اِصْطَفٰی یَصْطَفِی اِصْطِفَاءً (افتعال) اختیار کرنا، منتخب کرنا۔ اس کا فاعل باری النسم ہے (باری) خالق (نسم) نَسَمَۃ کی جمع بمعنی نفس یا انسان۔

۱۴/42	مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ		فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

ترجمہ: (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خوبیوں میں شریک (کے وجود سے) پاک ہیں (یعنی خوبیوں میں آپ لاثانی ہیں) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جوہرِ حسن ناقابل تقسیم ہے۔

کوئی عالم میں نہیں ان کا مَحاسِن میں شریک   حُسن میں جوہر ہے یکتا جو نہ ہوگا مُنقسِم

تشریح: حسن تیرا سا نہ دیکھا　　کہہ گئے اگلے زمانے والے

ذات اقدس اس سے منزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں میں بالذات کوئی شریک ہو بلکہ تمام محاسن (Beauty) میں آپ مستقل ہیں اور دیگر انبیاء کی خوبیاں اور محاسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کا ظل (Shadow) ہے۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے　　سبھی ہم نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا　　تجھے یک نے یک بنایا

حضرت انس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ قوم میں درمیانہ قد تھے نہ بہت دراز اور نہ پست قد چمکدار رنگت اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف آپ کے آدھے کانوں تک تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔ (بخاری ومسلم شریف)

حضرت براء سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے زلفوں والا سرخ جوڑا پہنے کوئی ایسا حسین نہ دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین ہو آپ کے بال آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے دو کندھوں کے درمیان فاصلہ والے۔ نہ تو دراز قد تھے نہ پستہ قد (مسلم شریف) حضرت انس فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چمکدار رنگت والے تھے آپ کا پسینہ (Sweat) گویا موتی تھا جب چلتے تو طاقت سے چلتے تھے اور میں نے موٹا وباریک ریشم (Silk) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے زیادہ نرم نہ چھوا اور نہ مشک وعنبر سونگھا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (بخاری ومسلم شریف)

ام سلیم (سرکار کی رضائی پھوپھی) سے روایت ہے کہ صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے تو ان کے ہاں قیلولہ کرتے تھے وہ حضور کے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام کرتے تھے حضور کو بہت پسینہ آتا تھا تو وہ حضور کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ بولیں حضور کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں یہ بہترین خوشبو ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عبیدہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے جناب ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے کہا مجھے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم کا حلیہ شریف سنایئے وہ بولیں اے میرے بچے اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو چمکتا ہوا سورج دیکھتے (داری شریف)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا تو میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا کبھی چاند کو آپ سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے میری نظر میں مدینے والے سلطان صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین تھے (ترمذی شریف) روایت ہے حضرت ابن عباس سے ثنیہ دانتوں میں کھڑکی والے تھے جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے ثنیہ دانتوں کے درمیان نور سا نکلتا۔ (داری شریف) (بحوالہ مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷، باب اسماء النبی وصفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم)

الفاظ معنی: منزہ: (تفعیل) سے اسم مفعول صیغہ واحد مذکر، پاک (مَحاسن) حسن کی جمع ہے خوبی، ہ ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (جوھر) کسی چیز کی اصل، حقیقت فلاسفہ کی اصطلاح میں جوہر وہ ہے جو منقسم نہ ہو سکے (غیر منقسم) غیر تقسیم شدہ۔

ترکیب: "منزہ" محذوف مبتدا کی خبر ہے "فی المحاسن" متعلق شریک "فیہ" ظرف مستقر وصفتِ حسن یا خبر یا حال ہے حسن سے "غیر منقسم" خبر۔

15/43	دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِىْ نَبِيِّهِمِ		وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

ترجمہ: تم ان باتوں کو چھوڑ دو جن کا عیسائیوں نے اپنے نبی (حضرت عیسیٰ) کے بارے میں دعویٰ کیا ہے اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو چاہو یقین کے ساتھ کہو۔

جو نصاری نے کہا عیسیٰ کے حق میں تو نہ کہہ　　جس قدر ممکن ہو کر مدحِ نبی محترم

تشریح: یعنی جس طرح عیسائیوں نے اپنے نبی کو اللہ کا بیٹا بنالیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی باتیں نہ کہو الوہیت کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثناء میں جو چاہو یقین سے کہو۔ نصاری یا ناصر بمعنی مددگار کی جمع ہے چونکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ" ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اس لئے ان کو نصاری کہا گیا یا چونکہ یہ لوگ شام کی ایک بستی ناصرہ یا نصوریہ کے رہنے والے تھے اس لئے نصاری کہلائے۔ بعض نے فرمایا نصاری نصران کی جمع ہے جیسے ندمان کی جمع ندامی (تفسیر نعیمی ج ۶، ص ۲۸۸) اور "نبیھم"

سے مراد حضرت عیسی روح اللہ علیہ السلام ہیں عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے ان فرقوں (Sects) میں تین بڑے فرقے ملکائیہ، نسطوریہ اور یعقوبیہ ہیں (شرح خرپوتی ص،۸۷) اور "ادعتہ النصاری" سے مراد ان کے کفریہ وشرکیہ عقائد ہیں تفسیر نعیمی میں اس آیت "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا۔ کے تحت لکھتے ہیں خیال رہے کہ تثلیث کے عقیدے والے عیسائیوں کے پھر چار فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ الہ مستقل تین ہیں دوسرا فرقہ کہتا ہے ہے کہ الہ ان تین کا مجموعہ ہے یعنی الہ ہے تو ایک مگر اس کے جز چار ہیں تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ ذات الہ ایک ہے دو اس کی صفتیں ہیں ان کا مجموعہ ایک خدا ہے چوتھا فرقہ کہتا ہے کہ ذات دو ہیں اور ایک صفت۔ ان کا مجموعہ ایک الہ ہے پھر ان کا آپس میں یہ اختلاف ہے کہ وہ تین کون ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ تین اللہ عزوجل، عیسی علیہ السلام اور مریم ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ تین اللہ عزوجل، عیسی علیہ السلام اور روح القدس یعنی باپ بیٹا روح القدس وہ کہتے ہیں کہ جو ہر ایک ہے اور اقنوم تین جیسے سورج ایک ہے مگر اس کی ٹکیہ، شعائیں، گرمی یہ تین ہیں باپ سے مراد ذات، عیسی کلمہ اور روح حیاۃ۔

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ اس طرح کے کفریہ کلمات سرکار کی شان میں کہنے کی قطعاً اجازت نہیں اس کے علاوہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں جو چاہے کہہ اور یقین سے کہہ، زندگی ختم ہو سکتی ہے مصطفیٰ جان رحمت کی تعریف وثنا ختم نہیں ہو سکتی۔

زندگیاں ختم ہوئی اور قلم ٹوٹ گئے
تیری اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

الفاظ معنی: (دع) وَدَعَ يَدَعُ وَدْعًا (ف) سے فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، چھوڑ دینا (ما) موصول بمعنی جو کچھ (ادعت) اِدَّعٰى يَدَّعِيْ اِدِّعَاءً دعوی کرنا (نصاری) حضرت عیسی علیہ السلام کی امت، واحد نصران، عیسائی (احکم) باب نصر، فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، حکم لگانا (احتکم) احتکام (افتعال) مصدر سے فعل امر بمعنی حکم لگانا، فیصلہ کرنا، یقین کرنا۔

16/44	فَانْسُبْ اِلیٰ ذَاتِہٖ ماشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ	وَانْسُبْ اِلیٰ قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

ترجمہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف جس شرف کو چاہو منسوب کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی جانب جس بڑائی کو چاہو منسوب کرو۔

جو شرف ہو ذاتِ اقدس کی طرف منسوب کر　　جتنی عظمت چاہیے کر شان والا میں رقم

تشریح: یعنی صفاتِ الوہیت کے سوا جس شرف اور جس عظمت کو چاہو آپ کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرو۔

الفاظ معنی : (انسب) باب نصر، تو منسوب کر (ذاتہ) میں ہ ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (قدر) مرتبہ، درجہ (شئت) شَاءَ یَشَاءُ (س) چاہنا

17/45	فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لیس لہ	حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

ترجمہ : بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں جسے کوئی بولنے والا بیان کر سکے۔

تشریح : یہ شعر ماقبل شعر کی علت و وضاحت ہے یعنی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرف و بزرگی کے جس مرتبے کو چاہو منسوب کرو۔

حد نہیں ہے کوئی حضرت کے کمال و فضل کی　　ہو بیاں کس منہ سے توصیفِ شہ خیر الامم

الفاظ معنی : (یعرب) فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ہے، مصدر اس کا اعراب بمعنی وضاحت و بیان کرنا (ناطق) نطق سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ہے بولنے والا (فم) مُنہ۔

ترکیب : "فیعرب" میں فانفی والے جملے (لیس لی حد) کا جواب ہے "عنہ" متعلق یعرب "بفم" میں با استعانت کا ہے اور متعلقِ ناطق اور فم کا تذکرہ "ذِکْرُ الْمَحَلِّ وارَادَۃُ الْحَالِ" کے قبیل سے ہے۔

18/46	لَوْنَاسَبَتْ قَدْرَہٗ آیَاتُہٗ عِظَمًا	اَحْیَیَ اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمٖ

ترجمہ : اگر عظمت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ کے ہم مرتبہ ہوتیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پکارا جاتا بوسیدہ ہڈیاں زندہ ہو جاتی۔

ان کی عظمت کے برابر معجزے ہوتے اگر ہوتے زندہ نام سے سب اِستخوانِ رَمِم

تشریح : اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ سے صادر ہونے والے معجزوں کے درمیان فرق کو بیان کیا گیا ہے بایں معنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس طرح کی روایت ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں مردوں کو زندہ فرمایا ہے چناچہ دلائل النبوۃ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک انصاری نوجوان کا انتقال ہوا تو اس کی ضعیف ماں کو اس کی خبر دی گئی تو اس نے کہا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری اور تیرے محبوب کی رضا کی خاطر ہجرت کی اس امید پر کہ تو ہر مصیبت کو مجھ سے دور کرے گا پس یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال تجھے نبی پاک کی حرمت کا واسطہ اس دعا کے بعد اس کا لڑکا جی اٹھا (شرح خرپوتی ص،۹۲) روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور ایک بکری ذبح کی تھوڑی دیر بعد ان کے بڑے صاحبزادے نے اپنے چھوٹے بھائی سے دریافت کیا ابو نے بکری کیسے ذبح کی؟ چھوٹے بھائی نے کہا آیئے میں آپ کو دکھاتا ہوں پس چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کے ہاتھ پاؤں باندھے اور چھری لی اور بڑے بھائی کی گردن پر چلادی۔ بڑا بھائی تڑپنے لگا جب چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو خون میں لت پت دیکھا تو گھبرا گیا اور خود کو چھت سے گرادیا یوں دونوں بچوں کا انتقال ہوگیا چونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تھی لھذا اماں نے صبر سے کام لیا جب مدینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے تشریف لائے انہوں نے کھانا پیش کیا اسی لمحے حضرت جبریل تشریف لائے اور عرض کی اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے آپ یہ کھانا جابر کے بیٹوں کے ہمراہ تناول فرمائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا اے جابر اپنے بچوں کو بلاؤ میں کھانا ان کے ساتھ کھانا چاہتا ہوں۔ حضرت جابر نے اپنی زوجہ کے پاس جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا اظہار کیا آپ کی زوجہ نے کہا وہ دونوں گھر پر موجود نہیں حضرت جابر نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور بچے گھر پر موجود نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا حضرت جابر پھر اپنی زوجہ کے پاس گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا اظہار کیا اب مجبوراً زوجہ کو تمام واقعہ بیان کرنا پڑا حضرت جابر روتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے مبارک ہاتھ اٹھادیئے آپ کی دعا کی برکت سے حضرت جابر کے دونوں صاحبزادے زندہ ہوگئے۔ (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی : (ناسبت) مناسبۃ (مفاعلہ) سے واحد مؤنث غائب، مناسب ہونا (اٰیاتہ) نشانیاں واحد آیت، ہ ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آیات ناسبت کا فاعل ہے (عظما) عظمت، بڑائی (احی) باب افعال سے صیغہ واحد مذکر غائب، زندہ کرنا اسمہ فاعل (حین) جب (یدعی) دعا یدعو سے فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب، پکارنا (دارس) درس بمعنی مٹنا سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر مٹ جانے والا (الرم) رمۃ کی جمع بمعنی بوسیدہ ہڈیاں۔

ترکیب : "قدرہ" مفعولِ ناسبت "آیۃ" فاعلِ ناسبت "عظما" تمییز ناسبت بمعنی عظمت جملہ "احی" جوابِ لو "اسمہ" فاعلِ احی "دارس الرمم" مفعولِ احی، الدارس کی اضافت رمم "اِضَافَةُ الصِّفَةِ الی المَوْصُوْفِ" ہے یعنی الرمم الدارسۃ۔

19/47	لَمْ یَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْیَ الْعُقُوْلُ بِهِ		حِرْصاً عَلَیْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

ترجمہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری ہدایت کی خواہش کے پیشِ نظر ایسی باتوں کی آزمائشوں میں ہمیں مبتلا نہ کیا جن سے عقل عاجز ہوجاتی ہے اس لیے ہم نے نہ تو شک کیا اور نہ حیرت زدہ ہوئے۔

باز رکھا امتحاں سے جس سے عاجز ہو سمجھ مہربانی کی نہ بچتے یوں گماں وشک سے ہم

تشریح : یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات عقل کے مطابق ہیں اور مُحَیِّرُ الْعُقُوْل امور سے پاک ہیں اس لیے آپ کے امتی شک وحیرت میں مبتلا نہیں ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح کی تکلیف شاقّہ میں نہیں ڈالا جس طرح کی مشقت کا سامنا پچھلی امتوں کو کرنا پڑا شیخ الاسلام علامہ غلام رسول سعیدی تحریر فرماتے ہیں کہ سابقہ امتوں پر بہت سخت اور دشوار احکام تھے ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں زکوۃ میں چوتھائی مال ادا کرنا فرض تھا، نجس کپڑا کاٹے بغیر پاک نہ ہوتا تھا، مال غنیمت حلال نہیں تھا مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، تیمّم کی سہولت نہ تھی، قربانی کو کھانے کی اجازت نہ تھی، اونٹ کا گوشت حرام تھا، چربی حرام تھی، ہفتہ کے دن شکار کی اجازت نہ تھی، کوئی گناہ کرتے تو فوراً دنیا میں اس کی سزا مل جاتی، قصاص میں قتل کرنا لازم تھا، شرک کی توبہ قتل کرنا تھی جس عضو سے

گناہ ہوتا تھا اسے کاٹ دیا جاتا تھا، دیت کی سہولت نہ تھی، بعض گناہوں کی سزا میں ان کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا تھا (تبیان القرآن ج ا،ص ۱۰۸۱)

الفاظ معنی : (لم یمتحنا) باب تفعیل، امتحان لینا، آزمائش میں مبتلا کرنا، فاعل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (تعی) عاجز ہونا، فاعل عقول ہے جو عقل کی جمع ہے (حرصا) حرص مصدر ہے نصر و سمع سے (لم نرتب) ارتیاب بمعنی شک سے فعل مضارع نفی حجد بلم صیغہ جمع متکلم، ہم نے شک نہ کیا۔ (لم نهم) وَهَمَ يَهِمُ (ض) سے فعل مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع متکلم، متحیر ہونا۔

ترکیب : "به" متعلق تعی اور ضمیر راجع ہے ماموصولہ کی طرف "حرصا" مفعول لہ یا حال ای ذا حرص "علی" تعلق حرص "نرتب" عطف ہے لم یمتحنا پر اس کے نتیجے کے طور پر۔

20/48	اَعَیَ الْوَرٰی فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيس يُرٰی		لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَيْرُ مُنْفَحِم

ترجمہ : مخلوق عاجز ہوگئی آپ کی حقیقت سمجھنے سے پس نہیں دیکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ادراک میں قریب و دور والے کو مگر عاجز و ساکت۔

سِرّ باطن کی حقیقت نے کیا خلقت کو دنگ　　دور سے نزدیک سے بس فہم بھی ہے منفحم

تشریح : یعنی جو آپ کے قریب ہیں وہ بھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِدراک سے قاصر ہیں جس طرح دور والے عاجز ہیں تذکرۃ القرطبی میں ہے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن، صحابہ کرام پر کما حقہ ظاہر نہ ہوا وگرنہ صحابہ کرام کی آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ پاتیں۔

الفاظ معنی : (اعییٰ) اَعْیٰ یُعْیِی اِعْیَاء عاجز کرنا (الورٰی) مخلوق (معناہ) ان کے کمالات، ہ ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یرٰی) رَای یَرَای سے فعل مجهول دیکھنا (غیر) بجز، سوی (مُنْفَحِم) انفحام سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ادراک ماہیت اور کشفِ حقیقت سے عاجز و ساکت ہو جانے والا۔

ترکیب : "الوری" مفعولِ اعی "فهم معناه" فاعلِ اعی۔

۲۱/49	كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ		صَغِيْرَةً وَتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمٍ

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات) سورج کے مانند ہیں جو دور سے چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور نزدیک سے آنکھوں کو تھکا دیتا ہے۔

وہ ہیں مثلِ شمس جو ظاہر ہو چھوٹا دور سے　　　اور آنکھیں قُرب سے ہوتی ہیں خیرہ ایک دم

تشریح: حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ علیہ اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وکمالات کو سورج سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وکمالات سورج کی مانند ہیں دور سے دیکھوتو چھوٹا معلوم ہوتا ہے (جب کہ وہ ہماری زمین سے ایک سوساٹھ گنا زیادہ بڑا ہے) قریب سے دیکھوتو انتہائی بڑا دکھائی دیتا ہے ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وکمالات ہیں کہ اگر سرسری طور پر دیکھیں تو وہ افرادِ بشر کے ایک فرد نظر آتے ہیں اور اگر ان کے ذات کی خوبی وحقیقت میں غور وخوص کریں تو عاجز وحیران ہو جائیں۔ خیال رہے یہ اور اس طرح کی دیگر تشبیہات محض تقریب فہم یعنی سمجھانے کے لئے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ان تشبیہات سے اعلیٰ وارفع ہے۔

الفاظ معنی: (تظهر) باب فتح، دکھائی دینا، ظاہر ہونا اس کا فاعل الشّمس ہے جو کہ مؤنث سماعی ہے (تکل) باب افعال، تھکا دینا (الطرف) آنکھ، نگاہ۔

ترکیب: (کالشمس) ھو مبتدا محذوف کی خبر (للعینین) متعلقِ تظھر اور الالف واللام استغراقی ای لکل عین سواء کانت عین الاولیاء اوالاصفیاء "من" بھی متعلق تظھر (صغیرة) حال ہے فاعلِ تظھر سے (من امم) متعلقِ تکل یا حال۔

۲۲/50	وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنيا حَقِيْقَتَهُ		قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا اِدراک ایک ایسی قوم کیسے کر سکتی ہے؟ جو سو رہی ہو اور جس نے عالم خواب میں آپ کی حقیقت کو دیکھا ہو۔

اہل دنیا کس طرح ان کی حقیقت پا سکے　　　خوابِ غفلت میں ہیں گویا قوم خوابیدہ ہیں ہم

کی حقیقت کو سمجھنا انسان کے

تشریح: یہ شعر بھی پچھلے شعروں کا تسلسل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بس کی بات نہیں اہلِ دنیا کو آپ کی ذات کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ انہوں نے آپ کو گویا یوں جانا ہے جیسے کوئی خواب میں کسی کو جان لیتا ہے۔ اور یقیناً خواب میں کسی کو دیکھنے والا صحیح معنوں میں اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔

الفاظ معنی: (یدرک) باب افعال، جاننا (نیام) نائم کی جمع اور قوم کی صفت ہے معنی سوئے ہوئے (تسلوا) تَسَلّٰی یَتَسَلّٰی تَسَلّی (تفعیل) سے صیغہ جمع مذکر غائب، قناعت کرنا (حلم) خواب۔

ترکیب: (حقیقتہ) مفعولِ یدرک (قوم) یدرک کا فاعل، موصوف (نیام) صفت اوّل (تسلوا عنه بالحلم) صفت ثانی۔ قوم اپنی صفتوں سے مل کر فاعل یدرک۔

51/۲۳	فَـمَبْلَـغُ الْعِلْـمِ فِيْـهِ اَنَّـهُ بَشَـرٌ		وَاَنَّـهُ خَيْـرُ خَلْـقِ اللّٰـهِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: آپ کی ذات کو پہچاننے میں علم کی پہنچ یہیں تک ہے کہ آپ بشر ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔

انتہائے علم کہتی ہے وہ ہیں خیر البشر　　جملہ مخلوقات میں رکھتے ہیں وہ شانِ اتم

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ادراک میں ہماری پہنچ یہیں تک ہے کہ ہم کہیں کہ (آپ) ایک نورانی بشر اور مخلوقات میں افضل ترین ہیں ان جیسا کوئی نہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری　　حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا　　خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

ارباب نظر کو کوئی ایسا نہ ملے گا　　بندے تو مل جائیں گے آقا نہ ملے گا

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانی محمد (ﷺ)　　ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

الفاظ معنی: (مبلغ) اسم ظرف، پہنچنے کی جگہ، مبلغ العلم فیہ (آپ کی ذات کو پہچاننے میں علم کی پہنچ، انتہا)

52/۲۴	وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا		فَـاِنَّـمَـا اتَّـصَلَـتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

ترجمہ: اور وہ تمام معجزے جو انبیاء کرام لے کر تشریف لائے دراصل آپ ہی کے نور کے سبب ان انبیاء (کو)

ذات) سے متصل (صادر) ہوئے۔

جو رسولانِ جلیل القدر کے تھے معجزے   آپ ہی کے نور سے پایا تھا سب نے یہ کرم

تشریح : حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیائے سابقین کے معجزات بھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ظہور پذیر ہوئے۔ کہ انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنے معجزات ظہور پذیر ہوئے سب نور محمدی کی برکت تھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف آوری کے لحاظ سے آخر ہیں مگر تخلیق کے لحاظ سے اوّل ہیں۔

تخلیق میں پہلے تھا نوران کا   آخر میں ہوا ہے ظہوران کا

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس شے کی خبر دیجیے جسے اللہ عزوجل نے سب سے پہلے پیدا فرمایا صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! اللہ عزوجل نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ زمین نہ آسمان نہ سورج نہ چاند نہ جن تھے نہ انسان (مصنف عبدالرزاق) تو چونکہ آپ کی ذات تمام انبیاء سے پہلے ہے اسی واسطے انبیاء کو جتنے معجزات عطا ہوئے نور محمدی کے صدقے عطا ہوئے۔

الفاظ معنی : (ای) ایۃ کی جمع ہے، نشانیاں یہاں مراد معجزات ہیں (رُسل) رسول کی جمع ہے (کرام) کریم کی جمع ہے معزز، شریف (اتی) اَتٰی یَاتِی اِتْیان (ض) لانا (بھا) ھا ضمیر کا مرجع ای ہے (اتصلت) باب افتعال، متصل ہونا ملنا۔

ترکیب : "کل" مبتدا اور مضاف ہے اسم نکرہ کی طرف عموم کا فائدہ دے گا "بھا" با برائے ملابست متعلق یاتی اور ضمیر راجع ہے الآی کی طرف "من نورہ" متعلقِ اتصلت اور "نورہ" کی ضمیر راجع بسوئے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام "بھم" متعلق اتصلت اور ضمیر راجع ہے رسل کی طرف۔

۲۵/53	فَاِنَّه شَمْسُ فَضْلٍ هُم كَوَاكِبُهَا		يُظْهِرْنَ اَنْوَارَ هَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضل وشرف کے آفتاب ہیں اور انبیاء اس آفتاب کے ایسے ستارے ہیں جو تاریکی میں اس آفتاب کی روشنی لوگوں کو دکھاتے ہیں۔

آفتابِ فضل ہیں وہ، سب ستارے انبیاء کرتے ہیں ظلمت میں ظاہر سب پہ انوارِ کرم

تشریح : سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فضل وکرم کے سورج ہیں اور انبیاء کرام ستارے اور ستارے سورج سے ہی روشنی لیتے ہیں لہذا لوگوں کو انبیاء کرام کے ذریعے جو رشد و ہدایت ملی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی جلوہ گری ہی تو ہے۔

خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیاء میں تارے انبیاء اور ہیں سب ماہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

الفاظ معنی : (کواکبھا) کوکب کی جمع معنی ستارہ، ھا ضمیر کا مرجع شمس ہے (یظھرن) باب افعال، ظاہر کرنا (انوارھا) نور کی جمع (ظلم) ظلمۃ کی جمع ہے بمعنی تاریکی

ترکیب : (فانہ) ہ ضمیر کا مرجع ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہے (ھم) مرجع انبیاء کرام (یظھرن) کا فاعل کواکب (انوارھا) مفعول یظھرن اور ھا ضمیر کا مرجع شمس ہے۔

٢٦/54	اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَہُ خُلُقٌ		بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

ترجمہ : کیا ہی اچھی ہے نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت ہے جسے (حُسن) سیرت نے زینت بخشی ہے یہ نبی خوبرو اور خندہ پیشانی والے ہیں۔

کیا عظیم الخلق صورت ہے مزین خُلق سے حسن صورت مشتمل ہے خندہ رُوئی سے بہم

تشریح : حضرت امام بوصیری اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین تخلیق عطا کی اور پھر اس بہترین تخلیق (صورت) کو بہترین سیرت سے مزین کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت چہرے والے مسکراتی شخصیت ہیں حدیث مشہورہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رسولِ اللہ ﷺ کانّ الشمسَ تَجْرِیْ فِی وَجْھِہٖ" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا گویا سورج آپ کے چہرے میں تیر رہا ہو اور ام عبد کا قول ہے "کَانَ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْمَلَ النّاسِ مِنْ بعیدٍ واَحْلامَھُم واَحْسَنَھُم من قریبٍ" سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے ملاحظہ کرو تو آپ لوگوں میں خوبصورت ترین ہیں اور قریب سے دیکھو تو آپ ان میں حسین ترین ہیں" اور ہمارے آقا

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی اور بشاشت سے متصف رہے حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں "مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکرانے والا نہ پایا" (شرح خرپوتی ص،۱۰۴)

الفاظ معنی: (اکرم) فعل تعجب صیغہ امر حاضر معروف فاعل مستتر راجع بسوئے لفظ جلالت "اللّٰہ" یعنی مَا أَکْرَمَ اللّٰہُ بِخَلْقِ نبیٍ (کیا خوب اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی تخلیق فرمائی) (خلق) میں باء زائدہ ہے (خلق) صورت (زان) زَانَ یَزِیْنُ زِیْنَۃً (ض) زینت دینا ہ ضمیر کا مرجع خلق ہے جو اس کا مفعول ہے۔ (خلق) سیرت یہ زان کا فاعل ہے (بشر) خندہ پیشانی (متسم) متصف، موصوف۔

ترکیب: (خُلق) فاعل زان ہے، زان پورا جملہ نبی کی صفت اول (بالحسن) متعلق مشتمل یعنی عبارت یوں ہے مشتمل بالحسن اسے مقدم حصر پیدا کرنے کے لئے کیا گیا ہے الف لام استغراق کا ہے یعنی خوبصورتی کی تمام نوع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے آپ کے سوا کسی میں نہیں (مشتمل) مجرور ہے اور یہ صفت ثانی ہے نبی کی (بالبشر) متعلق متسم یعنی" متسم بالبشر " متسم مجرور ہے اور یہ صفت ثالث ہے نبی کی۔

55/۲۷	كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ		وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تروتازگی میں شگوفہ کی طرح، بلندی میں ماہ تمام کی مانند، جود و کرم میں بحر (ذخار) کی طرح اور بلند ہمتی میں زمانہ کی طرح ہیں۔

تازگی میں ہیں وہ غنچہ اور شرف ہیں مثلِ بدر
دہر میں ہمت ہیں اور بخشش میں دریائے کرم

تشریح: حضرت امام بوصیری اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صفتوں کو چار تشبیہات کے ساتھ ایک منفرد انداز میں بیان فرما رہے ہیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ملائمت و نازکی کو کلی سے تشبیہ دی کہ جس طرح کلی نرم و نازک ہوا کرتی ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی نرم و نازک ہیں خیال رہے یہ تشبیہ مقلوب ہے یعنی الٹی تشبیہ وگرنہ کوئی شے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نرم و نازک و لطیف نہیں۔ اگر تشبیہ کو حقیقت پر رکھا جائے تو لازم آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلی سے نازکی میں کم ہوں کیونکہ تشبیہ کا قاعدہ ہے

کہ مشبہ مشبہ بہ سے صفت میں کم ہوتا ہے جیسے کہا جائے زید کاسد زید شیر کی طرح ہے اس مثال میں زید مشبہ اور اسد مشبہ بہ ہے اور ظاہر ہے کہ زید طاقت میں شیر سے کم ہے۔لھذا اس شعر کی تشبیہات، تشبیہ مقلوب کہلائے گی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی وشرف کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ شبہ بلندی ہے اور بدر یعنی چودھویں کے چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں چاند یا سورج سے تشبیہ دینے کے مقابلے میں بدر سے تشبیہ دینا زیادہ بلیغ سمجھا جاتا ہے بدر کی تشبیہ بلیغ یوں ہے کہ بدر ماہ کامل ہوتا ہے جبکہ قمر ماہ کامل نہیں ہوتا اسی طرح بدر کی روشنی میٹھی میٹھی ہوتی ہے زمین کو روشنی سے بھر دیتی ہے جبکہ سورج پر نگاہیں نہیں جم پاتی اور اس کی شعائیں آنکھوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ایسے ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ شبہ عطائے غیر محدود ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وعطا کا ذکر کثیر احادیث میں موجود ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "انا اجود بنی آدم" نیز سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند ہمتی میں زمانہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔یہ تمام تشبیہات "المشبہ اتم من المشبہ بہ" کے قبیل سے ہے۔

اس شعر میں شاعری کی ایک صنعت تنسیق الصفات کو استعمال کیا گیا ہے۔صنعت تنسیق الصفات کہتے ہیں کسی کا تذکرہ بہت سی صفات کے ساتھ کرنا۔پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔جیسے جگر مراد آبادی کا شعر ہے

تَجَاھُلُ تَغَافُل تَبَسُّم تَکَلُّم — یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہوکر

اعلی حضرت کی شاعری میں اس کی مثال جگہ بہ جگہ ملتی ہے جیسے

وہی نورِ حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب — نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل — حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

الفاظ معنی : (زھر) شگوفہ، کلی جمع اَزْھَار (ترف) تازگی (بدر) ماہ تمام (شرف) علو و بلندی (دھر) زمانہ (ھمم) ہمت کی جمع ہے۔

ترکیب : "کالزھر" ظرف مستقر مجرور اور نبی کی صفت بعد صفت ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو الزھر " ترف" متعلق تشبیہ جو کہ مستفاد ہے کاف سے " البدر" مجرور معطوف ہے مدخول الکاف پر "شرف" عطف ہے نی

ترف پر "الدھر" مجرور معطوف ہے مدخول الکاف پر۔

۲۸/56	کَأَنَّــهُ وَهُـوَ فَـرْدٌ فـي جَلالَتِهِ	فِـي عَسْـكَرٍ حِيـْنَ تَلْقَاهُ وَفِـي حَشَمِ

ترجمہ : اے مخاطب جب تو انھیں دیکھے گا تو تو دیکھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جلالت شان کے باعث عظیم الشان لشکر میں یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ آپ تنہا ہوں۔

ہیں جلال و رُعب میں سرکار عالی بے نظیر		جیسے گرد وپیش رکھتا ہے کوئی فوج وحشم

تشریح : اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت وخوبرو ہونے کو تشبیہ دی گئی ہے کہ آپ خوبرو وبہادری میں یوں منفرد ہیں گویا بڑے لشکر میں آپ اکیلے وتنہا ہوں۔

الفاظ معنی : (فرد) منفرد، یکتا، یگانہ (جلالتہ) ان کی جلالتِ شان ہ ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (تلقا) لَقِيَ يَلْقَى لِقَاء (س) ملنا، ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (حشم) حامی، حمایتی۔

۲۹/57	كَأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ	مِنْ مَعْدِنَيْ مَنْطِقٍ منه و مُبْتَسَمِ

ترجمہ : (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے یا مسکراتے ہیں تو) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اور لب دو کانیں ہیں (جن میں دندان یوں پنہاں ہیں) جیسے سیپ میں اچھوتے موتی چھپے ہوں۔

ہیں وہ دندانِ مبارک مثلِ موتی سیپ میں		مَعدن نطق و تبسم ہے وہ دہن محترم

تشریح : اس شعر میں جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک اور نورانی دندان مبارک کو سیپ میں چھپے موتی سے تشبیہ دی جارہی ہے جس طرح موتی سیپ میں صاف ستھری نکھری ہوتی ہے ایسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام صاف ستھرا ہر نقص سے پاک ہوتا۔ صدف (سیپی) سمندر کے حیوانات میں سے ایک حیوان ہے۔ یہ زیادہ تر ہند اور چین کے سمندروں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ ساون کے دنوں میں سطح سمندر پر آ کر اپنا منہ آسمان کی جانب کھولتی ہیں۔ جب بارش کا کوئی قطرہ اس میں گرے تو اس کے پیٹ میں پہنچ کر ایک قیمتی موتی بن جاتا ہے جسے

"درِّ یتیم" بھی کہا جاتا ہے۔ اگر دو قطرے گریں تو دو موتی تین گریں تو تین موتی غرض جتنے زیادہ بارش کے قطریں گریں اتنے قیمتی موتی پیدا ہوتے ہیں پھر یہ اپنا منہ بند کرلیتیں ہیں اور سمندر کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں (شرح خرپوتی ص،۱۰۸)

الفاظ معنی : (لؤلؤ) سفید موتی (مکنون) پوشیدہ، مستور (صدف) سیپ (معدنی) دو کانیں، دو معدن صیغہ تثنیہ ہے نون اضافت کی بنا پر گرگئی (منطق) نطق و گویائی کی جگہ یعنی مُنہ (مبتسم) مسکرانے کی جگہ یعنی ہونٹ۔

ترکیب : "کانما" کانّ تشبیہ کے لئے اور "ما" کافۃ العمل ہے "المکنون" لؤلو کی صفت ہے "فی صدف" مکنون کے متعلق ہے۔ منطق اور مبتسم یا مصدر اسم مکان ہے۔

58/ ۳۰	لَاطِيْبَ يَعْدِلُ تُرْباً ضَمَّ اَعْظُمَه		طُوْبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

ترجمہ : کوئی خوشبو اس مٹی کے برابر نہیں ہوسکتی، جو جسدِ مبارک کو چھو رہی ہے، مبارک ہیں اس (خاک پاک) کو سونگھنے اور چومنے والے۔

اے خوشا! خوشبوئے خاکِ تُربتِ شاہِ اُمَم ہے وہ خوش قسمت جو سونگھے اور بوسہ دے اسے

تشریح : یقیناً سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے اور یقیناً کوئی مٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے مس ہونے والی مٹی کے مساوی نہیں کیونکہ اس مٹی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم لطیف مس ہے اسی واسطے علماء فرماتے ہیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جسد مبارک سے مس ہونے والی مٹی بیت اللہ، مسجد اقصیٰ، عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی : (لا) نفی جنس (طیب) خوش بو (یعدل) مساوی ہونا باب ضرب (تربا) تُراب، مٹی (ضم) شامل ہونا، ملنا (اعظمه) عِظام بمعنی ہڈی عظم کی جمع، یہاں مراد جسد مبارک ہے ہ ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (طوبیٰ) مبارک ہو (منتشق) انتشاق سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ہے سونگھنے والا (ملتثم) التثام سے اسم فاعل صیغہ واحد مذکر ہے چومنے والا۔

ترکیب : "ضم اعظمه" صفتِ تربا "منه" متعلقِ منتشق "ملتثم" عطف ہے منتشق پر۔

چوتھی فصل

ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

1/59	اَبَانَ مَوْلِدُہٗ عَنْ طِیْبِ عُنْصُرِہٖ	یَاطِیْبَ مُبْتَدَأً مِنْہُ وَمُخْتَتَمِ

ترجمہ : آپ کی جائے ولادت نے آپ کے جسد مبارک کی خوشبو کو ظاہر کر دیا (لوگو دیکھو) حضور کی جائے ولادت و جائے مَدْفَن دونوں کیسے پاک اور خوشبودار ہیں۔

ان کی پیدائش سے ساری خوبیاں ظاہر ہوئیں پاک ان کی ابتدا اور پاک ان کا مُختتم

تشریح: یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں خوشبو لٹاتے تشریف لائے اور جب اس دنیا سے کوچ فرمایا اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میرے نور نظر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی میں نے دیکھا حسن و جمال ایسا تھا جیسے کہ چودھویں کا چاند ہے اور آپ کے جسم پاک سے ایسی خوشبو مہک رہی تھی جیسے بہترین کستوری کی ہوتی ہے (مواھب لدنیہ ج ا ص ۱۴۶)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ سے پکڑ کر آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا تو کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے وقت اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی سی خوشبو مہکتی تھی (شواہد النبوۃ ص ۱۸۷)

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تھے اور جب روح مقدسہ نے پرواز کی تو ایسی خوشبو مہکی کہ میں نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ (خصائص کبری ص ۲۷۴)

نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک ساری مخلوق سے بے مثل ہے ساری خدائی میں سے کسی کا جسم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک جیسا نہیں سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک

ساری مخلوق سے اعلیٰ، افضل، اطیب ہے یہی وجہ ہے کہ شفیع عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ہر وقت ایسی خوشبو مہکتی تھی کہ جہان کی کوئی خوشبو اس مبارک خوشبو مبارک کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے پہچان لیتے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس گلی سے گزرے ہیں۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے　　بُو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے
عرش تک پھیلی ہے تاب عارض　　کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے
گل طیبہ کی ثنا گاتے ہیں　　نخل طوبیٰ پہ چہکنے والے
جگمگا اٹھی مری گور کی خاک　　تیرے قربان چمکنے والے
مہ بے داغ کے صدقے جاؤں　　یوں دمکتے ہیں دمکنے والے
سنیو ان سے مدد مانگے جاؤ　　پڑے بکتے رہیں بکنے والے
جب گرے منہ سوئے میخانہ تھا　　ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے
عاصیو تھام لو دامن ان کا　　وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے　　کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے
کف دریائے کرم میں ہیں رضا　　پانچ فوارے چھلکنے والے

الفاظ معنی : (ابان) یُبِیْنُ اِبَانَۃ (افعال) ظاہر کرنا (مولد) زمانہ ولادت یا مکان ولادت، ولادت اسم ظرف (عنصر) اصل ہ ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (طیب) طہارۃ، نظافۃ، پاکیزگی (مبتدء) آغاز۔ ظرف زمان ومکان زمانہ یا مقامِ ولادت (مختتم) انتہاء، ظرف زمان ومکان زمانہ یا مقامِ انتہا۔

٢/60	یَوْمٌ تَفَرَّسَ فِیْهِ الْفُرْسُ اَنَّھُمْ		قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

ترجمہ : (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا) دن ایسا دن تھا کہ اہل فارس نے اپنی فراست سے جان لیا کہ وہ عذاب وعقوبت کے نزول سے ڈرائے گئے ہیں (اور اب ان کی حکومت کے زوال کا وقت آ پہنچا ہے)

اہل فارس کو ولادت کی خبر جب مل گئی　　ہوگئے دہشت زدہ اور چھا گیا رنج والم

تشریح: اس شعر میں حضرت امام بوصیری فرماتے ہیں کہ جس روز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اس روز عجیب وغریب واقعات کا رونما ہونا خاص کر سلطنت فارس میں ان کا واقع ہونا اس میں اہل فارس کے لئے نصیحت ووارننگ تھی کہ اب ان کی سلطنت کے اختتام کا وقت آپہنچا ہے اور ایک سچے دین کا آغاز ہوا چاہتا ہے اگر یہ اس سچے دین (True religion) پر ایمان نہ لائے تو ہلاکت وتباہی ان کا مقدر ہوگی۔ اس شعر میں ''یوم'' سے مراد دن کا وقت ہے مطلق وقت نہیں اگرچہ یوم کا لفظ مطلق وقت کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہاں مراد دن ہے مطلق وقت نہیں کیونکہ مشہور واصح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا کہ آپ کیوں رکھتے ہیں؟ فرمایا: ''ذلك یوم ولدت فیه'' یہ دن میری پیدائش کا دن ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''ولد علیه السلام یوم الاثنین وانزل علیه النبوة یوم الاثنین وخرج مهاجرا یوم الاثنین ودخل المدینة یوم الاثنین ووضع القبر یوم الاثنین وکذا فتح مکة یوم الاثنین ونزل علیه سورة المائدة یوم الاثنین''۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز اس دنیا میں تشریف لائے، پیر ہی کے روز آپ نے اظہار نبوت فرمایا، پیر ہی کے دن آپ نے ہجرت کی، پیر ہی کے دن آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں رکھے گئے، پیر ہی کے دن مکہ فتح ہوا، پیر ہی کے دن سورہ مائدہ آپ پر نازل ہوئی۔

فرس، فارس کی جمع ہے اس لفظ کا اطلاق اہل فارس (ایرانی) پر ہوتا ہے فارس پارس کا معرب ہے اور یہ پارس بن ناسور بن سام بن نوح کا نام ہے ان کے مشہور شہر شیراز واصفہان تھے اہل فارس کے مدح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیثیں بھی ملتی ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ان اللہ اختار من بین خلقه من العرب قریشا ومن العجم فارسا'' اللہ عزّوجل نے عرب میں قریش اور عجم میں فارس کو اپنی مخلوق میں چن لیا۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم ''لو کان الاسلام معلقا بالثریا لتناوله رجال من فارس'' اگر اسلام ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو فارس کا ایک مرد اسے لے آئے گا۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث کا مصداق سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔

الفاظ معنی : (تفرس) باب تفعّل، فراست سے جان لینا (الفرس) اہل فارس یہ تفرس کا فاعل ہے (انذروا) اِنذار (افعال) مصدر سے فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر فاعل راجع بسوئے الفرس، وہ ڈرائے گئے (حلول) نازل ہونا (بؤس) سختی، شدت، عذاب (نقم) نقمۃ کی جمع ہے بمعنی سزا عقوب۔

ترکیب: "یوم" مولد سے بدل ہے (فیہ) ضمیر کا مرجع یوم ہے (الفرس) فاعل تفرس۔

۳/61	وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَھُوَ مُنْصَدِعٌ	کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِمٖ

ترجمہ : سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت خسروئے ایران (انوشیرواں) کا ایوانِ (حکومت) پھٹ گیا (ویسے ہی) جیسے کہ خسروئے ایران (یزدجرد) کے ساتھیوں کی جمعیت (اسلامی حملوں سے) بکھر گئی۔

قصرِ کسری گر پڑا اور پارہ پارہ ہوگیا   اور پراگندہ ہوئے کسری کے ساتھی ایک دم

تشریح: اس شعر میں اس مشہور روایت کی جانب اشارہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت ایوانِ کسری کے چودہ کنگرے گر گئے تھے۔ چنانچہ منقول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن ایوان کسری میں زلزلہ آیا جس سے اس ایوان کے چودہ کنگرے ٹوٹ گئے آٹھ کنگرے باقی رہے اس میں اشارہ تھا کہ آٹھ بادشاہوں کے بعد ان کی حکومت ختم ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسری (ایران) فتح ہوا۔

الفاظ معنی : (بات) یَبِیْتُ (ض) افعال ناقصہ بوقت شب ہونا یا ہونا (ایوان) یہ فارسی کا لفظ ہے بڑا دالان دیوان خانہ یہ بات کا فاعل ہے۔ (کسری) فارسی کے لفظ خسرو کا معرب ہے ساسانی حکمران ایران کا لقب یہاں کسریٰ سے جو بادشاہ مراد ہے وہ انوشیرواں ہے (منصدع) انصداع مصدر سے اسم فاعل، شگاف اور شق ہو جانا (شمل) مجمع، جمعیت (کسرٰی) اس کسریٰ سے آخری ساسانی حکمران یزدجرد مراد ہے۔ جس کے عہدِ حکومت میں ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا (ملتئم) اکٹھا ہونے والا (غیر ملتئم) اکٹھا نہ ہونے والا منتشر ہونے والا۔

ترکیب: "وھو منصدع" واؤ حالیہ اور ضمیر راجع ہے ایوان کی طرف "کشمل" ظرف مستقر ہو کر حال یا مصدر محذوف کی صفت ای وھو منصدع انصداعا کشمل۔

4/62	وَالنَّارُ خَامِدَةُ الاَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ		عَلَيهِ وَالنَّهْرُسَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ	

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن) آتش کدوں کی آگ آہ سرد کھینچ کر ٹھنڈی ہوگئی اور دریائے فرات مارے صدمے کے اپنا منبع (چال) بھول گیا۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جو عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے حضرت امام بوصیری دلکش انداز میں اس کا تذکرہ کرتے چلے جارہے ہیں فرماتے ہیں مجوسیوں کی وہ آگ جو مسلسل ہزار سال سے جل رہی تھی اچانک بجھ گئی نیز دریائے فرات بھی آنا فانا خشک ہوگیا۔

آتش فارس نے ٹھنڈی سانس لی افسوس سے نہر بھی چشموں کو بھولی از رہِ اندوہ و غم

الفاظ معنی: (خامدۃ) باب نصر سے اسم فاعل دھیمی پڑ جانے والی (آگ) جب آگ کے شعلے ماند پڑ جائیں پر چنگاریاں نہ بجھی ہوتو کہتے ہیں خمدت النار اور جب شعلوں کے ساتھ چنگاریاں بھی بجھ جائیں تو کہتے ہیں ھمدت النار (انفاس) نفس کی جمع ہے بمعنی سانس، آگ کی لپک (اسف) افسوس (نھر) دریا یہاں دریائے فرات مراد ہے (ساھی) بہنے سے رک جانے والا (عین) آنکھ، منبع (سدم) رنج۔

ترکیب: "علیہ" متعلق اسف اور ضمیر یا تو نار کی طرف راجع ہے ایسی صورت میں ترجمہ ہوگا سرکار کی تشریف آوری کے وقت آتش پرستوں کی آگ شرمندگی وافسوس سے بجھ گئی کہ معبود برحق کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جارہی ہے یا علیہ کی ضمیر راجع ہے یوم میلاد کی طرف ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آگ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی مشتاق تھی اور اس دوری وجدائی پر افسوس کر کے بجھ گئی یا راجع ہے اہل فارس کی طرف جو اسے ایک ہزار سال سے جلائے ہوئے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے اب معنی یہ ہوگا مجوسیوں کی آگ یہ سوچ کر بجھ گئی کہ اس کے پجاری عنقریب اس سے جدا ہو جائیں گے اور اب اس کی عبادت نہیں کی جائے گی "من اسف" متعلق خامدۃ "النھر" عطف ہے النار پر اور مراد نہر ساوہ ہے فذکر المحل وارید الحال و "ساھی العین" مبتدا کی خبر ہے اعنی النھر "من سدم" متعلق الساھی۔

5/63	وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيرَتُهَا		وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيظِ حِينَ ظَمِي	

ترجمہ: اہل ساوہ کو رنج ہوا کہ ان کے دریا کا پانی خشک ہو جائے گا اور اس پر آنے والا پیاسا نامراد لوٹا دیا جائے گا

اہل ساوہ تھے پریشاں خشک چشمے دیکھ کر لوٹتے تھے گھاٹ سے غصہ میں پیاسے پُر اَلم

تشریح: اس شعر میں دریائے ساوہ کی کیفیت کو بیان کیا جارہا ہے دریائے ساوہ وہ دریا ہے جس کا پانی بہت میٹھا تھا دیگر دریاؤں کا پانی اس کی مثل نہ تھا اس دریا کے کنارے بہت سے گرجا گھر اور بازار تھے لوگ اس دریا کے قریب پوجا پاٹ کیا کرتے تھے لہذا اس دریا کا خشک ہوجانا اس کے پجاریوں کے لئے تنبیہ تھی اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا اعلان تھا۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کفر کے طریقوں کو مٹانے کے لئے تشریف لائے ہیں اور یہ مقام خاص مرکزِ کفر تھا اس لئے یہاں کا پانی خشک ہوگیا۔

الفاظ معنی: (ساء) یَسُوْءُ سَوْءً (ن) رنجیدہ کرنا (ساوہ) ہمدان کی راہ میں ایران کا ایک شہر (غاضت) غَاضَ یَغِیْضُ غَیْضًا (ض) کم ہونا خشک ہونا (بحیرہ) ندی چھوٹا دریا ھا ضمیر کا مرجع ساوہ ہے (رد) یَرُدُّ رَدًّا (ن) لوٹانا (وارد) وَرَدَ یَرِدُ (ض) سے اسم فاعل دریا پر پانی پینے کی غرض سے آنے والا (ھا) ضمیر کا مرجع بحیرہ ہے (غیظ) غصہ (ظمی) پیاسا ہونا۔

ترکیب: "ساء" اگر فعل لازم ہو تو "ساوۃ" فاعل ہوگا اگر متعدی ہو تو ساوۃ مفعول ہوگا اور فاعل ان غاضت ہوگا "بحیرتھا" فاعل غاضت اور ضمیر راجع بسوئے ساوۃ "واو" حال یا عطف "واردھا" نائب الفاعل اور ضمیر راجع ہے بحیرۃ کی طرف "بالغیظ" متعلق ردای بالغضب "حین ظمی" ظرفِ وارد یا ظرفِ رد۔

6/64	وَكَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ	حُزْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

ترجمہ: گویا کہ آگ نے پانی سے تری لی (اور بجھ گئی) اور پانی نے آگ سے چنگاری کو لیا (اور جل کر بھاپ ہوکر خشک ہوگیا)۔

پانی پانی ہوگئی تھی آگ مارے رنج کے اور پانی ہوگیا تھا آتش از سوز وغم

تشریح: گویا آگ میں رنج سے وہ نمی آگئی جو پانی کی خاصیت ہے اور یوں آتش کدہ ایران بجھ گیا اور پانی میں غم سے شعلہ زنی کی کیفیت پیدا ہوگئی جو آگ کا خاصہ ہے، اور یوں شہر ساوہ کی نہر کا پانی خشک ہوگیا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے آگ کی عبادت کی وہ قابیل تھا جب اس نے ہابیل کو قتل کیا اور اپنی بہن کو لے یمن کی طرف راہ فرار اختیار کی تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے آگ نے ہابیل کی قربانی کیوں

کھائی؟ قابیل نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔ شیطان نے کہا کیونکہ وہ آگ کی عبادت کیا کرتا تھا تو تُو بھی آگ کی عبادت کر۔ تو اس بد بخت نے شیطان کی پیروی کی اور آگ کی پوجا شروع کردی اس کی اولاد میں سے بھی بعض نے اس کی پیروی کرتے ہوئے آگ کی پوجا کی یوں یہ سلسلہ جاری ہوگیا اور قیامت تک جاری رہے گا۔

الفاظ معنی: (کان) گویا، مثل (بلل) نمی تری (ضرم) شعلوں کی لپک۔

ترکیب: "کانّ" حروف مشبہ بالفعل "بالنار" ظرف مستقر کانّ کی خبر متعلق حصل مقدر ای کانہ حصل بالنار مراد مجوسیوں کی آگ "ما" موصولہ "بالماء" متعلق مقدر ای ماحصل بالماء "من بلل" بیانِ ماموصولہ مراد بحیرہ ساوہ کا پانی "وبالماء" واو عاطفہ "الماء" عطف ہے بالنار پر "بالنار" عطف ہے بالماء پر من قبیل عطف شیئین بحرف واحد علی معمولی عامل واحد وھو کائن "من ضرم" ما کا بیان۔

وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنىً وَمِنْ كَلِمِ	وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ	65/ے

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر) جن چلا رہے تھے (کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لے آئے) اور نورِ (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) بلند ہو رہا تھا (جس کی روشنی میں شام کے محلات دکھائی دے رہے تھے) اور یوں حق امور باطنی وامور ظاہری سے ظاہر ہو رہا تھا۔

کی فُغاں جنات نے انوار بھی چمکے ادھر نورِ حق روشن ہوا الفاظ و معنی سے بہم

تشریح: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جنات خوشخبری دیتے پھر رہے تھے مواہب لدنیہ میں ہے کہ مغرب کے جن مشرق کے جنوں کو اور مشرق کے جن مغرب کے جنوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دے رہے تھے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت آسمان نے نور کی چادر اوڑلی تھی ہر طرف اجالا ہی اجالا تھا شفا شریف میں امین وصادق صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں "لما ولدتہ ﷺ خرج من رحمی نور اضاء لہ قصور الشام" میرے بیٹے کی ولادت کے وقت ایک نور چمکا جسمیں میں نے شام کے محلات دیکھ لئے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب" تحقیق اللہ عزوجل کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور ایک کتاب۔

جن ایک ناری مخلوق ہے جس میں مختلف صورت اختیار کر لینے کی صلاحیت ہے۔ جن کے لغوی معنی پوشیدہ ہونا ہے اسے جن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں کہتے ہیں جن وملائکہ کا لوگوں سے پوشیدہ رہنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے جن تو اس معنی میں کہ اس کی صورت نہایت ہی قبیح (ڈروانی) ہے اگر کوئی انسان انہیں دیکھ لے تو یا وہ مرجائے یا اس کی عقل زائل ہو جائے۔ اور ملائکہ کا پوشیدہ رہنا بھی ہم پر ایک احسان ہے بایں معنی کہ ملائکہ انتہائی حسین وجمیل ہوتے ہیں اگر کوئی ان کو ان کی ملکوتی صورت میں دیکھ لے تو اس کی عقل ہی زائل ہو جائے یا وہ مرجائے۔

کہتے ہیں جن کی تین قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم وہ ہیں جن کے بازو و پر ہیں اور یہ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں (۲) دوسری قسم کے جن سانپوں اور کتوں کی شکلوں میں ہوتے ہیں (۳) تیسری قسم کے جن خانہ بدوش ٹائپ کے ہوتے ہیں۔ انسانوں کی طرح جنوں میں بھی بہت سے مذاہب ہیں مثلاً مسلمان، یہود، عیسائی، بت پرست وغیرہ جن بھی انسانوں کی طرح مکلّف ہیں۔

الفاظ معنی : (تھتف) باب ضرب صیغہ واحد مؤنث غائب فاعل اس کا جن ہے۔ ھتف کے معنی ایسی آواز کے ہیں جس کا بولنے والا دکھائی نہ دے (انوار) نور کی جمع ہے اس سے وہ نور مراد ہے جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ظاہر ہوا اور اس کی روشنی میں شام کے محلات دکھائی دیئے (ساطعۃ) سطوع کے معنی ظہور کے ہیں ساطع اسم فاعل بمعنی ظاہر ہونا والا، بلند ہونے والا (معنی) سے وہ عجیب وغریب امور مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ظہور پذیر ہوئے (کلم) کلمۃ کی جمع ظاہری امور اس سے مراد اقوال جن وغیرہ ہیں۔

8/66	عَمُوا وَصَمُّوا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ		تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

ترجمہ : (منکرین) اندھے اور بہرے ہو گئے اس واسطے خوشخبری کے اعلانات نہ سن سکے اور خوف کی بجلی کی کوند انہیں دکھائی نہ دی۔

اندھے اور بہرے تھے سنتے کس طرح خوشخبریاں
بلکہ خوفِ برق بھی ان کو نہ تھا از رنج وغم

تشریح : یعنی کفار نے جنوں کی خبریں اور ان کی بشارتوں کو اپنے بہرے پن کی اور سرکار کی آمد کے وقت رونما ہونے والی نشانیوں کو اپنے اندھے پن کی وجہ سے نہ دیکھ سکے۔ انہیں اندھا اور بہرا ان معنوں میں کہا گیا کہ یہ حق دیکھنے اور ماننے کو تیار نہ تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے "وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ" (ترجمہ کنز الایمان) اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بہرے اور گونگے ہیں۔

اس کی تفسیر میں ہے کہ حق ماننا اور حق بولنا انہیں میسّر نہیں نیز اس شعر میں لف ونشر معکوس ہے "عموا" کا تعلق "فاعلان البشائر لم تسمع" سے ہے اور "صموا" کا تعلق "بارقة الانذار لم تشم" سے ہے اس طرح کی لف ونشر غیر مرتب کی مثال قرآن پاک میں بھی موجود ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ" پہلے اجلے چہرے والوں کا ذکر ہوا مگر تفصیل کی ابتدا کالے چہرے والوں سے ہوئی۔

الفاظ معنی : (عموا) باب سمع سے فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب اندھا ہونا (صموا) باب سمع سے فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب بہرا ہونا (بَشَائر) بشارة یا بشریٰ کی جمع بمعنی خوش خبری (بارقة) مادہ اس کا برق ہے چمکدار روشن بجلی کی کوند (انذار) باب افعال سے مصدر، ڈرانا (تشم) اس کا مادہ شیم ہے جس کے معنی ہیں دیکھنا لم تشم (نہ دیکھی گئی)۔

ترکیب : "لم تسمع" صیغہ تأنیث ہے اور ضمیر راجع ہے اعلان کی طرف یہ نہ کہا جائے کہ اعلان مذکر ہے لہذا مونث کی ضمیر لوٹا درست نہیں کیونکہ مضاف الیہ کے اعتبار سے مونث کا صیغہ لایا گیا جیسا کہ ایک شاعر کا شعر ہے ☆ وما حب الديار شغفن قلبي۔ "بارقة الانذار" اس کا عطف اعلان البشائر پر ہے

9/67	مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ		بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

ترجمہ : (کفار سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے) بعد اس کے کہ ان (منکروں) کو ان کے کاہنوں نے یہ بتا دیا تھا کہ ان کا ٹیڑھا دین (اب) باقی نہ رہے گا۔

دی خبر اقوام کے سب کاہنوں نے بعد ازاں — دین ان کے ہوگئے باطل ہوئے سب کالعدم

تشریح : یعنی اس علم کے باوجود ان منکرین نے بشارتِ الٰہی اور انذارِ سماوی کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ظہور پذیر ہوئیں نہ سنا اور نہ دیکھا اور دینِ حق کو قبول نہ کیا اور یہ ان کی ہٹ دھرمی کی علامت ہے

کیونکہ کاہنوں کوتو وہ سچا سمجھتے تھے اوران کے کاہن انہیں یہ بتا چکے تھے کہ اب تمھارا (باطل) دین ختم ہونے کواور ایک (سچے) دین کی ابتدا ہوا چاہتی ہے۔توان کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا محض عناد کی بنا پر تھا ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر حق پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں تھی جو انہیں ایمان لانے سے مانع تھی کاہن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو زمانہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور معرفت اسرار کا مدعی ہوتا ہے شق اور سطیح نام کے عرب میں کاہن تھے بعض کاہنوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے تابع جنات ہوتے ہیں جو ان کو غیب کی خبریں آکر بتاتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اور اس کے قول کی تصدیق کی وہ اس دین سے بری ہو گیا جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے (سنن ابوداد)

کاھنوں کی اقسام

امام مازری نے یہ کہا ہے کہ کاہن وہ لوگ ہیں جن کے متعلق مشرکین یہ زعم رکھتے تھے کہ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ غیب کو جان لیتے ہیں اور جو شخص علم غیب کا دعوی کرے اس کو شارح صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب قرار دیا ہے اور اس کی تصدیق سے منع فرمایا۔

قاضی عیاض بن موسی لکھتے ہیں کاہنوں کی چار قسمیں ہیں:

(۱)۔کاہن کے پاس کوئی نیک انسان ہو جو جن کا دوست ہو اور وہ جن اس کو بتائے کہ اس نے آسمان سے کون سی خبر چرا کر سنی ہے اور یہ قسم اس وقت سے باطل ہو گئی جب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔

(۲)۔جنات زمین کے اطراف میں گھوم پھر کر قریب اور بعید کے حالات کا مشاہدہ کر کے اپنے دوستوں کو اس کی خبریں پہنچا دیتے ہیں۔

(۳)۔وہ تخمین اور اندازوں سے اٹکل پچو سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں اللہ تعالی بعض لوگوں میں ایسی قوت رکھتا ہے جس سے وہ مستقبل کے امور کے متعلق قیاس اور اندازے سے باتیں بتاتے ہیں جو کبھی اتفاقا سچ نکلتی ہے اور اکثر جھوٹ ہوتی ہے۔

(۴) کاہن کی ایک قسم عراف ہے یہ وہ شخص ہے جو علامات اسباب اور مقدمات سے ان کے نتائج اور مسببات پر استدلال کر کے آئندہ کی باتیں بتاتا ہے اور امور مستقبلہ کی معرفت کا دعوی کرتا ہے یہ لوگ ستاروں اور دیگر اسباب سے استفادہ کرتے ہیں علامہ ہروی نے کہا عراف نجومی کو کہتے ہیں جو غیب جاننے کا دعوی کرتا ہے حالانکہ غیب کا علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہے۔

نجومیوں سے سوال کرنے کی ممانعت:

بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے کہ جو شخص کسی عرّاف (نجومی) کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (صحیح مسلم) جہاں تک نمازوں کے قبول نہ ہونے کا تعلق ہے تو اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نیکیاں صرف کفر سے باطل ہوتی ہیں اور یہاں نمازیں قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان نمازوں سے راضی نہیں ہوتا اور ان کا اجر زیادہ نہیں کرتا (تبیان القرآن ج ۸، ص ۱۹۲)

الفاظ معنی : (کاھن) وہ جو گزرے ہوئے حالات اور آنے والے حالات کی تک بندی کریں (معوج) ٹیڑھا، کج، گمراہ (لم یقم) باقی نہیں رہے گا دوام نہ ہوگا، فعل مضارع نفی حجد بلم صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

ترکیب :"من بعد" متعلقِ صموا یا لم تسمع یا دونوں ایک ساتھ مراد ہے علی سبیل التنازع "ما" مصدریہ "الاقوام" جمع قوم مفعول اخبر "کاھنھم" فاعل "بان دینھم" متعلقِ اخبر "المعوج" دینھم کی صفت۔

10/68	وَبَعْدَمَا عَايَنُوا فِي الاُفُقِ مِن شُهُبٍ	مُنقَضَّةٍ وَّفُقَ مافی الارضِ مِن صَنَمِ

ترجمہ : (نیز) بعد اس کے کہ ان (منکروں) نے آسمان پر (ایسے ہی) ستاروں سے شعلوں کو گرتے اور ٹوٹتے ہوئے دیکھا جیسے کہ زمین پر بتوں کو گرتے دیکھا تھا۔

بعد ازاں یوں ٹوٹتے تاروں کو دیکھا چرخ نے اور منہ کے بل گرے سب سرنگوں ہو کر صنم

تشریح : یعنی آسمان پر شہاب ثاقب اور زمین پر بتوں کے گرنے کے واقعات دیکھنے کے باوجود منکرین نے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

الفاظ معنی : (عاینوا) باب مفاعلہ معائنہ کرنا، دیکھنا (افق) آسمان کے اطراف وکنارے (شھب) شہاب کی جمع شعلہ آتش وہ شعلے جو ستاروں سے نکلتے ہیں (منقضۃ) اسم مفعول صیغہ واحد مؤنث یہ صفت ہے شھب کی شھب منقضہ (ٹوٹے ہوئے شعلے کواکب شہاب ثاقب) (وفق) موافقت، مطابق (صنم) بت۔

ترکیب : "منقضۃ" میں تینوں حالتیں درست ہیں جرّ صفتِ شھب ہونے کی وجہ سے وھوالاظہر۔ نصب حال ہونے کی بناپر اور رفع مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے "من صنم" بیانِ ما

11/69	حَتّٰى غَدَا عن طريقِ الوَحْيِ مُنْهَزِمٌ		مِنَ الشَّيَاطِيْنِ يَقْفُوا اِثْرَ مُنْهَزِمٍ

ترجمہ : (شہابِ ثاقب کی بوچھاڑ) سے شیاطین وجن وحی کے راستے سے (ایسے) بھاگے کہ ایک مفرور (شیطان) دوسرے مفرور (شیطان) کے پیچھے تھا۔

بھاگتے تھے راستے سے وحی کے شیطان یوں ایک پیچھے دوسرے کے سر پہ رکھ اپنا قدم

تشریح : یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد شہاب ثاقب کی مار کھا کر شیاطین آسمان سے ایک دوسرے کے پیچھے سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر یہ ستارے انہیں جا لگتے تو کوئی تو جل کر راکھ ہو جاتا تو کسی کا بعض جسم جل جاتا تو کسی کی عقل زائل ہو جاتی۔ شرح خرپوتی میں ہے یہ اعتراض نہ کہا جائے کہ شیطان کی تخلیق تو آگ سے ہوئی ہے تو آگ اسے کیسے جلا سکتی ہے جواباً میں عرض کروں گا کہ شیطان وجن کی تخلیق خالص آگ سے نہیں ہوئی ہے جیسے انسان کی تخلیق خالص مٹی سے نہیں ہوئی ہے۔ نیز قوی آگ بھی ضعیف آگ کو پگھلا دیتی ہے۔

الفاظ معنی : (غدا) ہونا (منھزم) انہزام مصدر سے صیغہ اسم فاعل بھاگ جانے والا (یقفوا) بمعنی اتباع، فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب پیروی کرنا، اتباع کرنا اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور مرجع منھزم ہے (اثر) عقب، پیچھے، نشانِ قدم۔

ترکیب : "منھزم" فاعلِ غدا "یقفو" حال اور ضمیر مستتر راجع بسوئے المنھزم

١٢/70	كَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ		اَوْعَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَاحَتَيْهِ رُمِىْ

الفاظ معنی : (کانھم) ھم کا مرجع شیاطین ہیں جو کانّ حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہے (ھربا) فرار، یہ حال

ہے یا تمیز ہے (ابطال) بَطَل کی جمع بمعنی شجاع وسورما اور ترکیب کلام میں کان کی خبر (ابرھۃ) یمن کے بادشاہ کا نام (عسکر) بڑا لشکر یہ ابطال پر عطف ہے (حَصٰی) حِصاۃ کی جمع ہے سنگ ریزے۔(راحۃ) ہتھیلیاں "ہٗ" ضمیر کا مرجع سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (رمی) ماری گئی فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب باب ضرب۔

ترکیب: "ابطال" خبر کانّ "فعسکر" ابطال پر عطف ہے "بالحصی" متعلق رمی "من راحتیہ" متعلق رمی

ترجمہ : گویا وہ (شیاطین) بھاگنے میں اَبرہہ کی فوج کے سورماؤں کی طرح تھے یا (ہوازن) کے اس بڑے لشکر کی طرح (بھگوڑے) تھے جسے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیوں میں سنگ ریزے اٹھا کر مارا تھا۔

تھا وہ لشکر ابرھہ کا یا پراگندہ سی فوج ‎ ‎ سنگریزے جن پہ پھینکے تھے یدِ شاہِ اُمَم

تشریح: اس شعر میں حضرت امام بوصیری آسمان کی جانب بڑھنے والے شیطانوں کے شہاب ثاقب سے بچنے کے لئے بھاگنے کی کیفیت کو دو واقعات کی روشنی میں سمجھا رہے ہیں ان میں ایک ہاتھی والوں کا قصہ ہے جب ابابیل پرندوں نے ابرہہ کی فوج پر سنگ باری کی تو وہ بوکھلاہٹ میں اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے تھے اسی طرح جنگ حنین میں جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر کنکریاں پھینکی تو مارے ڈر کے بدحواس ہو کر بھاگتے پھرتے تھے۔

اصحاب الفیل کا واقعہ:

ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے، ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا اس نے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا تھا اور چاہتا تھا کہ حج کرنے والے بجائے مکّہ مکرّمہ کے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت شاق تھی، قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ کے ڈھانے کی قَسم کھائی اور اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی تھے اور ان کا پیش رو ایک بڑا عظیم الجثّہ کوہ پیکر ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا ابرہہ نے مکّہ مکرّمہ کے قریب پہنچ کر اہلِ مکّہ کے جانور قید کر لئے ان میں دو سو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے۔ ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اور مطلب دریافت کیا آپ نے فرمایا میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اونٹ واپس کئے جائیں ابرہہ نے کہا مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ میں خانہِ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اور وہ تمہارا تمہارے باپ دادا کا معظّم ومحترم مقام ہے تم اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اپنے اونٹوں

کے لئے کہتے ہو آپ نے فرمایا میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں انہی کے لئے کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے عبد المطلب نے قریش کو حال سنایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہوں۔

چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور حضرت عبد المطلب نے دروازۂ کعبہ پر پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر آپ اپنی قوم کی طرف چلے گئے ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو تیار کیا لیکن محمود ہاتھی نہ اٹھا اور کعبہ کی طرف نہ چلا جس طرف چلاتے تھے چلتا تھا جب کعبہ کی طرف اس کا رخ کرتے تھے بیٹھ جاتا تھا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چھوٹے چھوٹے پرند، ان پر بھیجے جو چھوٹے چھوٹے سنگریزے گراتے تھے جن سے وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔ ہر ایک کے پاس تین کنکریاں تھیں دو دونوں پاؤں میں ایک منقار میں۔ جس پر وہ پرند سنگریزہ چھوڑتے وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ہاتھی میں گذر کر زمین پر پہنچتا ہر سنگریزہ پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس سنگریزہ سے ہلاک کیا گیا۔ جس روز یہ واقعہ ہوا اسی سال اس واقعہ سے پچاس روز کے بعد سیّدِ عالَم حبیبِ خدا احمّد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

سنگریزے مارنے کا واقعہ:

مسلم شریف کی حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین میں جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ اپنی سواری سے اتر پڑے اور زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کے چہروں پر پھینکی اور "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" فرمایا تو کافروں کے لشکر میں کوئی ایک انسان بھی باقی نہیں رہا جس کی دونوں آنکھیں اِسی مٹی سے نہ بھر گئی ہوں چنانچہ وہ سب اپنی اپنی آنکھیں ملتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور شکست کھا گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اموال غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات) اسی طرح ہجرت کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کافروں پر جب ایک مٹھی خاک پھینکی تو یہ مٹھی بھر مٹی تمام کافروں کے سروں پر پڑ گئی۔ (مدارج جلد۲، ص ۵۷)

نَبْذاً بِـهِ بَعْدَ تَسْبِيحٍ بِبَطْنِهِمَا	نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِن اَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ	13/71

الفاظ معنی : (نبذا) نبذ باب نصر پھینکنا سے مفعول مطلق (تسبیح) پاکی بیان کرنا (بطنهما) بطن پیٹ اورھا ضمیر کا مرجع ہے راحتیــــن (ہتھیلیاں) جو شعر سابق میں مذکور ہے (المسبح) تسبیح مصدر سے اسم فاعل ہے مراد حضرت یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا (احشاء) حشا کی جمع بمعنی آنت (ملتقم) لقمہ بنانے والا اس سے مراد وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ بنالیا تھا یہ محذوف موصوف کی صفت ہے یعنی حوت ملتقم (لقمہ بنالینے والی مچھلی)۔

ترکیب : "نبذا" مصدر منصوب ہے یا تو نبذا مقدر کے یا رمی کے تقدیری عبارت یوں ہے نبذ نبذا۔ اور ضمیر راجع الحصی کی طرف راجع ہے "بعد تسبیح" ظرفِ نبذا یا رمی "ببطنهما" متعلق تسبیح اور باء بمعنی فی ہے یا ظرف مستقر ہے تسبیح کی صفت ای کائن فی بطنهما اور تثنیہ کی ضمیر راحتین کی جانب راجع ہے۔

ترجمہ : ہتھیلیوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنے کے بعد ان کنکریوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کفار پر ایسے) پھینکا جیسے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ بنانے والی (مچھلی) نے اُگل دیا تھا۔

لے کے نام اللہ کا پھینکا جو کنکر آپ نے حضرتِ یونس کو اُگلا جیسے ماہی کا شکم

تشریح : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھنے کے بعد ان کنکریوں کو اپنے مبارک ہتھیلیوں سے کفار پر پھینکا جس سے کفار بدحواس ہو گئے ایسے ہی حضرت یونس علیہ السلام کے تسبیح پڑھتے ہی مچھلی نے آپ علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے نکالا یعنی تسبیح پڑھنے اور کفار پر پھینکنے کی دیر تھی کہ کفار بدحواس ہو گئے جیسے حضرت یونس علیہ السلام کے تسبیح پڑھنے کی دیر تھی کہ مچھلی نے انہیں اگل دیا۔

حدیث شریف میں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں بحکم الٰہی اٹھائیں تو وہ تسبیح کررہی تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو عطا فرمایا تو ان کے ہاتھ میں بھی کنکریاں تسبیح کررہی تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنکریاں حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی کو دیں تو ان کے ہاتھوں میں بھی کنکریاں تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ:

نینوٰی علاقہ موصل میں قوم یونس رہتی تھی اور کفر وشرک میں مبتلا تھی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا، آپ نے بُت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا ان کو حکم دیا ان لوگوں نے انکار کیا، حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی، آپ نے انہیں بحکمِ الٰہی نُزولِ عذاب کی خبر دی۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے، دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیئے کہ عذاب آئے گا۔ شب میں حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے صبح کو آثارِ عذاب نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ ہیبت ناک اَبر آیا اور دھواں کثیر جمع ہوا تمام شہر پر چھا گیا یہ دیکھ کر انہیں یقین ہوا کہ عذاب آنے والا ہے تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو کی اور آپ کو نہ پایا اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ مع اپنی عورتوں، بچوں اور جانوروں کے جنگل کو نکل گئے، موٹے کپڑے پہنے اور توبہ واسلام کا اظہار کیا، شوہر سے بی بی اور ماں سے بچے جدا ہو گئے اور سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ زاری شروع کی اور کہا کہ جو یونس علیہ السلام لائے اس پر ہم ایمان لائے اور توبہ صادقہ کی، جو مظالم ان سے ہوئے تھے ان کو دفع کیا، پرائے مال واپس کئے حتی کہ اگر ایک پتھر دوسرے کا کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر پتھر نکال کر دیا اور واپس کر دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں، پروردِگارِ عالم نے ان پر رحم کیا دعا قبول فرمائی، عذاب اٹھا دیا گیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نُزولِ عذاب کے بعد فرعون کا ایمان اور اس کی توبہ قبول نہ ہوئی تو قومِ یونس کی توبہ قبول فرمانے اور عذاب اٹھا دینے میں کیا حکمت ہے؟ عُلَماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ایک تو یہ کرمِ خاص تھا قومِ حضرت یونس کے ساتھ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرعون عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد ایمان لایا جب امیدِ زندگانی ہی باقی نہ رہی اور قومِ یونس (علیہ السلام) سے جب عذاب قریب ہوا تو وہ اس میں مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آئے اور اللہ قُلوب کا جاننے والا ہے، اخلاص مندوں کے صدق و اخلاص کا اس کو علم ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان۔ سورہ یونس) قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے "فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔ ترجمہ

کنز الایمان: ۔تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔ (سورہ یونس)

بہر حال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جا سکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا، مگر عذاب نہیں آیا۔تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں۔

یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥ (پ، الانبیاء:) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اُگل دیا۔اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آ گئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔(تفسیر خزائن العرفان)

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ:

نینوٰی علاقہ موصل میں قوم یونس رہتی تھی اور کفر وشرک میں مبتلا تھی۔ اللہ عزوجل نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا، آپ نے بُت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا ان کو حکم دیا ان لوگوں نے انکار کیا، حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی، آپ نے انہیں بحکمِ الٰہی نُزولِ عذاب کی خبر دی۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے، دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیئے کہ عذاب آئے گا۔ شب میں حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے صبح کو آثارِ عذاب نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ ہیبت ناک اَبر آیا اور دھواں کثیر جمع ہوا تمام شہر پر چھا گیا یہ دیکھ کر انہیں یقین ہوا کہ عذاب آنے والا ہے تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو کی اور آپ کو نہ پایا اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ مع اپنی عورتوں، بچوں اور جانوروں کے جنگل کو نکل گئے، موٹے کپڑے پہنے اور توبہ واسلام کا اظہار کیا، شوہر سے بی بی اور ماں سے بچے جدا ہو گئے اور سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ زاری شروع کی اور کہا کہ جو یونس علیہ السلام لائے اس پر ہم ایمان لائے اور توبہ صادقہ کی، جو مظالم ان سے ہوئے تھے ان کو دفع کیا، پرائے مال واپس کئے حتی کہ اگر ایک پتھر دوسرے کا کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر پتھر نکال کر دیا اور واپس کر دیا اور اللہ عزوجل سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں، پروردگارِ عالم نے ان پر رحم کیا دعا قبول فرمائی، عذاب اٹھا دیا گیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نُزولِ عذاب کے بعد فرعون کا ایمان اور اس کی توبہ قبول نہ ہوئی تو قوم یونس کی توبہ قبول فرمانے اور عذاب اٹھا دینے میں کیا حکمت ہے؟ عُلماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ایک تو یہ کرمِ خاص تھا قومِ حضرت یونس کے ساتھ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرعون عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد ایمان لایا جب امیدِ زندگانی ہی باقی نہ رہی اور قومِ یونس (علیہ السلام) سے جب عذاب قریب ہوا تو وہ اس میں مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آئے اور اللہ قلوب کا جاننے والا ہے، اخلاص مندوں کے صدق و اخلاص کا اس کو علم ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان۔ سورہ یونس) قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے "فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔ ترجمہ

کنزالایمان:۔تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔ (سورہ یونس)

بہرحال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جا سکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا،مگر عذاب نہیں آیا۔تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں۔

یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ،الانبیاء:) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ عزوجل نے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آکر آپ کو اُگل دیا۔اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔

اللہ عزوجل کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آ گئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔(تفسیر خزائن العرفان)

پانچویں فصل

مُعجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

1/72	جَاءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً		تَمْشِي اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

الفاظ معنی: (دعوت) دَعَا يَدْعُو کا مصدر ہے پکارنا، بلانا۔ ہ ضمیر کا مرجع ذات آقا صلی اللہ علیہ وسلم (اشجار) شجر کی جمع، درخت (ساجدۃ) سَجَدَ يَسْجُدُ (ن) سے اسم فاعل، سجدہ کرنے والی یہاں اس سے مطیع وفرمانبرداری مراد ہے (تمشی) مَشٰی يَمْشِي مَشْيًا (ض) سے صیغہ واحد مونث ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے الاشجار بمعنی چلنا۔ (ساق) پنڈلی، تنا (بلا قدم) پیروں کے بغیر۔

ترکیب: "الاشجار" فاعلِ جاءت "ساجدۃ" الاشجار سے حال "تمشی" جملہ مستانفہ یا حال "الیہ" متعلق تمشی اور ضمیر راجع ہے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی "علی ساق" متعلق تمشی " بلا قدم" متعلقِ تمشی یا ظرف مستقر صفتِ ساق یا حال۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر درخت مُطیعانہ اپنے تنوں کے بل بغیر پیروں کے چلتے ہوئے آئے۔

ہو کے مسجود آپ کی دعوت پہ اشجار آگئے	پیڑ سے چلتے ہوئے رکھتے نہ تھے گو وہ قدم

تشریح: اس شعر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم معجزے کی طرف اشارہ ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس اعرابی نے سوال کیا کہ کیا آپ کی نبوت پر کوئی گواہ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں یہ درخت جو میدان کے کنارے پر ہے میری نبوت کی گواہی دے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا اور وہ فوراً ہی زمین چیرتا ہوا اپنی جگہ سے چل کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوگیا اور اس نے بہ آواز بلند تین مرتبہ آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ فرمایا تو وہ درخت زمین میں چلتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی آیات اثبات نبوۃ)

فُرُوْعُهَا مِن بَدِيْعِ الْخَطِّ فِى اللَّقَمِ		كَـاَنَّـمَا سَطَّرَتْ سَطْرًالِمَا كَتَبَتْ	۲/73

ترجمہ : گویا وہ درخت ایک لکیر کھینچتے ہوئے آرہے تھے اوران کی شاخیں راستے میں انوکھے انداز میں تحریر لکھ رہے تھے۔

ان درختوں نے لکیریں خوب کھینچیں اور لکھا ڈالیوں سے اپنی وسطِ راہ میں با پیچ وخم

تشریح: سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر وہ درخت ایسی سیدھی اپنی شاخوں کے ساتھ آئے گویا کہ ایک سیدھی سطر راہ میں لکھتے ہوئے آرہے ہیں من اطاعه نجى ومن تركه غرق ۔جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کے طریقے کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔اس بیت میں ایک ہدایت بھی ہے کہ جب شجر و حجر سرکار کی پیروی میں جھکے رہتے ہیں تو مسلمان کو زیادہ سرکار کی اطاعت پر سر بہ خم رہنا چاہیے۔

الفاظ معنی : (کانما) گویا (سطرت) باب تفعیل، خط کھینچنا، سطر بنانا (فروعہا) فرع کی جمع شاخ ھا ضمیر کا مرجع اشجار ہے (بدیع) نادر، انوکھا (خط) تحریر (لقم) بیچ راستہ، وسط راہ۔

ترکیب: "کان" برائے تشبیہ "ما" کافة اى كأن الاشجار فى مجيئها "سطرت" ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے اشجار یا اس کی شاخیں "سطرا" مفعول مطلق "لما" لام برائے توقیت اور ما موصولہ "کتبت" ما موصولہ کا صلہ اور ضمیر موصول محذوف ہے ای کتبتہ یا ما مصدریہ ہے اى لكتابة الفروع "فروعها" فاعل کتبت اور ھا ضمیر راجع بسوئے اشجار "من بديع الخط" بیان لما اور بدیع کی اضافت خط کی طرف " اضافة الصفة الى موصوفها" کے قبیل سے ہے ای الخط البدیع بمعنی الخط الحسن۔

تَـقِيْـهِ حَرَّ وَطِيسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِى		مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰى سَارَ سَائِرَةً	۳/74

الفاظ معنی : (مثل) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ھی الاشجار مثل الغمامۃ (غمامۃ) یہ غمام کا واحد ہے بمعنی ابر (انّٰی) جہاں کہیں ظرف زمان (سار) یَسِیْرُ سَیْرًا (ض) چلنا (سائرۃ) چلنے والا اسم فاعل (تقیہ) وَقٰی یَقِی

وَقَـايَة (ض) بچانا ''ہ'' ضمیر کا مرجع ذات سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے غمامۃ (حر) گرمی (وطیس) تنور (ھجیر) نصف النہار (حَمِی) یَحْمٰی حَمْیًا (س) گرم ہونا ھوضمیر فاعل راجع بسوئے وطیس۔

ترجمہ : (وہ درخت یوں مُطیعانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے) جیسے بادل۔ جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے بادل آپ کو دوپہر کی گرمی کی شدت سے بچاتا تھا۔

ترکیب: ''مثل'' یا تو منصوب ہے مصدر محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے ای مجیا مثل الغمامۃ یا مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے ای ھی الاشجار کمثل الغمامۃ ''سائرۃ'' یا تو مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے ای ھی سائرۃ پس جملہ غمامہ کا بیان ہوگا یا منصوب ہوگا غمامہ سے حال ہونے کی بنا پر ''تقیہ'' جملہ حالیہ یا استنافیہ ہے اور اس کے فاعل کی ضمیر راجع بسوئے الغمامۃ اور مفعول کی ضمیر راجع بسوئے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ''حر وطیس'' مفعولِ ثانی ہے تقی لیکن حذف وایصال کے قبیل سے ای من حر وطیس ''للھجیر'' لام برائے توقیت اور یہ ظرف مستقر ہے صفتِ وطیس یا اس کے لئے ظرف۔

تشریح: اس شعر میں بھی آپ کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرمی میں بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن رہتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران "بُصریٰ "میں "بُحیریٰ" راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔

اس نے توراۃ وانجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر وحجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابر ان پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت

ہے۔اس لئے تمہارے اوران کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤاور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کرڈالیں گے۔بحیرٰی راہب کے کہنے پر ابو طالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ بحیرٰی راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دی۔(ترمذی ج باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

75/۴	اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهُ	مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

الفاظ و معنی : معجزہ شق القمر کی جانب تلمیح ہے کہ آپ نے اپنی انگلی کے ایک اشارہ سے چاند کو دوٹکڑے کردیا تھا) (نسبۃ) ایک گونہ نسبت (مبرورۃ) سچی،صادق۔

ترکیب: (بالقمر) متعلقِ اقسمت پس قمر مقسم بہ ہوگا "المنشق" صفتِ قمر "من قلبہ" متعلقِ نسبۃ قدم علیہ للحصر "من" بمعنی الباء "النسبۃ" بمعنی مشابہت یعنی ان للقمر المنشق مشابھۃ لقلب النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی الانشقاق "مبرورۃ القسم" منصوب اقسمت کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے ایسی صورت میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہوگا ای وانا مصدوق فی قسمی۔

ترجمہ : میں شق شدہ چاند کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اسے (چاند کو) آپ کے قلب (مبارک) سے ایک گونہ نسبت ہے۔

ماہِ مُنشق کی قسم کھاتا ہوں میں سچی قسم
قلب پاک مصطفٰی سے چاند کو نسبت ہے خاص

تشریح: یعنی جس طرح آپ کے اشارے سے چاند شق ہوا اسی طرح آپ کا قلب مبارک عالم طفلی میں شق کیا گیا تھا۔نیز اس شعر میں شق القمر اور شق الصدر کی جانب اشارہ ہے شق القمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزاتِ باہرہ میں سے ہے،اہلِ مکّہ نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ کی درخواست کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند شق کر کے دکھایا،چاند کے دو حصے ہو گئے اور ایک حصہ دوسرے سے جدا ہو گیا اور فرمایا کہ گواہ رہو،قریش نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادو سے ہماری نظر بند کر دی ہے،اس پر انہیں کی

جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ نظر بندی ہے تو باہر کہیں بھی کسی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں گے، اب جو قافلے آنے والے ہیں ان کی جستجو رکھو اور مسافروں سے دریافت کرو، اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند شق ہونا دیکھا گیا ہے تو بے شک معجزہ ہے چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس روز چاند کے دو حصے ہو گئے تھے، مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی اور وہ جاہلانہ طور پر جادو ہی جادو کہتے رہے، صحاح کی احادیثِ کثیرہ میں اس معجزۂ عظیمہ کا بیان ہے اور خبر اس درجۂ شہرت کو پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل وانصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان سورہ قمر پ ۲۷)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورہ "الم نشرح" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے جس کا ذکر ہو چکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور جن چیزوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پُر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔

تیسری بار غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک سینہ چاک کر کے نور وحکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدارِ الٰہی عزوجل کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

(عجائب القرآن مع غرائب القرآن)

وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ	وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ	5/76

الفاظ معنی: (ما) موصولہ جو کچھ (حوی) یَحْوِی (ض) احاطہ کرنا، شامل ہونا (غار) اس سے جبل ثور کا وہ غار مراد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق نے مکہ سے ہجرت کے وقت قیام

فرمایا تھا (خیر) بھلائی خوبی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت مراد ہے (کرم) شرف و بزرگی اس سے جناب صدیق اکبر مراد ہیں وحالیہ ہے بمعنی دراں حالیکہ (طرف) آنکھ (عم) اندھی

ترکیب: "وماحوی" خبر محذوف کا مبتدا ای ومن جملة معجزاته علیه السلام ماحوی ای جمع واحاط "فما" اسم موصول عبارت ہے ذات رسول علیہ السلام سے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "وکل" واوحالیہ ہے یا استینافیہ "الطرف" بمعنی العین اور تنوین برائے تحقیر ہے "من الکفار" حال ہے طرف یا اس کی صفت اور مراد وہ کفار ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کر رہے تھے "عنہ" متعلق عمی المؤخر قدم للوزن اور ضمیر راجع ذات نبی علیہ السلام مفرد ضمیر اس لئے لائے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل متبوع تھے "عمی" فعل ماضی ہے وھوالاظہر یا صفت ہے۔

ترجمہ: (اور میں قسم کھاتا ہوں) اس غار کی جس نے خیر وکرم والی ہستیوں کو اپنے اندر ٹھہرایا دراں حالیکہ کفار کی آنکھیں انہیں دیکھنے سے اندھی کردی گئیں تھیں۔

غار میں جو ہوگئے تھے جمع باخیر وکرم
کیا نظر آتا انہیں کفار تھے سب کورِ چشم

تشریح: یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کی قسم کھاتا ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر نے غارِ ثور میں قیام فرمایا اور کفار غار کے قریب پہنچ جانے کے باوجود آپ کو نہ دیکھ سکے واقعہ یہ ہے کہ کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانہ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال وسامان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانہ نبوت میں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جو بظاہر آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسترِ نبوت پر جانِ ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورہ یٰسٓ کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۵۷) چنانچہ ان کور بختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام "حزورہ" کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ "کعبہ" کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفارِ مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوکدار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات "غارِ ثور" پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابوبکر! کیا ہوا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے۔ اُدھر کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ظالموں نے تھوڑی دیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ گچھ کر کے چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش و جستجو میں مکہ اور اطراف و جوانب کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفارِ قریش آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مت گھبراؤ! خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر سکون و اطمینان کا ایسا سکینہ اُتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔ (المواھب اللدنیة والزرقانی باب ھجرة المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم)

6/77	فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا		وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمٖ

ترجمہ : اس غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر بغیر غضب ناک ہوئے موجود تھے اور کفار کہتے رہے کہ غار میں کوئی بھی تو نہیں ہے۔

تشریح : یہ شعر، شعر سابق کے مضمون کا تسلسل ہے چنانچہ کفار آپ کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے دہانے پر پہنچ گئے سرکار دوعالم وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صبر وشکر سے اس غار میں موجود تھے اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کفار کی نگاہوں سے پوشیدہ کردیا کفار انہیں نہ دیکھ سکے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہاں تو کوئی نہیں۔اس شعر میں اللہ عزوجل کے اس قول کی طرف اشارہ ہے "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے (ترجمہ کنز الایمان)

الفاظ معنی : (صدق) یعنی ذو الصدق (سچائی والا) مراد اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (صدیق) مبالغہ کا صیغہ مراد حضرت ابوبکر صدیق (یرما) ہٹنا (ارم) کوئی، عربی کا محاورہ ہے مافی الدار اریم وارم یعنی گھر میں کوئی متنفس نہیں ہے۔

ترکیب: "فی الغار" خبر "لم یرما" حال "و" واو حالیہ (ھم) مبتدا ضمیر کا مرجع کفار جملہ (یقولون) خبر والقول ھھنا بمعنی الحکم ای والکفار یحکمون "ماشبہ بلیس اور باء بالغار میں بمعنی فی ہے اور یہ ما کی خبر ہے "من" زائدہ "ارم" اسم ما وھو بمعنی احد یقال ما فی الدار ارم ای احد.

7/78	ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰی		خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

ترجمہ : کفار نے گمان کیا کہ اگر کوئی شخص غار میں گیا ہوتا تو مکڑی (غار کے دہانے پر) جالا نہ بنتی نہ ہی کبوتری انڈا دیتی۔

دیکھ کر انڈے کبوتر کے اُدھر مکڑی کا جال
تھا گماں کفار کو اس میں نہیں شاہِ اُمم

تشریح: یعنی کفار نے یہ خیال کر کے کہ کوئی غار میں داخل ہوتا تو ضرور کبوتر کا انڈا ٹوٹ جاتا اسی طرح مکڑی کی جال بھی ٹوٹ جاتی۔ لہذا ان کا برقرار رہنا اس بات کی علامت ہے کہ غار میں کوئی داخل نہیں ہوا اور وہ یوں ہی ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

الفاظ معنی: (ظنوا) ظَنَّ يَظُنُّ ظَنًّا صیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر اس کا فاعل مرجع کفار، گمان کرنا (حمام) حمامۃ کی جمع ہے کبوتر (عنکبوت) مکڑی (خیر البریۃ) تمام مخلوقات سے اچھے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (لم تنسج) باب نصر، بُننا۔ ھی ضمیر اس کا فاعل مرجع حمام (لم تحم) حَامَ يَحُوْمُ حَوْمًا (ن) چکر لگانا، اڑا بنایا۔

ترکیب: "علی خیر البریۃ" متعلق ہے آنے والے دو فعلوں سے علی سبیل التنازع "البریۃ" بمعنی الخلوق، الالف لام استغراق کا ہے ای جمیع المخلوقات "لم تنسج ولم تحم" اس میں لف ونشر مُشَوَّش ہے کیونکہ اول کا تعلق ثانی کے ساتھ ہے اور ثانی کا اول کے ساتھ "لم تحم" بمعنی لم تبض۔

8/79	وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عن مُضَاعَفَةٍ		مِنَ الدُّرُوْعِ وعَنْ عَالٍ مِنَ الأُطُمِ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَل کی حفاظت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوہرے حلقوں والی زرہوں اور بلند قلعوں سے مستغنی کر دیا تھا۔

کی حفاظت آپ کی ایسی خدائے پاک نے زرہ اور قلعوں سے مُسْتَغْنِی ہوئے شاہِ امم

تشریح: اللہ عَزَّوَجَل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہ واسلحے سے بے پرواہ کیا اور اس غار ہی کو آپ کے لئے قلعہ بنا دیا۔

الفاظ معنی: (وقایۃ) وَقٰی یَقِی (ض) سے مصدر ہے حفاظت کرنا، بچانا (اغنت) باب افعال، بے پروا کر دینا، مستغنی کرنا (مضاعفۃ) دوہرے حلقوں والی زرہ (دروع) زرہیں درع کی جمع، دروع مضاعفۃ دوہرے حلقوں والی زرہیں (عال) بلند (اطم) قلعہ واحد اطمۃ۔

ترکیب: "الوقایۃ" مصدر ہے اور اس کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے پوشیدہ عبارت یہ ہے "وقایۃ اللّٰہ ایاہ اعنی الرسول علیہ السلام" "اغنت" ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے الوقایۃ "من

الدروع" المضاعفة سے حال "عن عال" کا مضاعفة پر عطف ای عن مکان مرتفع وعال کی اصل عالی ہے یاء کو ضرورت شعری کی بنا پر حذف کیا گیا ہے۔

خاصیت: اس شعر کی خاصیت یہ ہے کہ جو جنگل و بیابان میں ہو اور اسے درندے کا ڈر ہو اس شعر کو سات بار یا نو بار پڑھ کر اپنے ارد گرد حصار کھینچ لے اسے درندے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے نہ وہ حصار میں داخل ہو سکیں گے اور یہ مجرب (تجربے سے ثابت شدہ) عمل ہے۔

9/80	مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيماً واسْتَجَرْتُ بِهِ		اِلَّا وَنِلْتُ جِوَاراً مِنْهُ لَمْ يُضَمِ

الفاظ معنی: (ماسامنی) ما نافیہ، سَامَ يَسُوم سَوماً (ن) تکلیف دینا۔ ن وقایہ کا اوری متکلم کی یعنی مجھے تکلیف نہ دی، مبتلا نہ کیا (دھر) زمانہ یہ سام کا فاعل ہے۔ (ضیما) ظلم، ذلت (استجرت) استیجار مصدر سے واحد متکلم میں نے پڑوس چاہا، امان طلب کی، پناہ چاہی (بہ) ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (نلت) نَالَ يَنَالُ نَيْلاً (س) پانا (جوار) قرب پڑوس (منہ) ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (لم یضم) ضیم بمعنی ظلم فعل مضارع مجہول نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب ظلم نہیں کیا جاتا ھو ضمیر اس کا فاعل راجع بسوئے جوار۔

ترکیب: "استجرت" حالیہ "بہ" باء برائے سببیت یا استعانت ہے اور ضمیر راجع ہے ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مضاف محذوف ہے ای بسبب مدحه علیه السلام اور استثناء مفرغ ہے یعنی مستثنیٰ منہ محذوف ہے ای ما ظلمنی الدھر مع انی ملابس بطلب خاص بسبب مدحه فی حال من الاحوال الا فی حال الوصول" ضیما" مفعول مطلق "لم یضم" صفتِ جوار

ترجمہ: جب بھی زمانے نے مجھے ظلم کا نشانہ بنایا میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اَمان طلب کی تو مجھے آپ کی ذات میں ایسا پڑوس مل گیا جس کے حصول کے بعد مجھے ظلم کا اندیشہ نہ رہا۔

جب زمانے نے ستایا میں نے لی ان کی پناہ　　　جب ملی ان کی مدد بس دور تھا سب رنج و غم

تشریح: میں جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی اور اس مصیبت سے نجات حاصل کر لی۔

الخاصیة: اس شعر کی خاصیت یہ ہے کہ جو سفر کا ارادہ رکھتا ہے گر وہ یہ شعر لکھ کر ایک مصرعہ گھر پر رکھ دے اور مصرعہ ثانی اپنے ہمراہ سفر میں لیتا جائے تو ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے گھر خیر و عافیت سے لوٹے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت امام بوصیری نے زمانے کی طرف ظلم کی نسبت کیسے کی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" لا تَسُبُّوا الدَّهرَ فان الدهرَ هو الله" زمانے کو برا مت دو زمانہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے ایک حدیث میں فرمایا "ولا تقولوا خيبة الدهر" زمانے کو مذموم نہ کہو ایک حدیث میں فرمایا "لا يَسُبُّ اَحَدُكُمُ الدَّهرَ" تم میں سے کوئی زمانہ کو گالی نہ دے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث "فان الدهر هو الله" میں تین تاویلات کی گئی ہیں (ا) یا تو "الدهر" سے پہلے لفظ مُدَبِّر محذوف ہے یا صاحب یا مُقَلِّب یعنی مدبر الدهر هو الله تعالى يا صاحب الدهر هو الله يا مقلب الدهر هو الله۔ (شرح خرپوتی)

10/81	ولا اُلتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِن يَدِهِ		اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيرِ مُسْتَلِمِ

ترجمہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے دونوں جہاں کی تو انگری نہیں طلب کی مگر میں نے بوسہ دیا بہترین سخاوت کو۔

دستِ اقدس سے طلب کی دین و دنیا جب کبھی   سرفرازی ہوگئی جب اُٹھ گیا دستِ کرم

تشریح: یعنی میں نے جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا و آخرت کی تونگری کی التجاء کی تو آپ نے میری التجا کو قبولیت کا شرف بخشا اور مجھ پر اپنے دستِ جود و سخا سے عطایا کی بارش کر دی۔

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی		دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا		تیرے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں

الفاظ معنی: (التمست) باب افتعال، التماس کرنا، طلب کرنا (غنی) تونگری دنیا کی امیری وسعت وکفایت کا نام ہے حدیث شریف میں ہے "ليس الغنى من كثرة العرض انما الغنى غنى القلب" امیری کثرت مال کا نام نہیں بلکہ امیری دل کی بے پرواہی (غیر ضروری چیزوں) کا نام ہے اور دنیا کی امیری صحت وسلامتی

اور دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہنا بھی ہے اور آخرت کی امیری جھنم سے نجات اور جنت میں داخل ہونا ہے (دارین) دوگھر دنیاو آخرت (استلمت) باب استفعال، چومنا، بوسہ لینا (ندی) عطاء بخشش (مستلم) استلام مصدر سے اسم مفعول بوسہ دیا گیا چوما ہوا خیر مستلم اچھا بوسہ دیا ہوا اس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔

ترکیب: "من یدہ" متعلقِ التمست ہاتھ سے مراد ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں "ذکر الجزء وارادۃ الکل" کے قبیل سے یا بمعنی احسان وانعام ہے ایسی صورت میں ید کا استعمال مجازا ہوگا "الندی" مفعولِ استلمت۔

11/82	لَاتُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهُ		قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ	

الفاظ معنی: (تنکر) باب افعال، انکار کرنا (وحی) احکام وغیرہ کہ انبیاء کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے دیئے جاتے ہیں (رؤیا) خواب ہ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (نامت) نَامَ يَنُوْمُ نوما(ن) سے صیغہ واحد مونث العینان اس کا فاعل، سونا۔

ترکیب: "ان لہ" نہی کی علت ہے اور ضمیر راجع ہے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "قلبا" اسمِ ان اور تنوین برائے تعظیم (اذا نامت) صفتِ قلب (لم ینم) ہو ضمیر فاعل راجع بسوئے قلب۔

ترجمہ: سرکار کی اس وحی کا انکار مت کر جو خواب میں آپ پر آئی کیونکہ آپ کا دل ایسا پاک ہے کہ جب آنکھیں سو جائیں تب بھی دل نہیں سوتا۔

تشریح: یعنی حالتِ خواب میں بھی آپ کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔ اسلیے رویائے صادقہ کی حیثیت بھی اس وحی کی تھی جو حالتِ بیداری میں اترتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رسول الله صلی الله علیه وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصالِحةُ فی النَّوم فكَانَ لَايَرٰی رُؤْيًا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی جو خواب بھی حضور دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی (بخاری شریف باب بدء الوحی)

نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری میں حضرت فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں انبیاء کے

خواب بھی وحی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا"رویا الانبیاء علیہم السلام وحی" انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہیں۔ سچے خواب دیکھنا، غیبی آواز سننا قوائے بشری کو غیبی باتوں سے مانوس کرنے اوران کے تحمل کی تمرین کے لئے تھا کہ جب اچانک فرشتہ آجائے تو قوائے بشری جواب نہ دے جائیں ان رویائے صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی۔

وحی کے معانی: وحی کے لغوی معنی چھ ہیں اشارہ کرنا لکھنا پیغام بھیجنا دل میں بات ڈالنا خفیہ بات کرنا ذبح میں جلدی کرنا۔ اصطلاح شرع میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

اقسام وحی: (۱) بلا واسطہ ملک بنفس نفیس اللہ عزوجل کا کلام قدیم سننا مثال شب معراج ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا (۲) انبیاء کرام کے قلوب میں معانی کا القا کیا جائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان روح الامین نفث فی روعی" جبرئیل امین میرے قلب میں القا کیا۔ (۳) قلب میں القا ہو (۴) جرس (گھنٹی) کی آواز کی صورت میں ہو (۵) فرشتہ کسی مرد کی شکل میں آکر کلام ربانی پیش کرے جیسا کہ حضرت جبریل حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے (۶) جبریل امین اپنی ملکوتی شکل میں حاضر ہوں کہ ان کے چھ سو بازوں ہوں جن سے یاقوت وموتی جھڑتے ہیں (۷) حضرت اسرافیل وحی لیکر حاضر ہوں جیسا کہ امام شعبی نے فرمایا کہ ابتدا تین سال حضرت اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ (نزہۃ القاری ج۱)

بلاغت: اس بیت میں تلمیح ہے اس حدیث شریف کی طرف "ان عینی تنامان ولا ینام قلبی" (شرح خرپوتی)

12/83	فَذَاکَ حِیْنَ بُلُوْغٍ مِنْ نُبُوَّتِہٖ		فَلَیْسَ یُنْکَرُ فِیْہِ حَالُ مُحْتَلِمٍ

ترجمہ: اوران (رویائے صادقہ کا ظہور) آپ کے (منصب) نبوت پر پہنچنے کے زمانے میں ہوا اس لیے اس میں کسی عاقل بالغ کے حال کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تشریح: یعنی رویائے صادقہ کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قریب تر ہے جب کہ آپ ذہنی طور پر کامل واکمل ہو چکے تھے اس لیے ان کی صداقت وحقانیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

الفاظ معنی: (ذاک) اسم اشارہ بعید بسوئے الوحی من رویاہ (بلوغ) مصدر باب نصر پہنچنا (محتلم) عاقل بالغ

ترکیب: "فالفاء" برائے تفصیل اور ذا اشارہ ہے رؤیا صادقہ کی طرف "فذاک" مبتدا اس کی خبر محذوف ہے ای واقع "حین" ظرفِ محذوف "فلیس" فاجزائیہ "فیہ" متعلق ینکر اور ضمیر راجع بسوئے نبوت "حال محتلم" نائب الفاعل ینکر کا۔

84/۱۳	تَبَارَكَ اللّٰهُ مَاوَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ		ولا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

الفاظ معنی: (تبارک) باب مفاعلہ، صیغہ واحد مذکر غائب مبارک ہونا "تبارک اللہ" اللہ عزوجل بابرکت ہے، اللہ عزوجل بلند و برتر ہے (ما) نافیہ (مکتسب) اکتساب مصدر سے اسم مفعول بمعنی کوشش و محنت سے حاصل کرنا (متہم) اتہام بمعنی تہمت لگانا سے اسم مفعول صیغہ واحد مذکر تہمت زدہ جسے تہمت لگائی جائے۔

ترجمہ: سبحان اللہ! وحی اپنی کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں اور نہ نبی پر غیب کی خبر بتانے میں کوئی تہمت ہے

بارک اللہ! سعی سے حاصل نہیں ہوتی ہے وحی اور نہ علم غیب پر کوئی نبی رہے مُتَّھَم

تشریح: یعنی وحی ایک نعمت موہوبہ ہے جسے انسانی جدوجہد سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور انبیاء غیب کی باتیں بتاتے ہیں، ان کی باتیں جھوٹ سے پاک وصاف ہوتی ہیں علامہ امجد علی اعظمی تحریر فرماتے ہیں۔ نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت وریاضت کے ذریعہ سے حاصل کرسکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رَزِیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزّین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کے عقل سے بدرجہا زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالتہ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم. اور جو اسے اس طرح مانے کہ آدمی اپنے کسب وریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔ (بہار شریعت)

امام بوصیری نے یہ شعر بعض کم عقلوں کے وہم کو دور کرنے کے لے لکھا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ غیب کا علم انبیاء کو

نہیں لہذا انبیاء غیب کی خبریں دے ہی نہیں سکتے۔ جب کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا "علم غیب" بھی ہے۔ اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ علم غیب ذاتی تو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو نہیں مگر اللہ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں وغیرہ کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔ یہ علم غیب عطائی کہلاتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان سورہ آل عمران پ۴)

شانِ نزول: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلقت و آفرینش سے قبل جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا کون کفر کرے گا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے براہِ استہزاء کہا کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔

عبد اللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہو کر کہا میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہوئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز آؤ گے کیا تم باز آؤ گے پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اور حضور کے علم غیب میں طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

علم غیب سے متعلق دوسری آیت۔

ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں (آل عمران پ۳)

علم غیب سے متعلق تیسری آیت۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن پ۲۹)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

علم غیب سے متعلق چوتھی آیت

وَ مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں (التکویر پ۳۰)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علم غیب سے متعلق قرآن کی آیتوں میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الف: جہاں علم غیب کو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص کیا جاوے یا اس کی بندوں سے نفی کی جاوے تو اس علم غیب سے ذاتی، دائمی، جمیع علوم غیبیہ، قدیمی مراد ہوگا۔

ب: جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جاوے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا کہ میں غیب جانتا ہوں وہاں مجازی، حادث، عطائی علم غیب مراد ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔ (پ20، النمل)

۲. عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ

اس اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (پ7، الانعام)

۳. اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ (پ21،لقمٰن)

۴. وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی (پ21،لقمٰن)

۵. وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔ (پ9،الاعراف)

ان جیسی تمام آیات میں علم غیب ذاتی یا قدیمی یا مستقل مراد ہے اس کی نفی بندوں سے کی جا رہی ہے۔

ب کی مثال یہ آیات ہیں:

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

قرآن ان پرہیزگاروں کا ہادی ہے جو غیب پر ایمان لائیں (پ1،البقرۃ)

(ظاہر ہے کہ غیب پر ایمان جان کر ہی ہوگا)

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ غیب کا جاننے والا ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا پسندیدہ رسول کے۔ (سورہ جن پ۲۹)

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

اور سکھا دیا آپ کو وہ جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ (پ5،النسآء)

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتا ہوں میں اللہ کی طرف سے وہ جو آپ نہیں جانتے (پ8،الاعراف)

وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ

اور خبر دیتا ہوں میں تمہیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔ (پ3،ال عمران)

ان جیسی تمام آیتوں میں علم غیب عطائی، غیر مستقل، حادث، عارضی مراد ہے کیونکہ یہ علم غیب بندہ کی صفت ہے جب بندہ خود غیر مستقل اور حادث ہے تو اس کی تمام صفات بھی ایسی ہی ہوں گی۔

85/۱۴	كَمْ أَبْرَأَتْ وَصَبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ		وَأَطْلَقَتْ أَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

الفاظ معنی: (کم) خبریہ ہے کتنی مرتبہ کتنی بار (ابرات) باب افعال، صیغہ واحد مونث غائب راحتہ اس کا فاعل اچھا کر دینا، شفا دینا (وصبا) مریض (لمس) چھونا (راحتہ) ان کی ہتھیلی مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اطلقت) باب افعال، صیغہ واحد مؤنث غائب راحتہ اس کا فاعل ہ ضمیر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (ادباً) محتاج (ربقۃ) گرفت، رسی کی (لمم) گناہ صغیرہ، یہاں جنون مراد ہے۔

ترکیب: "باللمس" با برائے سببیت اور متعلق ابرات "راحتہ" فاعلِ ابرات اور ضمیر راجع بسوئے ذات آقا صلی اللہ علیہ وسلم "من ربقۃ" متعلقِ اطلقت۔

ترجمہ: آپ کے دستِ مبارک نے کتنی بار (صرف) چھو کر مریضوں کو شفا دی اور جنون کی گرفت سے ضرورت مندوں کو آزاد کرایا۔

جب چھوا دستِ مبارک ہوگئی کامل شِفا   اور رہا پائی جُنوں سے اکثروں نے از کرم

تشریح: جنگِ اُحد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں ایک تیر لگا جس سے ان کی آنکھ ان کے رخسار پر بہ کر آگئی، یہ دوڑ کر حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی اپنے دست مبارک سے ان کی بہی ہوئی آنکھ کو آنکھ کے حلقہ میں رکھ کر اپنا مقدس ہاتھ اس پر پھیر دیا تو اسی وقت ان کی آنکھ اچھی ہوگئی اور یہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور روشن رہی۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری آنکھ کو تمہارے حلقہ چشم میں رکھ دوں اور وہ اچھی ہو جائے اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں اس کے بدلے پر جنت ملے گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت بلاشبہ بہت ہی بڑی نعمت ہے مگر مجھے کانا ہونا بہت برا معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ میری آنکھ اچھی کر دیجئے اور میرے لئے جنت کی دعا بھی فرما دیجئے۔ حضور رحمۃ لعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس جاں نثار پر پیار آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ

کو حلقہ چشم میں رکھ کر ہاتھ پھیر دیا تو ان کی آنکھ بھی اچھی ہوگئی اور ان کے لئے جنتی ہونے کی دعا بھی فرمادی اور یہ دونوں نعمتوں سے سرفراز ہو گئے۔ (الکلام المبین بحوالہ بیہقی شریف)

منقول ہے کہ غزوہ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوّذ بن عفراء کے ہاتھ کو کاٹ دیا تھا وہ یہ لٹکتا ہاتھ لے کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ لعاب مبارک سے جوڑ دیا وہ ہاتھ کی طرح ہوگیا اس طرح کی بے شمار واقعات ہیں۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری کے بعد بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی دستگیری کے سینکڑوں واقعات ہیں

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

حضرت قشیری رحمہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں ان کے صاحب زادے شدید بیمار ہو گئے حتی کہ موت کے قریب پہنچ گئے اور مایوسی چھا گئی۔ اسی لمحے میں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوا تو میں نے صاحب زادے کی بیماری کا حال عرض کر دیا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آیات شفاء بھول گئے؟ پس میں جاگا اور آیات شفا تلاش کی تو یہ قرآن پاک میں چھ جگہ ملی (وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ. یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ. وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ. وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ . قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّ شِفَآءٌ) میں نے اسے لکھ کر اپنے بیٹے کو پلا دیا وہ صحت یاب ہو گیا (شرح خرپوتی)

۱۵/86	وَاَحْیَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهٗ	حتی حَکَتْ غُرَّةً فی الاَعْصُرِ الدُّهُمِ

ترجمہ : اور (کتنی ہی بار) آپ کی دعا نے خشک سالوں کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ سال سیاہ زمانوں میں روشنی کے مانند ہو گئے۔

اک دعا نے آپ کی برسا دیا ابرِ کرم

خشک سالی کی سفیدی ہوگئی کافور سب

تشریح: یعنی کئی بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط سالی ختم ہوئی باران رحمت برسی چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عرب میں نہایت ہی سخت قسم کا قحط پڑا ہوا تھا اس وقت

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے منبر پر چڑھے تو ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر فریاد کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بارش نہ ہونے سے جانور ہلاک اور بال بچے بھوک سے تباہ ہو رہے ہیں لٰہذا آپ دعا فرمایئے۔ اس وقت آسمان میں کہیں بدلی کا نام ونشان نہیں تھا مگر جوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھایا ہر طرف سے پہاڑوں کی طرح بادل آ کر چھا گئے اور ابھی آپ منبر پر سے اترے بھی نہ تھے کہ بارش کے قطرات آپ کی نورانی داڑھی پر ٹپکنے لگے اور آٹھ دن تک مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ جب دوسرے جمعہ کو آپ خطبہ کے لیے منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مکانات منہدم ہو گئے اور مال مویشی غرق ہو گئے لٰہذا دعا فرمایئے کہ بارش بند ہو جائے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا مقدس ہاتھ اٹھا دیا اور یہ دعا فرمائی کہ "اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا" اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو اور ہم پر نہ بارش ہو۔ پھر آپ نے بدلی کی طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا: تو مدینہ کے اردگرد سے بادل کٹ کر چھٹ گیا اور مدینہ اور اس کے اطراف میں بارش بند ہو گئی۔ (بخاری باب الاستسقاء فی الجمعہ)

الفاظ معنی: (احیت) صیغہ واحد مؤنث غائب السنۃ اس کا فاعل زندہ کرنا باب افعال، زندہ کرنا (سنۃ) سال (شھباء) اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس پر سفیدی غالب ہو عرب والے اس سے کنایتاً قحط سالی مراد لیتے ہیں "السنۃ الشھباء" قحط سالی یہ احیت کا مفعول ہے (دعوۃ) نصر سے مصدر ہے بمعنی دعا یہ احیت کا فاعل ہے "ہ" ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (حکت) مشابہ ہونا ھی ضمیر اس کا فاعل راجع بسوئے السنۃ الشھباء (غرۃ) گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی (اعصر) عصر بمعنی زمانہ کی جمع (دھم) ادھم کی جمع ہے بمعنی سیاہ۔ الاعصر الدھم سیاہ زمانے

16/87	بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِھَا		سَیْبًا مِنَ الْیَمِّ اَوسَیْلًا مِنَ الْعَرِمِ

الفاظ معنی: (با) برائے سببیت یعنی بسبب، بوجہ، بذریعہ (عارض) بادل (جاد) یَجُوْدُ جَوْدًا (ن) اس نے سخاوت کی کثیر بارش کو بھی کہتے ہیں ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے عارض (خلت) خَالَ یَخِیْلُ خَیَالٌ (ض) خیال کرنا (بطاح) ابطح کی جمع بمعنی نالہ، پاٹ (سیب) بہنا، جاری ہونا (یم) سمندر سیل طغیانی (عرم) وادی، پانی کا بند۔

ترکیب: "بعارض" باء متعلق ہے احیت یا حکت کے "جاد" ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے عارض "بھا" با برائے سببیت متعلقِ خلت اور ضمیر راجع بسوئے عارض تانیثہ باعتبار کون السحاب مونثا سماعیا "سیبا" خلت کا مفعول ثانی "من الیم" ظرف مستقر صفتِ سیب۔

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا سے قحط زدہ سالوں کو سر سبز کیا) ایک ایسے بادل کے ذریعہ جو خوب برسا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے نالوں کو دریا کا بہاؤ یا بند (ٹوٹ جانے سے) طیغانی کا خیال ہوتا تھا۔

ہوگئی کثرت سے بارش ندیاں بہنے لگیں	موج دریا کی نظر آتی تھی سیلابِ عَرِم

تشریح: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دفعِ خشک سالی کے لیے بڑی موسلا دھار بارش ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ندی نالے یا تو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح جاری ہو گئے ہیں یا کوئی بند ٹوٹ گیا ہے جس سے طیغانی آ گئی ہے۔ چنانچہ جب کفار قریش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنھم پر بے پناہ مظالم ڈھانے لگے جو ضبط و برداشت سے باہر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شریروں کی سرکشی کا علاج کرنے کے لیے ان لوگوں کے حق میں قحط کی دعا فرما دی۔

چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں پر قحط کا ایسا عذاب شدید بھیجا کہ اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ بھوک سے بے تاب ہو کر مردار جانوروں کی ہڈیاں اور سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر کھانے لگے۔ بالآخر اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور ان کے حضور میں اپنی فریاد پیش کریں۔ چنانچہ ابو سفیان بحالت کفر چند رؤسائے قریش کو ساتھ لے کر آپ کے آستانہ رحمت پر حاضر ہوئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری قوم برباد ہوگئی خدا سے دعا کرو کہ یہ قحط کا عذاب ٹل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فوراً ہی آپ کی دعا مقبول ہوئی اور اس قدر زوردار بارش ہوئی کہ سارا عرب سیراب ہو گیا اور اہل مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی۔ (باب الاستسقاء وبخاری تفسیر سورہ دخان)

چھٹی فصل

شرفِ قرآن مجید

1/88	دَعْنِي وَوَصْفِي آياتٍ له ظَهَرَتْ		ظُهُورَ نارِ الْقِرىٰ لَيْلاً عَلىٰ عَلَمِ

ترجمہ: مجھے (اب) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کو بیان کرنے دو جو ایسے ہی نمایاں اور مشہور ہیں جیسی کہ ضیافت کی آگ جو رات کو پہاڑ پر جلائی جاتی تھی۔

تشریح: عربوں کا قاعدہ تھا کہ رات کو کسی بلند مقام مثلاً پہاڑ پر آگ جلاتے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ لوگوں کی ضیافت کے لیے صلائے عام ہے۔ معجزات کو اس سے تشبیہ ظہور و اعلان کی وجہ سے دی گئی ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے ناصح مجھے اختصار کی تلقین مت کر اور یہ نہ کہہ کہ طوالت ساعتوں پر گراں گزرے گی عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے اکتاتا نہیں لھذا مجھے اپنے آقا کا ذکر خیر کرنے دے جو آفاق میں جہل وظلمت کے وقت ایسے ظاہر ہوئے جیسے اندھیری رات میں پہاڑ پر مہمانوں کے واسطے جلائی گئی آگ ظاہر ہوتی ہے۔

چھوڑ دے مجھ کو بیاں کرنے نبی کے معجزات   جو ہے شب میں مثلِ مہمانی کی آگ اوپر علَم

الفاظ معنی: (دع) وَدَعَ يَدَعُ وَدْعا (ف) سے فعل امر، مجھے چھوڑ دو (وصفی) وصف بیان کرنا، دعنی ووصفی مجھے آپ کا وصف بیان کرنے کے لیے چھوڑ دو (آیات) مراد معجزات رسول یا آیات قرانیہ ہے (ظہرت) باب فتح، ظاہر ہونا اس کا فاعل آیات ہے (نار القریٰ) ضیافت کی آگ (علم) پہاڑ۔

ترکیب: "وصفی" دعا کا مفعول معہ۔ مضاف ہے اپنے فاعل کی طرف آیات اس کا مفعول "لہ" متعلق ظہرت یا ظرف مستقر وصفتِ آیات یا متعلقِ وصفی اور ضمیر راجع ہے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ای لاثبات حقیقة شرف محمد علیه السلام "ظہرت" ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے الآیات "ظہور" مفعول "لیلا"، ظرفِ ظہور "علی"، متعلقِ ظہور۔

۲/89	فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وهو مُنْتَظِمٌ		وليس يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

ترجمہ: جب موتی کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو اس کا حسن بڑھ جاتا ہے لیکن اگر موتی لڑی میں پروئے نہ بھی

جائیں تو بھی ان کی قدر و قیمت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

تشریح: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرہ محتاج بیان نہیں بے شک سورج اپنی روشنی کے لئے تعریف کا محتاج نہیں لیکن جس طرح موتیوں کو لڑی میں پرو دیا جائے تو اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے ایسے ہی جب کلام کو نظم کی صورت دے دی جائے تو اس کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حُسن ہوتا ہے دو بالا موتیوں کا ہار میں   یا لڑی سے بھی جدا کردو نہ ہوگی قدر کم

الفاظ معنی: (در) موتی (یزداد) اِزْدَادَ یَزْدَادُ اِزْدِیَادًا (افتعال) سے فعل مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے در معنی زیادہ ہونا (حسنا) خوبصورتی (منتظم) پرویا ہوا، اسم مفعول (ینقص) باب نصر، کم ہونا ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے در (قدر) قیمت۔

ترکیب: "الدر" مبتدا "یزداد" خبر "حسنا" تمییز یزداد ممیز "وھو" واو حالیہ اور جملہ یزداد کے فاعل سے حال "ینقص" ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے در والمراد منه الایات

٣/90	فَمَاتَطَاوَلُ آمَالُ الْمَدِیحِ اِلٰی		مَافِیهِ مِنْ کَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

الفاظ معنی: (ف) تعلیلیہ بمعنی کیونکر، اس لیے کہ (ما) نافیہ (تطاول) باب تفاعل، دراز کرنا، کسی دور کی چیز کو دیکھنے کی غرض سے گردن باہر نکالنا، پہنچنا، کہتے ہیں تطاول الی کذا یعنی اس تک پہنچنا چاہا (امال) امل کی جمع ہے بمعنی آرزو، تمنا، حوصلہ (مدیح) بمعنی مادح (مدح کرنے والا) یا ممدوح، قصیدہ مدحیہ (اخلاق) خُلق کی جمع اچھی عادتیں (شیم) شیمۃ کی جمع وہ عادتیں جن پر انسان کی تخلیق کی گئی ہے۔

ترکیب: "الی" متعلق تطاول "ما" موصولہ "فیه" ظرف مستقر وصلہ "من" بیانیہ۔

ترجمہ: مدح کرنے والوں کی (خواہشِ مدح) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود اخلاق حمیدہ اور عادات کریمہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔

اس لئے مدّاح ہیں توصیف میں عاجز تمام   فہم انساں سے ہیں بالا ان کے اخلاق وشِیم

تشریح: یعنی آپ کے اخلاق واوصاف کا بیان مدح کرنے والوں کے بس میں نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین وآخرین سے ممتاز اور افضل واعلیٰ بنایا اسی طرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمالِ صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم جو دن رات سفرو حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّد　　　اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقٗ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کریگا۔ صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ ہمزیہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ　　　وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

یعنی یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ　　　کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

(یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہر عیب و نقصان سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے حسین و جمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔ (شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص ۶۶)

۴/91	آیَاتُ حَقٍّ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ		قَدِیْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

ترجمہ: اللہ کی یہ سچی نشانیاں (آیاتِ قرآنی) نزول کے اعتبار سے یا کتابت کے لحاظ سے حادث وفانی ہے اور معانی کے لحاظ سے ایسی ہی قدیم ولا فانی ہیں جیسی کہ ذاتِ باری تعالیٰ (قدیم ہے)

تشریح: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ نقیضین (ضدین) کا جمع کرنا ہے کہ ایک ہی چیز قدیم بھی اور حادث بھی، یہ کیسے ممکن ہے جواب یہ ہے کہ حادث الفاظ قرآن ہیں اور قدیم اس کا معنی ہے کیونکہ کلام کی دو قسمیں ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی۔ پس حادث کلام لفظی ہے اور قدیم کلام نفسی ہے جو قائم بذات تعالیٰ۔ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی تحریر

فرماتے ہیں مثل دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے حادث ومخلوق نہیں جو قرآنِ عظیم کو مخلوق مانے ہمارے امامِ اعظم و دیگر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُسے کافر کہا بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس کی تکفیر ثابت ہے۔

اُس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآنِ عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے، مصاحف میں لکھتے ہیں، اُسی کا کلام قدیم بلاصوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آواز حادث، یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم، ہمارا سننا حادث ہے اور جو ہم نے سنا قدیم، ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلّٰی قدیم ہے اور تجلّی حادث۔ (بہار شریعت جلد ۱)

الفاظ معنی: (ایات) آیت کی جمع نشانیاں، معجزے، قرآن کی آیتیں (حق) سچ (محدثۃ) حادث، غیر قدیم یہاں اس سے مراد آیاتِ قرآنی باعتبار نزول وتلفظ وکتابت کے حادث وغیر قدیم ہیں (قدیمۃ) یعنی آیات قرآنی معنی کے لحاظ سے قدیم ہیں (الموصوف بالقدم) جو قدیم ہونے کی صفت سے متصف کیا گیا ہے

ترکیب: "آیات" مبتدا محذوف کی خبر ای القرآن آیات حق "محدثۃ" خبر ثانی "قدیمۃ" خبر ثالث۔

5/92	لَم تَقتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهِي تُخبِرُنَا		عَنِ الْمَعَادِ وعن عَادٍ وعن اِرَمِ

الفاظ معنی: (اقترن) مصدر اقتران صیغہ واحد مونث غائب ھی ضمیر اس کا فاعل راجع بسوئے آیات، متصل ومقترن ہونا "لم تقترن بزمان" یہ آیات کسی زمانہ سے وابستہ نہیں ہیں یعنی یہ قدیم ہیں اس لیے ان کا وجود قید زمان سے آزاد ہے (تخبر) افعال صیغہ واحد مونث ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے آیات "نا" ضمیر مفعول، خبر دینا (معاد) مصدر میمی ہے یا اسم مکان بمعنی حشر ونشر، مرنے کے بعد اٹھائے جانا (عاد) ایک قدیم عربی قبیلہ کا نام جس نے زمانہ قدیم میں عرب کے علاوہ مصر شام و عراق پر حکومت کی (ارم) عاد کا مقام سکونت شہر شداد، جنت، باغ۔

ترکیب: "لم تقترن" آیات کی صفتِ ثانی یا قدیمۃ کے فاعل سے حال "عن عاد" عطف ہے المعاد پر ای تخبر الآیات ایضا عن قصۃ عاد۔

ترجمہ: (قرآن کے معانی قدیم ہیں اس لیے) اس کی آیتیں کسی زمانہ سے وابستہ نہیں ہیں اور یہ ہمیں امورِ آخرت وعاد اور انکے مقام سکونت وباغات کی خبر دیتی ہیں۔

ہر زمانہ سے بری ہیں اور سناتی ہیں ہمیں عاقبت کا حال بھی اور قصۂ عاد و ارم

تشریح: اس شعر میں آیات کو قدیم کہنے کی دوسری وجہ بیان جارہی ہے کہ یہ کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ وجود قدیم وجود کائنات سے مقدم ہوتا ہے مزید یہ کہ ان آیات میں یہ کمال بھی ہے کہ یہ ہمیں حشر ونشر اور قوم عاد وغیرہ کی خبریں دیتی ہے۔ جان رکھیے کہ قرآن کے معانی کسی زمانے سے مقترن نہیں نہ کہ الفاظ کیونکہ الفاظ حادث ہیں وہ کسی نہ کسی زمانے سے مقترن ہوتے ہیں بخلاف معانی کہ یہ کلام نفسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ذات خدا اور اس کی صفتوں پر زمانہ نہیں گزرتا۔

قوم عاد: قوم عاد مقام "احقاف" میں رہتی تھی جو عمان وحضر موت کے درمیان ایک بڑا ریگستان ہے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ کا نام عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے۔ پوری قوم کے لوگ ان کو مورثِ اعلیٰ "عاد" کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ لوگ بت پرست اور بہت بداعمال و بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو ان لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا مگر اس قوم نے اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ حضرت ہود علیہ السلام بار باران سرکشوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے، مگر اس شریر قوم نے نہایت ہی بے باکی اور گستاخی کے ساتھ اپنے نبی سے یہ کہہ دیا کہ: اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان:۔ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔ (الاعراف پ 8)

آخر عذابِ الٰہی کی جھلکیاں شروع ہو گئیں۔ تین سال تک بارش ہی نہیں ہوئی۔ اور ہر طرف قحط وخشک سالی کا دور دورہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے۔ اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بلا اور مصیبت آتی تھی تو لوگ مکہ معظّمہ جا کر خانہ کعبہ میں دعائیں مانگتے تھے تو بلائیں ٹل جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک جماعت مکہ معظّمہ گئی۔ اس جماعت میں مرثد بن سعد نامی ایک شخص بھی تھا جو مومن تھا مگر اپنے ایمان کو قوم سے چھپائے ہوئے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعبہ معظّمہ میں دعا مانگنی شروع کی تو مرثد بن سعد کا ایمانی جذبہ بیدار ہو گیا اور اس نے تڑپ کر کہا کہ اے میری قوم تم لاکھ دعائیں مانگو، مگر خدا کی قسم اس وقت تک پانی نہیں برسے گا جب تک تم اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے۔ حضرت مرثد بن سعد نے جب اپنا ایمان ظاہر کر دیا تو قوم عاد کے شریروں نے ان

کو مار پیٹ کر الگ کر دیا اور دعائیں مانگنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں۔ ایک سفید، ایک سرخ، ایک سیاہ اور آسمان سے ایک آواز آئی کہ اے قوم عاد! تم لوگ اپنی قوم کے لئے ان تین بدلیوں میں سے ایک بدلی کو پسند کر لو۔ ان لوگوں نے کالی بدلی کو پسند کر لیا اور یہ لوگ اس خیال میں مگن تھے کہ کالی بدلی خوب زیادہ بارش دے گی۔ چنانچہ وہ ابر سیاہ قوم عاد کی آبادیوں کی طرف چل پڑا۔ قوم عاد کے لوگ کالی بدلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم ! دیکھ لو عذابِ الٰہی ابر کی صورت میں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے مگر قوم کے گستاخوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور کہا کہ کہاں کا عذاب اور کیسا عذاب؟ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ تو بادل ہے جو ہمیں بارش دینے کے لئے آ رہا ہے۔ (روح البیان، ج ۳ ص، ۱۸۷) یہ بادل پچھّم کی طرف سے آبادیوں کی طرف برابر بڑھتا رہا اور ایک دم ناگہاں اس میں سے ایک آندھی آئی جو اتنی شدید تھی کہ اونٹوں کو مع ان کے سوار کے اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیتی تھی۔ پھر اتنی زوردار ہوگئی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی۔ یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگوں نے اپنے سنگین محلوں میں داخل ہو کر دروازوں کو بند کر لیا مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجھوڑ کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ آندھی چلتی رہی۔ یہاں تک کہ قوم عاد کا ایک ایک آدمی مر کر فنا ہو گیا۔ اور اس قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہ رہا۔ جب آندھی ختم ہوئی تو اس قوم کی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ (۶) سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ (۷) فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ (۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈنڈ (سوکھے تنے) ہیں گرے ہوئے تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔ (پ29، الحاقۃ)

پھر قدرتِ خداوندی سے کالے رنگ کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا۔ جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا اور چند مومنین کو جو ایمان لائے تھے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور آخرِ زندگی تک بیت اللہ شریف میں عبادت کرتے رہے۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۶۸۶، پ ۸، الاعراف: ۷۰)

6/93	دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ		مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَاءَ تْ وَلَمْ تَدُمِ

الفاظ معنی: (دامت) دَامَ یَدُوْمُ دَوَامًا (ن) سے صیغہ واحد مونث غائب فاعل اس کا آیاتِ قرآنی ہے ہمیشہ رہنا (لدینا) ہمارے پاس (فاقت) فَاقَ یَفُوْقُ (ن) فوقیت لے جانا بڑھ جانا فاعل اس کا بھی آیات ہے (معجزہ) ایسا خارق العادت کام جو انسانوں سے انجام پذیر نہ ہو سکے مگر انبیاء اللہ کی مرضی سے انہیں کر دکھائیں (جاءت) جَاءَ یَجِیْءُ (ض) آنا ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے معجزہ۔ آنا (تدم) باب نصر دائم ہونا، باقی رہنا صیغہ واحد مونث غائب ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے معجزہ۔

ترجمہ: (آیاتِ قرآنی) کو دوام نصیب ہوا اس لیے وہ تمام انبیاء کے معجزوں پر فوقیت لے گئیں کیونکہ (ان کے معجزے) آئے اور (ظاہر ہوئے) مگر انہیں دوام نہ ملا۔

تشریح: یعنی دیگر انبیاء کے معجزے وقتی تھے کہ ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے، مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو آیاتِ قرآنی ہے ان پر اس لیے فوقیت لے گیا کہ اسے دوام نصیب ہوا اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ حضرت علامہ عبدالمصطفی الاعظمی تحریر فرماتے ہیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی نبوت کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا ظاہر ہونا جو عادۃً نہیں ہوا کرتی اسی خلاف عادت ظاہر ہونے والی چیز کا نام معجزہ ہے۔

معجزہ چونکہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے ایک خداوندی نشان ہوا کرتا ہے۔ اس لیے معجزہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خارق عادت ہو۔ یعنی ظاہری عِلَل واسباب اور عادات جاریہ کے بالکل ہی خلاف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اس کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے ہوا ہے اور ایسا تو ہمیشہ عادۃً ہوا ہی کرتا ہے۔ اس بنا پر معجزہ کے لیے یہ لازمی شرط ہے بلکہ یہ معجزہ کے مفہوم میں داخل ہے کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے اسباب عادیہ اور عادات جاریہ کے خلاف ہو اور ظاہری اسباب وعلل کے عمل دخل سے بالکل ہی بالاتر ہو، تاکہ اس کو دیکھ کر کفار یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ چونکہ اس چیز کا کوئی ظاہری سبب بھی نہیں ہے اور عادۃً کبھی ایسا ہوا بھی نہیں کرتا اس لیے بلا شبہ اس چیز کا کسی شخص سے ظاہر ہونا انسانی طاقتوں سے بالاتر کارنامہ ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اور اس کا نبی ہے۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن)

ہر نبی کا معجزہ چونکہ اس کی نبوت کے ثبوت کی دلیل ہوا کرتا ہے اس لیے خداوند عالم نے ہر نبی کو اس دور کے ماحول اور اس کی امت کے مزاج عقل وفہم کے مناسب معجزات سے نوازا۔ چنانچہ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں چونکہ جادو اور ساحرانہ کارنامے اپنی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچے ہوئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو "ید بیضا" اور "عصا" کے معجزات عطا فرمائے جن سے آپ نے جادوگروں کے ساحرانہ کارناموں پر اس طرح غلبہ حاصل فرمایا کہ تمام جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور ایمان لے آئے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب انتہائی معراج ترقی پر پہنچا ہوا تھا اور اس دور کے طبیبوں اور ڈاکٹروں نے بڑے بڑے امراض کا علاج کر کے اپنی فنی مہارت سے تمام انسانوں کو مسحور کر رکھا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا جس کو دیکھ کر دور مسیحی کے اَطِبّاء اور ڈاکٹروں کے ہوش اڑ گئے اور وہ حیران و ششدر رہ گئے اور بالآخر انہوں نے ان معجزات کو انسانی کمالات سے بالاتر مان کر آپ کی نبوت کا اقرار کر لیا۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے دور بعثت میں سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے کمالات کا بہت ہی چرچا تھا اس لیے خداوند قدوس نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرما کر بھیجا کہ آپ نے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ فرما دیا تو اس کی ایک چٹان شق ہو گئی اور اس میں سے ایک بہت ہی خوبصورت اور تندرست اونٹنی اور اس کا بچہ نکل پڑا اور آپ نے فرمایا کہ۔ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے معجزہ بن کر آئی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائی۔ الغرض اسی طرح ہر نبی کو اس دور کے ماحول کے مطابق اور اس کی قوم کے مزاج اور ان کی افتاد طبع کے مناسب کسی کو ایک، کسی کو دو، کسی کو اس سے زیادہ معجزات ملے

مگر ہمارے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں اور آپ کی سیرتِ مقدسہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مقدس زندگیوں کا خلاصہ اور آپ کی تعلیم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا عطر ہے اور آپ دنیا میں ایک عالمگیر اور ابدی دین لے کر تشریف لائے تھے اور عالم کائنات میں اولین و آخرین کے تمام اقوام و ملل آپ کی مقدس دعوت کے مخاطب تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات مقدسہ کو انبیاء سابقین

کے تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا اور آپ کو قسم قسم کے ایسے بے شمار معجزات سے سرفراز فرمایا جو ہر طبقہ، ہر گروہ، ہر قوم اور تمام اہل مذاہب کے مزاجِ عقل وفہم کے لیے ضروری تھے۔ اسی لیے آپ کی صورت وسیرت آپ کی سنت وشریعت آپ کے اخلاق وعادات آپ کے دن رات کے معمولات غرض آپ کی ذات وصفات کی ہر ہر ادا اور ایک ایک بات اپنے دامن میں معجزات کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔ آپ پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آپ کا سب سے بڑا اور قیامت تک باقی رہنے والا ایسا ابدی معجزہ ہے جس کی ہر ہر آیت آیاتِ بینات کی کتاب اور جس کی سطر سطر معجزات کا دفتر ہے۔

(سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

94/ے	مُحکَمَاتٌ فَمَا یُبْقِیْنَ مِنْ شُبَہٍ		لِذِیْ شِقَاقٍ وَلَا یَبْغِیْنَ مِنْ حَکَمٍ

ترجمہ: (یہ آیاتِ قرآنی) واضح ہیں اس لیے یہ مخالف کے لیے کسی شک وشبہ کو باقی نہیں رکھتیں اور نہ یہ کسی حاکم و فیصلہ کنندہ کی محتاج ہیں۔

تشریح: یعنی قرآن مجید کے احکام بہت واضح ہیں۔ اور اس میں رہتی دنیا تک کے لئے رہنمائی موجود ہے۔ محکمات، محکم کی جمع ہے جس کے لغوی معنی مضبوط وقوی کے ہیں اور اصطلاح اصولین میں محکم وہ ہے جس کی مراد بلکل واضح ہو اور جو احتمالِ نسخ وتغییر نہ رکھے ایسی صورت میں اس پر تشدید ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام آیات پر محکمات کا حکم کیسے لگایا گیا جب کہ اصولیین یہ تصریح کرتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات محکم ہیں بعض مفسر بعض ظاہر بعض مشکل بعض مجمل اور بعض متشابہ ہیں جواب یہ ہے کہ اس شعر میں قرآن کی آیتوں پر محکم کا حکم لغوی اعتبار سے لگایا گیا ہے نہ کہ اصطلاحی اعتبار سے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ محکمات کی ضمیر میں صنعت استخدام ہے کہ یہ لوٹے آیات کی طرف اور مراد بعض آیات ہو فتامل۔

الفاظ معنی: (محکمات) یہ صفت ہے ایات کی یعنی ایات محکمات (ایسی آیاتِ قرآنی جن کا تعلق احکام سے ہے اور جو واضح، غیر منسوخ اور نا قابل تاویل ہیں) (یبقین) باب افعال صیغہ جمع مونث غائب ھن ضمیر فاعل راجع بسوئے آیات، باقی رہنا (شبہ) اَشبھۃ کی جمع ہے بمعنی شک وتلبیس (ذی شقاق) مخالف (لا یبغین) بَغٰی یَبْغِی (ض) فاعل آیات، طلب کرنا۔

ترکیب: "محکمات" آیات کی خبر ثانی یا صفتِ ثانی "من"۔ زائدہ "لذی" ظرف مستقر وصفتِ شبہ "لایبغین" عطف ہے ما یبقین پر "من" زائدہ۔

۸/95	مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّاعَادَمِن حَرَبٍ		اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْھَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

ترجمہ: قرآن کی آیتوں میں نہیں جھگڑا کیا گیا مگر بدترین دشمن بھی اس جنگ سے (کنارہ کش ہوکر) انکی طرف مُطیعانہ لوٹ آیا۔

تشریح: یعنی قرآن کے مخالفین کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج دیا کہ اس جیسی ایک آیت لے آؤ تو کفارِ مکہ بہت کوششوں کے باوجود قرآن جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے "وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص وَادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو (ترجمہ کنزالایمان سورہ بقرہ پ ۱)

اس کی تفسیر میں مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی تحریر کرتے ہیں یعنی ایسی سورت بنا کر لاؤ جو فصاحت و بلاغت اور حسنِ نظم و ترتیب اور غیب کی خبریں دینے میں قرآنِ پاک کی مثل ہو۔

چند ایک نے کوشش بھی کی تو بچکانہ کہ خود بھی اس پر شرمسار ہوئے اور خوب رسوا ہوئے چنانچہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنے زعم میں سورہ قارعہ کے مقابل سورت بنائی "الفیلُ ما الفیلُ وما ادراک ما الفیلُ له ذَنَبٌ قَصِیْرٌ وخُرطُومٌ طویلٌ" لیکن انہوں نے غور کیا تو خود شرمندہ ہوئے منہ چھپاتے پھرے کیونکہ قرآن کا چیلنج تھا اس میں قرآن کی مثل بلاغت و فصاحت ہو۔

جو لڑا قرآن سے آخر وہ عاجز آگیا　　کردیا دشمن نے بھی اپنا سرِ تسلیم خم

الفاظ معنی: (ما) نافیہ (حوربت) باب مفاعلہ ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے آیات۔ معارضہ کرنا، لڑائی کرنا قرآن سے مُعارِضہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایسی آیت بناؤ جو بلاغت و فصاحت میں قرآن جیسی ہو (قط) کبھی (عاد) یَعُوْدُ عَوْدًا (ن) لوٹنا (اعدی) اسم تفصیل صیغہ واحد مذکر، سب سے بڑا دشمن (اعادی) اَعْدَاء کی جمع ہے اور خود اعداء جمع ہے عَدُو کی یوں یہ جمع الجمع ہے۔ اعدی الاعادی (دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن)۔ (ملقی) القاء سے اسم

فاعل، ڈالنے والا (سلم) صلح، ملقی السلم (مطیع وفرمانبردار)۔

ترکیب: "من حرب" متعلقِ عاد اور من برائے ابتدائے غایت "اعدی الاعادی" فاعلِ عاد "الیھا" متعلقِ عاد اور ضمیر راجع ہے آیات کی طرف "ملقی السلم" حال یا منصوب خبر ہونے کی بنا پر علی تقدیر کونہ بمعنی صار۔

9/96	رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا		رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِى عَنِ الْحَرَمِ

ترجمہ: قرآن کی بلاغت نے ان کے مخالفوں کے دعوؤں کو یوں رد کر دیا جیسے کوئی غیرت مند آدمی بدکار شخص کے ہاتھوں کو اپنے اہل خانہ سے دور کر دیتا ہے۔

اس نے سب اپنی بلاغت سے کیا دعووں کو ختم جیسے ہوں محفوظ غیرتمند کے اہل حرم

تشریح: یعنی قرآن کی بلاغتیں دعوی کرنے والے کو روک دیتی ہیں جیسے ایک غیرت منداپنے گھر والوں کی طرف بڑھنے والے ہاتھ کو روک دیتا۔غرض اس تشبیہ سے مبالغۂ دفع مراد ہے چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے "اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو (سورہ یونس پ۱۱، آیت ۳۸)

بلاغت کا لغوی معنی پہنچنا اور انتہاء کرنا ہے جیسا کہ جب آدمی اپنی مراد کو حاصل کرلے تو عرب میں کہا جاتا ہے بلغ فلان مرادہ یعنی آدمی نے اپنی مراد کو پالیا۔اصطلاح میں بلاغت کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے۔یعنی بلاغت وہ فصیح کلام ہے جو مُقتَضٰی حال کے مطابق ہو یعنی جیسا موقع ہو اس کے مطابق گفتگو کرنا۔موقع مختصر گفتگو کا ہو تو مختصر گفتگو کی جائے،طویل ہو تو طویل وغیرہ

الفاظ معنی: (ردت) رَدَّ يَرُدُّ رَدًّا باب نصر رد کرنا،لوٹانا (معارض) معارضہ کرنے والا،مخالف (غیور) غیرت مند انسان (ید) ہاتھ (جانی) گناہ گار،بدکار،مجرم (حرم) عزت وآبرو،اھل خانہ۔بعض نسخہ میں حُرُم ہے

ترکیب : "بلاغتھا" ضمیر راجع ہے آیات کی طرف پس مصدر مضاف ہے اپنے فاعل کی جانب "رد" مصدر محذوف کی صفت ای ردامثل ردالغیور "یدالجانی" مفعولِ رد والمراد من الید التصرف بذکر السبب وارادۃ المسبب لان الید سبب للتصرف وتصرف الجانی عام للفواحش کالزنا واللواطۃ ومقدماتھما کالتقبیل واللمس والنظر والمراد من الجانی من یأتی الجنایۃ لمحرم الغیر "عن الحرم" متعلق رد۔

10/97	لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ		وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

ترجمہ : آیاتِ قرآنی کے مفاھم اپنی وسعت اور پھیلاؤ میں سمندر کی موجوں کے مانند ہیں اور حسن وقیمت میں (یہ مفاھم) سمندر کے موتیوں سے اعلیٰ وارفع ہیں۔

تشریح : بے شک قرآن کی آیتیں معانی میں سمندر کی لہروں کی طرح کثیر اور نہ ختم ہونے والی ہیں اور اس کے احکام سمندر کے جواہر لولو اور مرجان سے زیادہ خوبصورت اور قیمتی ہیں جیسا کہ اہل عرفان پر مخفی نہیں کیونکہ جواہر اگرچہ عالی صفت ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی ایک قیمت ہوتی اگرچہ مہنگی سہی بخلاف قرآن کی آیات ومعانی ومحاسن کہ ان کی کوئی قیمت نہیں۔

ہے معانی آیتوں کے مثل دریا موجزن　　　گوہرِ دریا سے بہتر ان کا ہے حسنِ قیم

الفاظ معنی : (معان) معنی کی جمع ہے مفہوم، مطلب (مدد) بڑھوتی، اضافہ، پھیلاؤ (جوھر) گوہر کا معرب ہے ہ ضمیر کا مرجع بحر ہے یعنی سمندر کے موتی (قیم) بکسر القاف وفتح الیاء قیمت کی جمع ہے۔

ترکیب : "لھا" خبر مقدم "معان" مبتدا مؤخر اور تنوین برائے تکثیر وتعظیم "کموج البحر" ظرف مستقر صفتِ معان "فی مدد" متعلق بالکاف فی کموج "فوق" ظرف عطف ہے کاف اور آیات کی صفت ثانی "الجوھرہ" قدمر غیر مرۃ والضمیر للبحر "فی الحسن" متعلق بالزیادۃ التی تضمنھا لفظ فوق۔

11/98	فَلَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا		وَلَا تُسَامُ عَلَى الْإِكْثَارِ بِالسَّأَمِ

ترجمہ : قران کے عجائبات نہ گنے جاسکتیں ہیں اور نہ شمار کئے جاسکتے ہیں اور نہ اس کی کثرت سے تلاوت باعث ملال ہوتی ہے (بلکہ اس کی کثرت قاری کے لئے باعث فرحت ہوتی ہے)

تشریح : یعنی باوجود کثرت عجائب یا باوصف کثرت تلاوت قرآن کے قاری کو اس سے رنج وملال نہیں پہنچتا۔ وہ اس سے تھکتا اور بے رغبت نہیں ہوتا بلکہ اس کی تلاوت اور اس میں غور وتامل کی رغبت باقی رہتی ہے۔

جو عجائب ان میں پوشیدہ ہیں ان کا کیا شمار　　خواہ کثرت سے پڑھو ہوگا نہ اس کا شوق کم

الفاظ معنی : (ما) نافیہ (تعد) عَدَّ يَعُدُّ عَدًّا (ن) گنا، شمار کرنا (تحصٰی) باب افعال، احاطہ کرنا (عجائبھا) عجیبۃ کی جمع ہے ھا ضمیر کا مرجع آیات قرآنی (لاتسام) سَامَ يَسُوْمُ سَوْمًا (ن) سے فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مونث، بھاؤ لگانا، قیمت لگانا بمعنی خریدنا ہے (علیٰ) مع (ساتھ) کے معنی میں ہے (اکثار) کثرت، بے انتہا (سام) ملال ورنج۔

۱۲/99	قَـرَّتْ بِـهَـا عَـيْـنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهُ		لَـقَـد ظَـفِـرْتَ بِـحَبْـلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

الفاظ معنی : (قرت) ٹھنڈی ہونا۔ بھا: ضمیر کا مرجع آیات (قرآنی) ہے۔ (عین) آنکھ، یہ قرت کا فاعل ہے قرت العین (آنکھ ٹھنڈی ہوئی) چشم استعارہ ہے سکون ومسرت کے حصول سے اور روشنی چشم کے اضافہ سے (قاری) پڑھنے والا قرات مصدر سے اسم فاعل (ھا) ضمیر کا مرجع ایات (قرآنی) ہے۔ (ظفرت) کامیاب ہونا، تونے پالیا۔ (حبل) رسی۔ (اعتصم) مضبوطی سے پکڑ۔

ترکیب : "بھا" برائے سببیت اور ضمیر راجع بسوئے آیات وفیہ حذف مضاف ای بقرائتھا او بنظرھا "العین" فاعلِ قرت والضمیر للآیات "فقلت" فا برائے تفصیل ای اذا کان قارئھا مسرورا بسبب قراء تھا فوجب ان اقول لہ ای لقارئھا علی وجہ الرغبة او علی طریق الغبطة واللہ لقد ظفرت فاللام توطئة للقسم "بحبل اللہ" متعلق اعتصم "فاعتصم" الفاء جواب شرط محذوف۔

ترجمہ : قرآن پڑھنے والے کی آنکھ کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ (اے قاری) تو نے اللہ کی رسی کو پالیا ہے اب اسے مضبوطی سے تھامے رہ۔

ہوگئیں آنکھیں جو ٹھنڈی میں نے قاری سے کہا　　تھام حبل اللہ کو ہے فتح تیری معتصم

تشریح : یعنی جب قرآن پڑھنے والے کو اس کی قرأت سے سرور ملتا ہے تو مجھ پر بھی واجب تھا کہ میں بطور رغبت و غبطہ (رشک) کہوں کہ اللہ کی قسم تو کامیاب ہوگیا لہذا قرآن کی تلاوت جاری رکھ کہ یہی ذریعہ نجاتِ اُخروی

ہے۔قرآن پڑھنے والے کوخوشی وسرور کے ساتھ ساتھ نیکیوں کا انبار بھی حاصل ہوتا چنانچہ حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ خاتِمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو کتاب اللہ عزوجل میں سے ایک حرف پڑھے گا تو اسے ایک نیکی ملے گی اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرأ حرفا)

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ "بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کے دستر خوان کی مثل ہے لہذا تم سے جتنا ہو سکے اس دستر خوان سے کھالیا کرو، یہ قرآن اللہ عزوجل کی رسی، روشن نور اور نفع بخش شفا ہے جو اسے تھام لے یہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کی پیروی کرے تو اس کیلئے نجات ہے، یہ کج روی اختیار نہیں کرتا کہ اسے منانا پڑے، ٹیڑھا نہیں ہوتا کہ اسے سیدھا کرنا پڑے، اس کے عجائبات ختم نہیں ہونگے نہ ہی یہ کثرتِ تکرار سے بوسیدہ ہوگا، اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ اللہ عزوجل اس کے ہر حرف کی تلاوت پر تمہیں دس نیکیاں عطا فرمائے گا اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔(المستدرک، کتاب فضائل القرآن)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جس نے کتاب اللہ عزوجل کی ایک آیت توجہ کے ساتھ سنی اس کے لئے نیکی اضافہ کے ساتھ لکھی جائے گی اور جس نے اس کی تلاوت کی وہ آیت قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔(مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمائیے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے خوف کو خود پر لازم کرلو کیونکہ یہی ہر کام کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا، ''مزید نصیحت فرمائیے۔ تو ارشاد فرمایا: کہ قرآن کی تلاوت کو خود پر لازم کرلو کیونکہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ ہوگی۔ (الترغیب والترھیب، کتاب قراءة القران، باب الترغیب فی قراءة القرآن)

۱۳/۱۰۰	اِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِنْ حَرِّ نَارِ لَظَى		أُطْفِئَتْ نَارَ لَظَى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ

ترجمہ : اگر تم نارِ جہنم کے خوف سے قرآن کی تلاوت کرو گے تو تم قرآن کے ٹھنڈے (پانی) سے اسے بجھا دو گے

آتش دوزخ کے ڈر سے تو اگر ان کو پڑھے　　　شعلۂ نار جھنم اس سے ہوجائے گا کم

تشریح : یعنی اگر تم نارِ جہنم کے خوف سے قرآن کی تلاوت کرو گے تو اس کے خنک اثر یعنی ورد و وظیفہ سے تم نارِ جہنم کو بجھا دو گے کہ تلاوتِ قرآن سے آتشِ دوزخ کا کھٹکا جاتا رہتا ہے اعلم ان الفقهاء قالوا الافضل فی قرأة القرآن ان يقرأ من المصحف لا عن ظهر القلب لان فی امساک المصحف عمل اليد وكذا فی حمله وفی نظره عمل البصر ويعين على تأمل معانيه ولهذا كان اكثر الصحابة يقرؤن من المصحف۔

الفاظ معنی : (تتلو) تَلَا يَتْلُو تِلَاوَةً (ن) تلاوت کرنا (خیفۃ) خَافَ يَخَافُ (س) سے مصدر بمعنی خوف کرنا، ڈرنا (حر) گرمی (لظی) دوزخ کا ایک طبقہ (اطفات) باب افعال، بجھانا (ورد) تلاوت، وظائف (شیم) خنک، ٹھنڈی۔

ترکیب : "خیفة" مفعول لہ "من" متعلق خیفۃ "الحر" کی اضافت النار کی طرف اضافت لامیہ ہے "اطفأت" جزاء الشرط وهو ايضا على صيغة الخطاب "نار لظى" مفعولِ اطفاَت "من وردها" متعلق اطفاَت (شیم) ورد کی صفت۔

۱۴/101	كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ بِهِ		مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاؤُهُ كَالْحُمَمِ

ترجمہ : گویا یہ (آیاتِ قرآنی) حوضِ کوثر ہے جس کے (پانی) سے گناہ گاروں کے کالے کوئلے چہرے اُجلے سفید ہو جاتے ہیں۔

ہیں وہ مثلِ حوضِ کوثر جس سے ہوتی ہیں سفید　　　عاصیوں کی صورتیں جو تھیں سیاہ مثلِ حُمم

تشریح : یعنی جس طرح حوضِ کوثر کے پانی سے جلے ہوئے چہرے دھل کر سفید ہو جائیں گے اسی طرح تلاوت

قرآن سے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور بے شک روز قیامت قرآن شفاعت کرے گا عاصیوں کی جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض شفا دے گا جھنم سے نکلنے والوں گناہ گاروں کو ان کے چہرے اجلے کر کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔اس حدیث میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف اشارہ ہے" القران شافع مشفع وماحل مصدق فان من جعله امامه اوصله الی الجنة ومن جعله خلف ظهره ساقه الی النار"

قرآن ایسا شافع ہے جس کی شفاعت قبول ہوگی تو جس نے اسے اپنا امام بنایا یہ اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پیٹھ پیچھے کر دیا یہ اسے جھنم میں لے جائے گا۔نیز اس شعر میں اشارہ ہے اُس روایت کی طرف کہ بعض گناہ گار مسلمان جھنم میں داخل کیے جائیں گے اور گناہوں کی مقدار جلائے جائیں گے۔پھر جھنم سے نکالے جائیں گے پھر انہیں نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا ایک روایت میں ہے کہ ان پر نہرِ حیات کا پانی ڈالا جائے گا تو ان کی سیاہی دور ہو جائے گی اور سفیدی ظاہر ہوگی وهذا من فضل ربنا الفياض ۔

حوض کوثر:

حوضِ کوثر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، حق ہے۔اِس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے اس کے کناروں پر موتی کے قُبّے ہیں چاروں گوشے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ جو اس کا پانی پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔(بہار شریعت حصہ اول)

الفاظ معنی: (حوض) یہاں اس سے حوض کوثر مراد ہے (تبیض) باب ضرب سفید ہو جانا (وجوہ) وجہ کی جمع بمعنی چہرہ۔تبیض الوجوہ چہرے سفید ہو جاتے ہیں (عصاۃ) عاصی کی جمع گنہگار (حمم) حمۃ کی جمع کوئلہ۔

ترکیب: (الحوض) خبر کانھا "تبیض الوجوہ" صفتِ حوض بیان لوجه الشبه یعنی ان الآیة مشبهة بالحوض فی تبیض الوجه "به" متعلق تبیض اور ضمیر راجع بسوئے حوض "من العصاۃ" وجوہ کا بیان (وقد جاؤہ) واو حالیہ اور جمع کی ضمیر راجع بسوئے عصاۃ اور مفعول راجع بسوئے حوض کاف برائے تشبیہ۔

15/102	وَ كَالصِّرَاطِ وَ كَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً		فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِ هَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

الفاظ معنی : (صراط) پل جو دوزخ پر بنایا گیا ہے جس سے ہو کر قیامت کے دن گزرنا ہوگا (میزان) ترازو جس پر قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے (معدلۃ) عدل (قسط) انصاف (یقم) قائم ہونا، ثابت ہونا، موجود ہونا

ترجمہ : (یہ آیاتِ قرآنی) عدل وانصاف میں صراط اور میزان کے مانند ہیں پس ان کے سوالوگوں میں عدل و انصاف قائم نہیں ہوسکتا۔

ہیں ترازو عدل کی اور راستی کے ہیں صراط　　ہے بغیر ان کے قیام انصاف کا بس کالعدم

تشریح : یعنی جس طرح قیامت کے دن صراط سچے اور جھوٹے کا فیصلہ کردے گا اور میزان عدل نیک وبد کا تصفیہ کردے گی اسی طرح قرآن حق وباطل اور خیر وشر کا فیصلہ کرتا ہے اور اس کے بدون قیامِ عدل ممکن ہی نہیں۔ میزان حق ہے۔ اس پر لوگوں کے اعمال نیک وبد تولے جائیں گے نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے، دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔ صراط حق ہے۔ یہ ایک پُل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے

سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیا ومرسلین، پھر یہ اُمّت پھر اور اُمتیں گزریں گی حسبِ اختلافِ اعمال پُلِ صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندا اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سُرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ عزوجل) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے لٹکتے ہوں گے جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑلیں گے، مگر بعض تو زخمی ہوکر نجات پاجائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرادیں گیا اور یہ ھلاک ہوا۔

یہ تمام اھلِ محشر تو پُل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پُل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمّتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کررہا ہے۔ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ، الٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریے	کہ ہے رب سلم صدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
رب سلم کی ڈھارس سے	پل سے پار کراتے یہ ہیں
جلتی جان بجھاتے یہ ہیں	روتی آنکھ ہنساتے ہیں
رنگے بے رنگوں کا پردہ	دامن ڈھک کے چھپاتے یہ ہیں
کہہ دو رضا سے خوش ہو خوش رہ	مژدہ رضا کا سناتے ہیں

اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پُل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ (بہار شریعت حصہ اول)

١٦/١٠٣	لا تَعْجَبَنْ لِّحَسُودٍ رَّاحَ يُنْكِرُ هَا تَجَاهُلاً	وهو عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

ترجمہ: (اگر) کوئی حاسد جو بڑا ماہر اور سمجھ دار ہونے کے باوجود جان بوجھ کر جاہل بن جائے اور قران کی برکات وفضائل کا انکار کرنے لگے تو تمہیں تعجب نہ ہونا چاہیے۔

مت تعجب کر تو حاسد پر جو ہے انکار اسے ہے تجاہل اس کا، گرچہ ہے وہ پکا ذی فہم

تشریح: باوجودیکہ قرآن منافع دینی ودنیوی اور گونا گوں فضائل واعجاز پر مشتمل ہے۔ مگر پھر بھی اگر کوئی حاسد تجاھُلِ عارفانہ کر کے اس کا انکار کرے تو تُو ہرگز تعجب نہ کر۔ اور تعجب نہ کرنے کی وجہ اگلے شعر میں بیان کی جارہی ہے

الفاظ معنی: (لاتعجبن) باب فتح، فعل مضارع منفی بنون خفیفہ صیغہ واحد مذکر حاضر، تعجب کرنا (حسود) حاسد کی جمع (راح) ہونا (ینکر) باب افعال، انکار کرنا (تجاھل) باب تفاعل سے مصدر، جان بوجھ کر جاہل بن جانا (عین) بالکل، اصل (حاذق) ماہر (فھم) بہت بڑا سمجھدار

104/17	قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ	وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

ترجمہ : (کیونکہ) کبھی کبھی آشوبِ چشم کی وجہ سے آنکھ سورج کی روشنی کا انکار کر دیتی ہے اور منہ مرض کے باعث پانی کے مزے کو پسند نہیں کرتا (اور اسے کڑوا سمجھتا ہے)

روشنی سورج کی کیونکر دیکھتی بیمار آنکھ ذائقہ کیا آبِ شیریں کا ملے جب ہو سقم

تشریح : یعنی جس طرح جسمانی امراض کے مریض عام منفعت بخش اشیاء کو بھی برا سمجھتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو بظاہر صاحبِ فہم وعقل خیال کیے جاتے ہیں روحانی بیماری کے باعث قرآن جیسی کتاب کے محاسن وفضائل کے منکر ہو جاتے ہیں۔

الفاظ معنی: (رمد) آشوب چشم (فم) منہ (طعم) مزہ، ذائقہ (سقم) مرض، بیماری

ساتویں فصل

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

1/105	یا خَیْرَ مَنْ یَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَہٗ		سَعْیًا وَفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَیْنُقِ الرُّسُمِ

ترجمہ : اے وہ سب سے بہترین ہستی! سائلین ارادہ کرتے ہیں جن کے صحن کا پاپیادہ دوڑتے ہوئے اور تیز رفتار اونٹنیوں پر

اے شہ والا ترے دربار میں آتے ہیں سب		پا پیادہ اور سوار اِشترانِ تازہ دم	

تشریح : گزشتہ اشعار میں طرز کلام غائبانہ تھا اب جب کہ غایت اشتیاق نے بے تاب کردیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کا شرف حاصل کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔اے بے مثل وبے مثال ذات! آپ کے در اقدس پر سائل اپنی حاجتیں اور امیدیں لے کر ننگے پاؤں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے ہیں۔ہر وقت مرادیں پانے والوں کا رش لگا رہتا ہے

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو	کرسی سے اونچی کرسی اس پاک در کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک	حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
گھڑیاں گنی ہیں برسوں کی یہ شُب گھڑی پھری	مر مر کے پھر یہ بسل مرے سینے سے سَر کی ہے
ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ	او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام	یوں بندگی زلف ورخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے	رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب	بے حکم کب مجال پرندے کو پَر کی ہے
اے وائے بیکسی تمنا کہ اب امید	دن کو نہ شام کی ہے نہ شب کو سحر کی ہے
یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروڑوں کی آس جائے	اور بارگاہ مرحمت عام تر کی ہے
معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار	عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

الفاظ معنی : (یا) "کلمة" یا وضعت لنداء البعید وقدینادی بها القریب تنزیلا له منزلة البعید اما اجلا لا له کما فی قول الداعی یا اللہ ویارب وهو اقرب الیه من حبل الورید والساحة من قبیل ذکر المحل وارادة الحال والمعنی یاخیر من قصد السائلون ذاته ونفسه (یمم) قصد کرنا (عافون) عاف کی جمع بمعنی سائل (ساحۃ) صحن، حریم (سعی) دوڑنا (متون) متن کی جمع پیٹھ (اینق) ناقۃ کی جمع اونٹنی بتقدیم الیاء علی النون اصله انوق جمع ناقة (رسم) رسوم کی جمع بمعنی نشاناتِ قدم الانیق الرسم (وہ اونٹنی جو زور زور سے زمین کو روندے اور زمین میں نشانِ قدم بنائے) تیز رفتار اونٹنی۔

۲/106	وَمَنْ هُوَالآيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ		وَمَنْ هُوَالنِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

ترجمہ : (اے وہ ذات جو) صاحبِ فہم و تدبُّر کے لیے (اللہ کی) بہت بڑی نشانی ہے اور غنیمت شمار کرنے والے کے لیے (اللہ کی) بہت بڑی نعمت ہے۔

تشریح : اے وہ ذات جو منصف پسند اور ہدایت قبول کرنے والوں کے لئے آیت کبری ہے۔ اور قدر و منزلت سمجھنے والوں کے لئے نعمت عظمی ہے۔ آپ پوری قدر و منزلت کے ساتھ معراج کے لئے روانہ ہوئے۔

الفاظ معنی : (آیۃ) نشانی (الکبریٰ) بڑی (معتبر) باب افتعال سے اسم فاعل، غور و فکر کرنے والا، عاقل، صاحب فہم (النعمۃ العظمی) بڑی نعمت (مغتنم) باب افتعال سے اسم فاعل غنیمت سمجھنے والا۔

۳/107	سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيلاً اِلىٰ حَرَمٍ		كَمَا سَرٰى الْبَدْرُ فِى دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

الفاظ معنی : (یہ شعر جوابِ ندا ہے۔ پچھلے دو شعر ندا تھے) (سریت) سَرٰی یَسْرِیْ سُرًی (ض) رات میں چلنا (حرم) حرمِ اول سے کعبہ مراد ہے جہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور حرمِ دوم سے بیت المقدس مراد ہے (بدر) چودھویں کا چاند (داج) تاریکی (ظلم) ظلمۃ کی جمع بمعنی تاریکی۔

ترجمہ : آپ نے رات کے وقت حرمِ کعبہ سے حرم بیت المقدس تک یوں سفر کیا جیسے ماہِ تمام شب کی ظلمتوں میں راہ طے کرتا ہے۔

بدر کامل جس طرح سے رات میں کرتا ہے سیر — مکہ سے اقصی گئے معراج میں شاہِ اُمم

تشریح: اس شعر میں معراج کا ذکر ہے۔قرآن مجید میں معراج کا تذکرہ یوں ہے۔

"سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے (سورہ بنی اسرائیل، پ ۱۵، آیت ۱)

دینی بھی دنیوی بھی کہ وہ سرزمینِ پاک وحی کی جائے نزول اور انبیاء کی عبادت گاہ اور ان کا جائے قیام وقبلہ عبادت ہے اور کثرتِ انہار واشجار سے وہ زمین سرسبز وشاداب اور میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش و راحت کا مقام ہے۔معراج شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسّر نہیں۔

نبوّت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے نوازے گئے مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی مکّہ مکرّمہ سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصّہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکِر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیثِ صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِّ تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں اس کا منکِر گمراہ ہے، معراج شریف بحالتِ بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلّہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں۔نصوصِ آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہامِ فاسدہ مَحض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات مَحض بے حقیقت ہیں۔حضرت جبریل کا براق لے کر حاضر ہونا، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غایت اکرام و احترام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا، بیت المقدس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کی امامت فرمانا پھر وہاں سے سیرِ سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، جبریلِ امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کو کھلوانا، ہر ہر آسمان پر وہاں کے صاحبِ مقام انبیاء علیہم السلام کا شرفِ زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی تکریم کرنا، احترام بجالانا، تشریف آوری کی مبارک بادیں دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا، وہاں کے عجائب دیکھنا اور

تمام مقرّبین کی نہایتِ منازل سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا، جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی مَلَکِ مقرّب کو بھی مجال نہیں ہے جبریلِ امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا، پھر مقامِ قربِ خاص میں حضور کا ترقیاں فرمانا اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچنا کہ جس کے تصوّر تک خَلق کے اوہام وافکار بھی پرواز سے عاجز ہیں، وہاں موردِ رحمت وکرم ہونا اور انعاماتِ الٰہیہ اور خصائصِ نِعَم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوتِ سمٰوٰت وارض اور ان سے افضل و برتر علوم پانا اور امّت کے لئے نمازیں فرض ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت فرمانا، جنّت ودوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اور اس واقعہ کی خبریں دینا، کفّار کا اس پر شورشیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور مُلکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیّتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا، حضور کا سب کچھ بتانا، اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا، یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان اور ان کی تفاصیل سے مملو ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مختصر تذکرہ معراج

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت کھلی اور ناگہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام چند فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور آپ کو حرم کعبہ میں لے جا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلبِ انور کو نکال کر آبِ زمزم سے دھویا پھر ایمان وحکمت سے بھرے ہوئے ایک طشت کو آپ کے سینے میں انڈیل کر شکم کا چاک برابر کر دیا۔ پھر آپ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لائے۔ براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ بیت المقدس پہنچ کر براق کو آپ نے اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے پھر آپ نے تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کو جو وہاں حاضر تھے دو رکعت نماز نفل جماعت سے پڑھائی۔ (تفسیر روح البیان جلد ۵)

جب یہاں سے نکلے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے شراب اور دودھ کے دو پیالے آپ کے سامنے پیش کیے آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پسند فرمایا اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھالیتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو ساتھ لے کر آسمان پر چڑھے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان میں حضرت یحیٰی وحضرت عیسیٰ

علیہما السلام سے جو دونوں خالہ زاد بھائی تھے ملاقاتیں ہوئیں اور کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ بوقتِ ملاقات ہر پیغمبر نے "خوش آمدید !اے پیغمبر صالح" کہہ کر آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ اس درخت پر جب انوار الٰہی کا پرتو پڑا تو ایک دم اس کی صورت بدل گئی اور اس میں رنگ برنگ کے انوار کی ایسی تجلی نظر آئی جن کی کیفیتوں کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام یہ کہہ کر ٹھہر گئے کہ اب اس سے آگے میں نہیں بڑھ سکتا۔ پھر حضرت حق جل جلالہ نے آپ کو عرش بلکہ عرش کے اوپر جہاں تک اس نے چاہا بلا کر آپ کو باریاب فرمایا اور خلوت گاہ راز میں نازو نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت الفاظ کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی کے رمز و اشارہ میں خداوند قدوس نے اس حقیقت کو بیان فرما دیا ہے۔

بارگاہ الٰہی میں بے شمار عطیات کے علاوہ تین خاص انعامات مرحمت ہوئے جن کی عظمتوں کو اللہ و رسول کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

(۱) سورہ بقرہ کی آخری آیتیں۔ (۲) یہ خوشخبری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ہر وہ شخص جس نے شرک نہ کیا ہو بخش دیا جائے گا۔ (۳) امت پر پچاس وقت کی نماز۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان خداوندی عطیات کو لے کر واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی امت سے ان پچاس نمازوں کا بار نہ اٹھ سکے گا لہٰذا آپ واپس جائیے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے چند بار آپ بارگاہ الٰہی میں آتے جاتے اور عرض پرداز ہوتے رہے یہاں تک کہ صرف پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میرا قول بدل نہیں سکتا۔ اے محبوب !آپ کی امت کے لیے یہ پانچ نمازیں بھی پچاس ہوں گی۔ نمازیں تو پانچ ہوں گی مگر میں آپ کی امت کو ان پانچ نمازوں پر پچاس نمازوں کا اجر و ثواب عطا کروں گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ملکوت کی اچھی طرح سیر فرما کر اور آیات الٰہیہ کا معاینہ و مشاہدہ فرما کر آسمان سے زمین پر تشریف لائے اور بیت المقدس میں داخل ہوئے اور براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے بیت المقدس سے مکہ تک کی تمام منزلوں اور قریش کے قافلہ کو بھی دیکھا۔ ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں پہنچ کر چونکہ ابھی رات کا کافی حصہ باقی تھا سو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے اور جب رات کے واقعات کا آپ نے قریش کے سامنے تذکرہ فرمایا تو رؤسائے قریش کو سخت تعجب ہوا یہاں تک کہ بعض کور باطنوں نے آپ کو جھوٹا کہا اور بعض نے مختلف سوالات کیے چونکہ اکثر رؤسائے قریش نے بار بار بیت المقدس کو دیکھا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں اس لیے امتحان کے طور پر ان لوگوں نے آپ سے بیت المقدس کے در و دیوار اور اس کی محرابوں وغیرہ کے بارے میں سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کی نگاہ نبوت کے سامنے بیت المقدس کی پوری عمارت کا نقشہ پیش فرما دیا۔ چنانچہ کفار قریش آپ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آپ عمارت کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے جاتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، کتاب الانبیاء، کتاب التوحید، باب المعراج وغیرہ مسلم باب المعراج وشفاء وتفسیر روح المعانی)

مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمِ		وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً	108/۴

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معراج کی) رات (یوں) گزاری کہ ترقی (کی منازل طے) کرتے رہے تا آنکہ آپ قرب کی انتہائی منزل پر پہنچ گئے جہاں تک (پہنچنا) نہ تو کسی کے ادراک میں آ سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا قصد کر سکتا ہے۔

تشریح: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں سفر کرتے کرتے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پہنچنے کا نہ کسی کو گمان ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا ارادہ ہی کر سکتا ہے یعنی مقام قاب قوسین تک آپ تشریف لے گئے

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے	سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے	خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
عجب گھڑی تھی کہ وصل فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے	حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے	وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر

الفاظ معنی : (بتّ) بَاتَ یَبِیتُ بمعنی شب بسر کرنا سے (ترقی) رَقِیَ یَرْقٰی(س) چڑھنا (نلت) نَالَ یَنَالُ نَیْلًا(س) پانا (منزلۃ) مرتبہ، درجہ (لم تدرک) یہ ہے انتہائے قرب سے یہ دراصل قابی قوس ہے (قابی دوقاب، اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا ہے ورنہ یہ قابین تھا قوس کمان کو کہتے ہیں ہر کمان میں دوقاب ہوتے ہیں اور قاب مابین قبضہ کمان اور خانہ کمان کو کہتے ہیں) یعنی کمان کے دوقابوں میں جتنا کم فاصلہ ہوتا ہے معراج میں اتنا ہی فاصلہ تھا یعنی احد واحمد میں انتہائے قرب تھا (لم تدرک) صیغہ واحد مونث غائب فعل مجہول، سمجھنا (لم ترم) رَامَ یَرُوْمُ رَوْمًا(ن) سے فعل مضارع مجہول نفی حجد بلم صیغہ واحد مونث ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے منزلۃ، قصد کرنا، ارادہ کرنا

5/109	وَقَدَّمَتْکَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ بِھَا	وَالرُّسُلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ

ترجمہ : اور آپ کو تمام نبیوں اور رسولوں نے یوں اپنا پیشوا بنایا جیسے خُدَّام اپنے آقا کو آگے کرتے ہیں۔

تشریح: اس شعر میں بیت المقدس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرنے کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس پہنچ کر براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے پھر آپ نے تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کو جو وہاں حاضر تھے دو رکعت نماز نفل جماعت سے پڑھائی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہوں معنی اوّل آخر کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مقتدی ہیں سارے انبیاء مصطفی امام ہوگئے

الفاظ معنی : (قدمت) باب تفعیل، مقدم کرنا، قائد بنایا (جمیع) تمام (مخدوم) جس کی خدمت کی جائے، آقا (خدم) خادم کی جمع ہے۔

6/110	وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِھِمْ	فِیْ مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

الفاظ معنی : (تخترق) باب افتعال، کاٹنا، راستہ طے کرنا اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے (السبع) سات (اطباق) طبق کی جمع ہے السبع الطباق سات طبقے، سات آسمان (بھم) ضمیر کا مرجع جمیع الانبیاء والرسل ہے، انبیاء و رسل کے ساتھ (موکب) سواروں کی جماعت یہاں اس سے جماعت ملائکہ مراد ہے (علم)

جھنڈا۔ صاحب العلم (علم والے) سے مراد سردار اور قائد ہے۔

ترجمہ : اور آپ (اے معراج کے دولھا) ساتوں آسمانوں کو تمام انبیاء و رسل کے ہمراہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ ان کے قائد (کی حیثیت میں) طے کرتے رہے

تشریح : اس شعر میں اشارہ اس روایت کی طرف کہ معراج کے دولھا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حضرت جبریل مجھے آسمان کی طرف لے گئے پس جب میں آسمان دنیا کے پاس پہنچا تو جبریل امین نے خازنِ آسمان سے کہا دروازہ کھولو اندر سے آواز آئی کون؟ جواب دیا جبریل۔ کہا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پوچھا بلائے گئے ہیں۔ جواب دیا بلائے گئے ہیں۔ پس دروازہ کھولا گیا تو میں نے ایک معزز شخص کو بیٹھے دیکھا جن کے دائیں جانب سفید چہرے والے لوگ تھے اور الٹی جانب سیاہ چہرے والے۔ جب یہ بزرگ سیدھی جانب دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں طرف دیکھتے تو آنسو بہاتے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح کہ کر جواب دیا میں نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں عرض کی یہ ابوالبشر آدم (علیہ السلام) ہیں۔ آپ نے تھوڑی دیر پہلے جو منظر ملاحظہ فرمایا اس میں سیدھی جانب والے ان کی اولاد میں سے جنتی تھے اور بائیں جانب والے جہنمی تھے۔

پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا جبریل امین نے خازنِ آسمان سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ آواز آئی کون؟ جواب دیا جبریل۔ کہا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پوچھا بلائے گئے ہیں۔ جواب دیا بلائے گئے ہیں۔ پس دروازہ کھولا گیا تو وہاں میری ملاقات یحی و عیسی (علیہما السلام) سے ہوئی پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا وہاں میری ملاقات حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ہوئی پھر مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا وہاں میری ملاقات حضرت ادریس (علیہ السلام) سے ہوئی پانچویں آسمان پر میں حضرت ہارون (علیہ السلام) سے ملا چھٹے پر حضرت موسی (علیہ السلام) اور ساتویں پر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے میری ملاقات ہوئی۔ (گویا تمام آسمان پر انبیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑے تھے (شرح خرپوتی)

111/7	حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِّمُسْتَبِقٍ		مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًی لِّمُسْتَنِمِ

الفاظ معنی : (لم تدع) وَدَعَ یَدَعُ وَدْعًا (ف) فعل مضارع نفی جحد بلم۔ ترک کرنا، چھوڑنا (شَاوًا) انتہاء، غایت (مستبق) سبقت لے جانے والا، اسم فاعل (دنو) قرب، نزدیکی (مرقی) آگے بڑھنے کی جگہ، موضع ترقی یہ ظرف مکان ہے (مستنم) بلندی کا طلبگار، اسم فاعل۔

ترجمہ : تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سبقت لے جانے والے کے لیے قرب کی کوئی غایت اور بلندی کے طلبگار کے لیے ترقی کا کوئی مقام نہیں چھوڑا۔

مرتبہ باقی نہ رکھا بڑھنے والوں کے لئے ہر بلند وپست پر تھا آپ کا فیض قدم

تشریح : یعنی آپ بلندی کی اس انتہا کو پہنچے کہ اس سے آگے کوئی بلندی ہی نہیں، کوئی قرب ہی نہیں۔ کوئی اس مقام تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ نیز اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں سدرۃ المنتہی پہنچے جہاں ایک درخت تھا جسے سِدرہ کہتے ہیں جس کے پتے ہاتھی کے کان برابر تھے عرض کی حضور یہ میرا آخری ٹھکانہ ہے اگر یہاں سے میں انگلی کے پورے بھر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں۔

تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے
چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے
جھلک سے اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

112/8	خَفَضْتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ		نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

الفاظ معنی : (خفضت) خَفَضَ یَخْفِضُ (ض) پست کر دینا (اضافۃ) نسبت (نودیت) نَادٰی یُنَادِی مُنَادَاۃ سے فعل ماضی مجہول۔ آواز دینا (رفع) بلندی (مفرد) یکتا، اکیلا (علم) مشہور، بلند مرتبہ۔

ترجمہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے کمالات وفضائل) سے ہر مقام کو پست کر دیا اس شخص کی طرح جو اپنی قوم میں یکتا اور عالی مرتبت ہو جب کہ آپ کو ندا دی گئی بلندی (معراج) کی۔

کردیئے پست آپ نے سب کے مدارج اور مقام　جب ہوئے مدعو بلندی پر یگانہ با حشم

تشریح: یعنی اللہ نے آپ کو اپنی قربت کی عزت بخش کر اتنے بلند مقام پر فائز کردیا کہ اس کے تناسب سے ہر مقامِ رفعت پست تر ہو گیا۔

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مجد　نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی　کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے　پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الی کہاں تھا　یہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے　جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
اٹھے جو قصر دنا کے پردے کوئی خبر دے تو خبر دے　وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

9/113	كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَیِّ مُسْتَتِرٍ		عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُكْتَتِمِ

ترجمہ: (یہ قرب الٰہی کی ندائے ربانی اس لیے تھی) تا کہ آپ بہرہ وَر ہوں ایسے وصال سے جو آنکھوں سے بہت پوشیدہ ہے۔ اور ایسے راز سے جو نہایت چھپا ہوا ہے

تا کہ ہوں اَسرارِ پوشیدہ سے واقف بعدِ وصل　حق نے ظاہر کردیئے سب راز از فضل و کرم

تشریح: معراج پر بلانے کی علت و غایت بیان کی جارہی ہے کہ یہ سب نوازشیں اس لئے تھیں تا کہ آپ کو وہ وصل عطا کیا جائے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اور وہ راز آپ پر منکشف کئے جائیں جس کا علم مخلوق کو نہیں۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے　عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر　اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
ادھر سے تھی نذر شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں　سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوے پرنور میں پڑے تھے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کہ کروڑوں منال میں جلوہ کر کے　ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے
نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت　اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے داں بٹے تھے

الفاظ معنی : (کَی) تاکہ (ما) زائدہ (تفوز) فَازَ یَفُوْزُ (ن) کامیاب ہونا (وصل) وصال (ای) وصل مستتر کی صفت ہے بمعنی کامل وصل (مستتر) پوشیدہ، مخفی (سر) راز (مکتتم) پوشیدہ، نہاں یہ اصل میں ای سر مکتتم (کامل راز) ہے

10/114	فَحُزْتَ کُلَّ فِخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ		وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمٍ

ترجمہ : پس آپ نے بلاشرکت (غیر) ہر قابل فخر بات (اپنی ذات میں) جمع کر لی اور ہر (بلند) مقام سے بلا کسی بھیڑ کے آگے بڑھ گئے۔

ہر بزرگی غیر شرکت جمع کر لی آپ نے　　طے کیے سب مرتبوں کو آپ غیر مُزْدَحِم

تشریح : آپ کے فضائل وکمالات میں کوئی آپ کا شریک نہیں کیونکہ آپ نے ہر خوبی اپنی ذات میں جمع کر لی ہے۔ نیز اس میں اشارہ ہے سدرۃ المنتھی کے واقعہ کی طرف جب حضرت جبرائیل سدرہ پر آکر رک گئے تھے اور عرض کی حضور یہاں سے آگے آپ اکیلے جائیں۔

الفاظ معنی : (حزت) حَازَ یَحُوْزُ حَوْزًا (ن) جمع کرنا (فخار) قابل فخر بات مثلاً محاسن وفضائل (جزت) آگے بڑھنا (مزدحم) مزاحمت، بھیڑ

11/115	وَجَلَّ مِقْدَارُ مَاوُلِّیْتَ مِنْ رُتَبٍ		وَعَزَّ اِدْرَاکُ مَا اُوْلِیْتَ مِنْ نِعَمٍ

ترجمہ : جن رتبوں پر آپ کو فائز کیا گیا وہ بلند قدر ہیں اور جو نعمتیں آپ کو عطا کی گئیں ان کا ادراک (جان لینا) مشکل تر ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو بلند مقام ومرتبہ عطا کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وہ نعمتیں دی گئی ہیں جسے سمجھنا بھی ایک دشوار امر ہے۔

ہیں عظیم الشان رُتبے جو ملے سرکار کو　　ہیں پَرے ادراک کے جو کچھ ہوئے حاصل نِعَم

الفاظ معنی : (جل) یَجِلُّ جَلَالَۃً (ض) بڑا ہونا، عظیم ہونا (مقدار) قدر (ولیت) وَلّٰی یُوَلِّی تَوْلِیَۃً (تفعیل) سے صیغہ واحد مذکر حاضر، والی بنانا (رتب) رتبۃ کی جمع (عز) باب نصر، مشکل ہونا (ادراک) جاننا پالینا (اولیت) آپ کو دیا گیا، عطا کیا گیا (نعم) نعمۃ کی جمع۔

۱۲/116	بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الاسلامِ اِنَّ لَنَا		مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْناً غیرَ مُنْهَدِمِ

الفاظ معنی: (بشریٰ) بشارت، خوش خبری، مژدہ (معشر) جماعت یہ منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا حرف ندا محذوف ہے یعنی یا معشر الاسلام (اے مسلمانوں کی جماعت)۔ (رکن) ستون، سہارا جمع ارکان (غیر منهدم) نہ گرنے والا۔

ترجمہ: اے مسلمانوں کی جماعت خوش خبری ہو کہ ہمیں عنایت (الٰہی) کا ایک ایسا ستون اور سہارا (ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت میں عطا کیا گیا جو گرنے والا نہیں ہے۔

تشریح: یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونا ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ ہمیں خدا کے فضل سے ایک ایسا سہارا مل گیا جسے زوال نہیں۔ جو دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائیں ہیں اس کے مٹنے کا کوئی خوف نہیں یہ شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔

۱۳/117	لَمَّادَعَا اللّٰهُ دَاعِینَا لِطَاعَتِهِ		بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

الفاظ معنی: (دعا) دَعَا یَدْعُو دَعْوَةً (ن) بلانا، پکارنا (داعینا) ہمارے داعی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) (اکرم الرسل) رسولوں میں سب سے زیادہ شریف و باعزت (امم) امت کی جمع ہے۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کی طرف ہمیں بلانے والے (محبوب) کو اکرم الرسل کہہ کر پکارا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف ہو گئے

جب کہ ان کو حق نے خود خیر الرُسُل فرمادیا — طاعتِ حق کے سبب ہم ہوگئے خیر الامم

تشریح: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرم الرسل ہونا ہمارے اکرم الامم ہونے کا سبب ہے کیونکہ امت اپنے نبی کے تابع ہوتی ہے اور نبی متبوع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تابع کی اکرمیت و افضلیت کا انحصار متبوع کی اکرمیت و افضلیت پر ہوتا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کی خواہش کو اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی ہے چنانچہ قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح ''شرح خرپوتی'' میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی امت کو ملنے والے فضائل و برکات سن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی "قال موسی (علیہ السلام) اجعلنی من امۃ ذلک النبی" اے رب میرے مجھے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دے۔

آٹھویں فصل

جهاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

كَنَبْـأَةٍ اَجْـفَـلَـتْ غُـفَّلاً مِنَ الْغَنَمِ		رَاعَـتْ قُلُوْبَ الْعِدٰى اَنْبَاءُ بِعْثَتِهٖ	1/118

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبروں سے دشمنوں کے دل (ایسے) ڈر گئے جیسے شیر کی دھاڑ سن کر غافل بکریاں ڈر جاتی ہیں۔

سن کے بعثت کی خبر تھرّا گئے اَعداء کے دل　　شیر کی آواز سے جیسے ڈرے غافل غنم

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نشانیوں کو دیکھ کر کفار کے دل دہل گئے جیسے شیر کی دھاڑ سن کر بے خبر بکریاں ڈر جاتی ہے۔اس شعر میں تذکرہ ہے اس رعب و دبدبہ کا جو اللہ تعالی کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی۔چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلما رشاد فرماتے ہیں "نصرت بالرعب مسیرۃ شھر" اللہ تعالی نے مجھے ایسا رعب وجلال دیا ہے کہ ایک مہینے کی مسافت پر بھی کوئی ہو تو اس پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔یہی رعب و دبدبہ و جلال تھا کہ مکہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔

الفاظ معنی : "راعت" رَاعَ يَرُوْعُ رَوْعًا(ن) ڈرانا خوف زدہ کر دینا "العدی" عین پر کسرہ ہے اسم مقصور عدو کی جمع ہے اس سے مراد دین کے دشمن یعنی کفار و مشرکین ہیں "الا نبـاء" نبا کی جمع ہے، خبر "البـعثة" مصدر ہے، رسالت و نبوت۔"النبـأة" شیر کی آواز "الـغفل" بضم الغین غافل کی جمع "الـغنم" اسم جنس کثیر و قلیل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ترکیب: "قلوب العدی" مفعولِ راعت "الا نباء" فاعلِ راعت "بعثته" ضمیر کا مرجع ذات سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اجفلت کا جملہ نباۃ کی صفت ہے "غفلا" مفعولِ اجفلت۔

حتّٰی حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰی وَضَمِ		مَـازَالَ يَـلْـقَاهُمْ وفِی كُلِّ مُعْتَرَكٍ	2/119

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معرکہ میں کافروں کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ دشمن نیزوں کے

پے در پے وار کے سبب تختۂ قصاب پر رکھے ہوئے گوشت کے مشابہ ہو گئے

جنگ کے میدان میں کفار کی حالت نہ پوچھ ۔۔۔ جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے کندوں پر لحم

تشریح : یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ جل جلالہ کا نام بلند) کرنے کے لئے کفار سے برابر جنگ کرتے رہے۔ اس شعر میں اصحاب نبی کو قصاب سے اور کفار کو بکری سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے نیزوں کو کمال شجاعت میں قصاب کے اوزار سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی دشمنوں کے دل انتہائی خوف میں تھے اور ان کی لاشیں صحابہ کے نیزوں پر ایسی لٹک رہی تھی جیسے قصاب کا گوشت سلاخوں پر لٹکتا ہے۔

الفاظ معنی : "مازال" افعال ناقصہ، ہمیشہ "یلقی" لَقِیَ یَلْقٰی لِقَاءً وَمُلَاقاۃ، ملنا یہاں مراد مقابلہ کرنا۔ "المعترك" اسم مفعول معرکۃ "حکوا" من حَکٰی یَحْکِی (ض) مانند ہونا، مشابہ ہونا "قنا" بفتح القاف قناۃ کی جمع نیزہ "ضم" بفتحتین وہ لکڑی جس پر کٹا ہوا گوشت رکھتے ہیں جیسے کندہ، مُڈی۔

ترکیب: "یلقا" ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ضمیر مفعول راجع بسوئے کفار "حتی" متعلق مقدر ای کان بمقدر ای کان یلقاھم فی کل معترک ویقتلھم حتی حکوا "حکوا" ھم ضمیر فاعل راجع بسوئے کفار یعنی شابہ الکفار "بالقنا" با برائے سبیت وفیہ حذف مضاف ای بسبب ضرب القنا "لحما" مفعول حکوا "علی وضم" ظرف متقر اور صفت لحما۔

۳/120	وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوْا يَغْبِطُوْنَ بِهِ		اَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

ترجمہ : (کفار نے میدان جنگ سے) فرار ہو جانے کی تمنا کی۔ وہ (گویا) اپنے ان اعضاء کے ٹکڑوں پر رشک کر رہے تھے جنہیں باز اور گدھ لے اڑے۔

جنگ کی دہشت سے ان کو بھاگنا منظور تھا ۔۔۔ آرزو رکھتے تھے کھالیں چیل و گدھ ان کا لحم

تشریح : یعنی کم از کم وہ اعضاء جنہیں پرندے لے اڑے تھے مسلمانوں کی تلواروں کی زد سے باہر تھے اس لئے بھاگتے ہوئے کفار ان پر بھی رشک کر رہے تھے کہ کاش وہ بھی ان اعضائے بریدہ کی طرح ان حملوں کی زد سے باہر ہوتے۔

الفاظ معنی : "ودوا" وَدَّ یَوَدُّ (س) تمنا کرنا، محبت کرنا "کاد" افعال مقاربہ ای قربوا "یغبطون" غبط یغبط (ض،س) رشک کرنا "اشلاء" شلو کی جمع گوشت کا ٹکڑا "شالت" بلند ہونا "العقبان" بکسر العین عقاب کی جمع باز، شکرہ "الرخم" بفتحتین رخمۃ کی جمع گدھ کی طرح کا مردار خور جانور۔

121/۴	تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَہَا		مَالَمْ تَکُنْ مِنْ لَیَالِی الْاَشْھُرِ الْحُرُمِ

الفاظ معنی : "تمضی" مَضٰی یَمْضِی (ض) گزرنا۔ (لیالی) لیلۃ کی جمع و فی اللیالی تغلیب المؤنث علی المذکر اعنی الایام فانہ وان کان الاصل تغلیب المذکر علی المؤنث کما فی الآیات الکثیرۃ کقولہ تعالیٰ (یاایھاالذی آمنوا) لکن غلب ھھنا علی خلاف الاصل بناء علی الاصل ولان فی ذکر اللیالی ایماء الی سوء حال اوقاتھم فان فیہ اشارۃ الی ان حالھم فی اللیالی التی ھی اوقات الاستراحۃ کانت کذلک فیکف زمان ایامھم المخلوطۃ بالکدورات "یدرون" جاننا "العدۃ" بکسر العین عدد، میعاد (ھا) ضمیر راجع لیالی کی طرف "الا شھر" جمعِ شھر مہینہ "الحرام" بفتحتین جمع حرام مقدس، مبارک

الترکیب : "اللیالی" فاعلِ تمضی "ولا یدرون" واو برائے حال "عدتھا" مفعولِ یدرون "مالم تکن" ظرفیۃ مصدریۃ ای دوام لم تکن وضمیر المؤنث فی تکن راجع الی اللیالی "من" متعلق لم تکن "الحرم" صفتِ اشھر۔

ترجمہ : (کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ وجلال سے اس قدر بدحواس تھے کہ) وقت گذرتا جاتا پر وہ لوگ اس کی مدت و میعاد بھی نہ جان پاتے (وہ صرف) ان مہینوں کے دن رات سے واقف تھے جن میں جنگ وجدل حرام قرار دی گئی ہیں (کیونکہ انہیں ان مہینوں میں جنگ کا ڈر نہ تھا)۔

خوف کے باعث انہیں دن رات کا نہ ہوش تھا ہاں سوا راتوں کے جن کے ہیں مہینے محترم

تشریح : یعنی مجاہدین کی پے درپے وار کے خوف سے کفار دن ورات کی پہچان بھی بھول گئے تھے ان کے شب وروز مسلمانوں کے حملے سے بچنے ہی کی تدبیر میں گزرتے وہ صرف ان چار مہینوں کے دن رات سے واقف تھے جن میں قتال ممنوع تھا۔ چار حرمت والے مہینوں کا تذکرہ قرآن کریم میں کچھ یوں ہے

" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ " بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے (پ۱۰، سورہ توبہ)

تین متّصِل ذوالقعدہ وذوالحجہ، محرّم اور ایک جدا رَجب۔ عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی حرمت وعظمت اور زیادہ کی گئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۵/122	كَاَنَّمَا الدِّیْنُ ضَیْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ	بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰی لَحْمِ الْعِدٰی قَرِمٍ

ترجمہ: گویا دین ایک مہمان ہے جو (صحابہ کرام) کے گھروں میں اترا ایسے سردار کے ساتھ جو دشمن کے گوشت کا مشتاق ہے۔

لشکر اسلام تھا مہمان ان کے صحن میں چاہتا تھا ہر نفس مل جائے دشمن کا لحم

تشریح: اس شعر میں دین کو مہمان سے تشبیہ دی گئی ہے پس دین مشبہ اور مہمان مشبہ بہ ہے یعنی جس طرح کسی کے آنگن میں کوئی مہمان آئے تو میزبان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مہمان کو اس کی من چاہی چیز پیش کرے اسی طرح دین بھی صحابہ کرام کے گھروں میں مہمان کی طرح آیا۔ پس صحابہ کرام کی بھی خواہش تھی کہ وہ اس مہمان کو اس کی من چاہی چیز پیش کریں اور دین کی من چاہی چیز اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والوں اور ان کی گستاخی کرنے والوں کا گوشت تھا یعنی ان کا قتل۔ کیونکہ خدا کی زمین میں خدا ہی کی عبادت ہونی چاہیے۔ یاد رکھیے کہ دین کا لفظ دین حق ودین باطل دونوں کے لئے ہوتا ہے کیونکہ دین اعتقاد کا نام ہے اور اعتقاد حق بھی ہوتا اور باطل بھی اسی واسطے کہا جاتا ہے "دین الیھود والنصاری باطل" اور دین سے یہاں مراد دین اسلام ہے کیونکہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دین سے صاحب دین یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں "ذکر المسبب وارادۃ السبب" کے قبیل سے۔

الفاظ معنی : "کان" برائے تشبیہ "ما" کافہ "الضیف" مہمان، مسافر فالدین مشبہ والضیف مشبہ بہ "حل" حَلَّ یَحِلُّ (ض،ن) اترنا "الساحۃ" صحن (ھم) کا مرجع کفار "القرم" بفتح القاف وسکون الراء سردار "القرم" بفتح القاف وکسر الراء گوشت کا شوقین۔

الترکیب : "الساحتھم" ضمیر کا مرجع کفار "حل ساحتھم" صفتِ ضیف "بکل قرم" حال من فاعل حل ای ملتبسا "الی لحم العدی" متعلقِ قرم المؤخر "قرم" صفۃ بعد صفۃ الضیف ای صفۃ لکل قرم وھو الاقرب لفظا ومعنی

۶/123	یَجُرُّ بَحرَ خَمِیسٍ فَوقَ سَابِحَۃٍ		یَرمِی بِمَوجٍ مِنَ الاَبطَالِ مُلتَطِمِ

ترجمہ : نبی کریم ﷺ ایک لشکر کو (جو) سمندر (کے مانند کثیر) ہے اور تیز رفتار (گھوڑوں پر) سوار ہے کھینچے لئے جا رہے ہیں اور بہادروں کی فوج موجوں کی مانند آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔

تیز رو گھوڑوں پہ تھا وہ لشکرِ دریا مثال جنگ کے میدان میں موجیں لگا تا دم بہ دم

تشریح : یعنی فدائیانِ اسلام کا کثیر التعداد لشکر سمندروں کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا تیز رفتار گھوڑوں پر سوار بڑھا چلا جا رہا ہے۔ اس شعر میں لشکرِ اسلام وسالارِ لشکرِ اسلام کی شان وشوکت کو بیان کیا جا رہا ہے۔ یجر کا جملہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ھو یجر اور ضمیر کا مرجع دین اور اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور ماضی سے مضارع کی طرف عدول اس خوبصورت منظر کو اجاگر کرنے کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے لشکر کو لے کر برق رفتاری سے دشمنوں کی جانب بڑھ رہے ہیں اور یہ عظیم لشکر دشمنوں پر نیزوں اور تلواروں کی بارش کر رہا ہے۔ اس شعر میں استعارہ مصرحہ ہے کہ نیزوں اور تیروں کو ہلاکت ودہشت کی بنا پر موجوں سے تشبیہ دی گئی ہے پس موج کو ذکر کیا گیا اور نیزہ وتلوار مراد لی گئی اور لفظ یرمی اس استعارے پر قرینہ ہے۔

الفاظ معنی : (یجر) باب نصر مبتدا محذوف کی خبر ھو ضمیر فاعل راجع ہے الدین کی طرف المراد بہ رسول اللہ علیہ السلام والعدول عن الماضی الی المضارع لاستحضار الصورۃ البدیعۃ اولتاخر الجر بالنظر الی ذات النبی علیہ السلام "اضافۃ البحر" الی الخمیس من اضافۃ المشبہ بہ

الی المشبه ای خمیس مثل البحر "الخمیس" لشکر "السابحة" السبح یا السبوح سے ہے تیز رفتار "الموج" من ماج البحر (ن) ای اضطرب و المراد بالموج ھھنا السهام و الرماح "الا بطال" جمعِ بطل بہادر "ملتطم" اسم الفاعل ٹکرانے والی لہریں۔

الترکیب: "بحر" مفعولِ یجر "فوق "صفتِ خمیس "سابحة" محذوف موصوف کی صفت ای خمیس کائن فوق خیل سابحة "من الابطال" ظرفِ مستقر وصفت موج یا بیانِ ملتطم "ملتطم" صفتِ موج ففی الضمیر فی الملتطم الراجع الی الموج استعارة بالکنایة.

124/ے	مِنْ کُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ	یَسْطُوْ بِمُسْتَأصِلٍ لِلْکُفْرِ مُصْطَلِمٍ

ترجمہ: (لشکرِ اسلام کا ہر مجاہد) اللہ کی دعوت پر لبیک کہنے والا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا ہے اور وہ کفر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے (اسلحہ) سے (کفار پر) پر حملہ کرتا ہے۔

اجر کی امید والے دعوتِ حق کے مرید — کفر کی بنیاد کو کیا خوب کرتے کالعدم

تشریح: اس شعر میں اس مبارک لشکر کے اوصاف کو بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ تلوار کے دھنی اور نیزوں اور تیروں کے ماہر تھے اور اخلاص کے پیکر تھے اللہ تعالی سے ثواب کے امیدوار تھے

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن	نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحراء و دریا	سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو	عجب چیز ہے لذت آشنائی

الفاظ معنی: "من کل منتدب" بدلِ الابطال "المنتدب" مصدر انتداب سے اسم فاعل پکار کا جواب دینے والا "محتسب" مصدر احتساب سے اسم فاعل ثواب کا آرزو مند ہونا "یسطو" حملہ کرنا "المستأصل" استیصال مصدر سے اسم فاعل جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا "مصطلم" اصطلام مصدر سے اسم فاعل جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا۔

الترکیب: "محتسب" صفتِ منتدب "یسطو" صفة بعد صفة او حال وضمیرہ راجع لکل منتدب "بمستأ صل" باء برائے مصاحبت یا استعانت متعلق یسطو "للکفر" متعلق بمستأ صل وفیہ مجاز حذفی ای لاهل الکفر من قبیل قوله تعالیٰ و اسئل القریة اوقلع الکفر کنایة عن قطع اهله فتدبر "مصطلم" صفتِ مستأ صل وتاکیدله۔

8/125	حتّی غَدَتْ مِلَّةُ الْاَسْلامِ وَهْیَ بِهِمْ		مِن بَعدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُولَةَ الرَّحِمِ

ترجمہ: یہاں تک کہ (صحابہ کرام کے جہاد کی بدولت) دین اسلام جوانہیں ہی سے ہے دوری کے بعد قرابت داروں سے مل گیا (یعنی اسے حامی وناصر مل گئے)

دینِ حق یوں ان کے دم سے آخرش ظاہر ہوا مل گئے بچھڑے ہوئے اور ہوگئی غربت بھی کم

تشریح: یعنی جس طرح پردیس میں مسافر بے حامی و بے مددگار رہتا ہے اور جب رشتے داروں میں پہنچ جاتا ہے تو اس حامی کو مددگار مل جاتے ہیں اور اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے ایسے ہی ابتداً اسلام کو قبول کرنے والا کوئی نہ تھا ہر طرف اسلام کے دشمن تھے ایسے وقت میں چند نفوس قدسیہ نے نا صرف اسلام قبول کیا بلکہ اس کی ترویج واشاعت میں مصروف ہوگئے اور ضرورتاً جہاد کے ذریعے اسے دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کرنے لگے گویا دینِ اسلام کو حامی وناصر مل گئے۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

الفاظ معنی: "غدت" بمعنی صارت ہونا "غربت" دوری، مسافرت "رحم" قرابت

ترکیب: "ملة الاسلام" اسمِ غدت "وهی بهم" واوحالیہ هی مبتدا بهم خبر ضمیر راجع بسوئے ملت ای والحال انها منصورة بهم "من بعد غربتها" متعلق بما بعده وضمیر المؤنث راجع الی ملة الاسلام والمراد من غربة الاسلام استغراب احیاء احکامه کل احد لعدم معرفته والمراد منها کونه لاانیس له ولا صاحب ولاحافظ ولا حامی له یواسی امره ویسعی فی مصالحه کالرجل الغریب "موصولة الرحم" خبرِ غدت۔

9/126	مَكْفُولَةً أَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ	وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

ترجمہ : ان (بہادروں) کی بدولت (ملت اسلامیہ کفار سے) ہمیشہ کے لئے بہترین باپ اور بہترین شوہر کی کفالت (پناہ) میں آگئی لہذا نہ وہ یتیم ہوئی اور نہ بیوہ

جیسے مل جائے کسی کو نیک شوہر اور پدر بیوگی کا اور یتیمی کا اُسے پھر کیا ہو غم

تشریح : یعنی غازیان دین (صحابہ کرام) اسلام کی ایسی ہی حفاظت وصیانت کرتے ہیں جیسی کہ باپ اپنے بچوں کی اور شوہر اپنی بیوی کی کرتا ہے۔ منھم کی ضمیر کا مرجع کفار ہیں یعنی ان کافروں کے شرور وضرر وفساد سے اسلام محفوظ ہوگیا اور "اب" سے مراد مجازاً واستعارتاً سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صحابہ کرام وعلمائے دین مراد ہیں اور وجہ تشبیہ ان کا مددگار اور اس کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کرنا جیسے باپ اولاد کی اور شوہر بیوی کی حفاظت کرتا ہے ان حضرات نے بھی ایسے ہی اسلام کی حفاظت کی۔ یتیم کی معنی منفرد کے ہیں اسی واسطے قیمتی موتی کو در یتیم کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انسانوں میں یتیم اسے کہتے ہیں جس کے باپ کا اس کے نابالغی میں انتقال ہوجائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی ماں مرجائے وہ یتیم ہوجاتا ہے لیکن درست پہلی بات ہے۔ اور جانوروں میں جس کی ماں مرجائے وہ یتیم ہوتا ہے (شرح خرپوتی)

الفاظ معنی : "المكفول" اسمِ مفعول كَفَلَ يَكْفِلُ (ض، ن، س) کفیل ہونا، حق کی حفاظت کرنا "الابد" ہمیشہ "البعل" شوہر، سرپرست بمعنی الزوج كما فى قوله تعالىٰ (وبعولتهن احق بردهن) الآية والمراد بخير بعل النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه وورثته من علماء امته "فتيتم" يتم يتم (س) یتیم ہونا۔

ترکیب : "مكفولة" امابالنصب اوبالرفع فعلى الاول اما بدل من موصولة اوعطف عليه بحذف حرف العطف للضرورة اوحال منها وخبرثان لغدت وعلى الثانى اما خبر مبتدأ محذوف اى هى اوهى خبر ثان لغدت تدبر 'ابدا' منصوب على الظرفية المكفولة و"منهم" متعلقِ مکفولۃ اور ضمیر راجع ہے کفار کی طرف اى من شرورهم واضرار هم وافسادهم "بخيراب" متعلقِ مکفولۃ "خير بعل" عطف ہے خیراب "فلم تيم" الفاء فيه تفريعية اى اذا كانت الملة محفوظة بخيراب دائما فلم تصريتيمة "لم تئم" عطف ہے لم تیتم۔

10/127	هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُم مُصَادِمَهُمُ		مَاذا رَاَوْا مِنْهُم و فی کُلِّ مُصْطَدَمٖ

ترجمہ : یہ (شجاعان اسلام) پہاڑ (کے مانند جم کرلڑنے والے) تھے ان کے حریفوں سے زرا پوچھو تو کہ انہوں نے ہر گھمسان کے رَن میں ان (شجاعت و بے جگری) کی کیا (شان) دیکھی ہے؟

تھے وہ مثل کوہ پوچھو دشمنوں سے ان کا حال   کچھ اگر دیکھا ہے ان کو شامل جنگ وصدم

تشریح: اس شعر میں صحابہ کرام کو پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ تشبیہ ثبات، اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہنا اور نہ بھاگنا ہے۔"فا" برائے سبب یا برائے تفریع یعنی اگر تو میری تصدیق نہیں کرتا تو پوچھ ان کے مدمقابل سے۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے		پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

الفاظ معنی : "الجبال" جمع جبل والحمل من قبیل زیداسد ووجه الشبه التمکن والثبات وعدم الفرار "فسل" فابرائے سببیت یاتفریع ای ان لم تصدقنی فسل "سل" سَأَلَ يَسْئَلُ (ف) سے امرسوال کرنا"المصادم" بضم المیم باب مفاعلہ مقابل،حریف وقیل هو بفتح المیم اسم مکان بمعنی محل الحروب "المصطدم" اسم مکان مقام جنگ۔

11/128	وَسَلْ حُنَيْنًا وسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا		فُصُوْلَ حَتْفٍ لهم اَدْهٰی مِنَ الْوَخَمِ

غریب الالفاظ : "حنینا" حنین بالضم الحاءوفتح النون مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے جہاں ۸ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبائل ہوازن کے مابین جنگ ہوئی اور کفار کو شکست فاش ہوئی "الفصول" جمع فصل،قسم "الحتف" موت "ادھی" داھیۃ سے اسم تفضیل،سخت،شدید "الوخم" بفتحتین زیادہ کھانے سے لاحق ہونے والی تکلیف،ہیضہ وهومرض عام لایسلم من ابتلی به غالبامن الموت ۔

ترکیب: "فصول" مفعولِ سل "لھم"ظرفِ مستقر وصفتِ حتف "ادھی" صفتِ فصول یاحتف "من الوخم"متعلقِ ادھی۔

ترجمہ : اور (شجاعان اسلام) کے کارناموں کو ذرا حنین سے پوچھو بدر سے پوچھو اور احد سے پوچھو کہ طرح طرح کی ہلاکتیں جو وباؤں سے بھی زیادہ سخت تھیں (کفار پر نازل ہوئیں)۔

پوچھ لو بدر وحُنین و اُحُد سے بھی ان کا حال   موت کے اقسام ہرگز تھے وبا سے کچھ نہ کم

تشریح: چونکہ پہلے شعروں میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا ابہام کے ساتھ ذکر کیا گیا اب موصوف نے چاہا کہ ان میں سے بعض غزوات کی قدرے تفصیل بیان کی جائے اور ان میں سے چند ایک کے بطور تبرک اسماء لئے۔ان غزوات کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

جنگِ حُنین

حنین " مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ ہوازن " بھی ہے۔اس لئے کہ اس لڑائی میں "بنی ہوازن "سے مقابلہ تھا۔فتح مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے ۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھاسکیں۔

لیکن مقام حنین میں "ہوازن "اور" ثقیف "نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے۔ان لوگوں پر فتح مکہ کا اُلٹا اثر پڑا۔ ان لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کردیا جائے۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شوال میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان وشوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ "آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔لیکن خداوند عالم عزوجل کو مسلمانوں کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔چنانچہ اس فخر و نازش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیراندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہوکر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔حضور تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہوچکے تھے۔تیروں کی بارش ہورہی تھی۔بارہ ہزار کا لشکر غائب ہوچکا تھا مگر خدا عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے استقامت میں

بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پکارا کہ "یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ" فوراً آواز آئی کہ "ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ"! صلی اللہ علیہ وسلم پھر بائیں جانب رخ کر کے فرمایا کہ "یَا لَلْمُھَاجِرِیْنَ" فوراً آواز آئی کہ "ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ"! صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ بہت ہی بلند آواز تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو۔ انہوں نے جو "یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار" اور "یَا لَلْمُھَاجِرِیْنَ" کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور اس طرح جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے کچھ قتل ہو گئے جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔ اور فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۱ غزوہ طائف)

جنگِ بدر

بدر: مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ جہاں زمانہ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جس کے مالک کا نام "بدر" تھا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام "بدر" رکھ دیا گیا۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا عظیم معرکہ ہوا

جنگ بدر کا سبب

جنگِ بدر کا اصلی سبب تو "عمرو بن الحضرمی" کے قتل سے کفار قریش میں پھیلا ہوا زبردست اشتعال تھا جس سے ہر کافر کی زبان پر یہی ایک نعرہ تھا کہ "خون کا بدلہ خون لے کر رہیں گے۔" مگر بالکل ناگہاں یہ صورت پیش آ گئی کہ قریش کا وہ قافلہ جس کی تلاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام "ذی العشیرہ" تک تشریف لے

گئے تھے مگر وہ قافلہ ہاتھ نہیں آیا تھا بالکل اچانک مدینہ میں خبر ملی کہ اب وہی قافلہ ملک شام سے لوٹ کر مکہ جانے والا ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب ومخرمہ بن نوفل وعمرو بن العاص وغیرہ کل تیس یا چالیس آدمی ہیں اور کفار قریش کا مال تجارت جو اس قافلہ میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کفار قریش کی ٹولیاں لوٹ مار کی نیت سے مدینہ کے اطراف میں برابر گشت لگاتی رہتی ہیں اور " کرز بن جابر فہری "مدینہ کی چراگاہوں تک آ کر غارت گری اور ڈاکہ زنی کر گیا ہے لہٰذا کیوں نہ ہم بھی کفار قریش کے اس قافلہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیں تا کہ کفار قریش کی شامی تجارت بند ہو جائے اور وہ مجبور ہو کر ہم سے صلح کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سن کر انصار ومہاجرین اس کے لیے تیار ہو گئے۔

مدینہ سے روانگی

چنانچہ رمضان ۲ھ کو بڑی عجلت کے ساتھ لوگ چل پڑے، جو جس حال میں تھا اسی حال میں روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ زیادہ ہتھیار تھے نہ فوجی راشن کی کوئی بڑی مقدار تھی مگر جب مکہ میں یہ خبر پھیلی کہ مسلمان مسلح ہو کر قریش کا قافلہ لوٹنے کے لئے مدینہ سے چل پڑے ہیں تو مکہ میں ایک جوش پھیل گیا اور ایک دم کفار قریش کی فوج کا دل بادل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

ابو سفیان بچ کر نکل گیا

ابوسفیان جب عام راستہ سے مڑ کر ساحل سمندر کے راستہ پر چل پڑا اور خطرہ کے مقامات سے بہت دور پہنچ گیا اور اس کو اپنی حفاظت کا پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے قریش کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ خط بھیج دیا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمیوں کو بچانے کے لئے نکل پڑے تھے اب تم اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ کیونکہ ہم لوگ مسلمانوں کی یلغار اور لوٹ مار سے بچ گئے ہیں اور جان ومال کی سلامتی کے ساتھ ہم مکہ پہنچ رہے ہیں۔

ابوسفیان کا یہ خط کفار مکہ کو اس وقت ملا جب وہ مقام "جحفہ" میں تھے۔ خط پڑھ کر قبیلہ بنوزہرہ اور قبیلہ بنوعدی کے سرداروں نے کہا کہ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا ہم لوگوں کو واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یہ سن کر ابوجہل بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہم خدا کی قسم! اسی شان کے ساتھ بدر تک جائیں گے، وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور خوب کھائیں گے، کھلائیں گے، شراب پئیں گے، ناچ رنگ کی محفلیں جمائیں گے تا کہ تمام قبائل عرب پر ہماری

عظمت اور شوکت کا سکہ بیٹھ جائے اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں۔ کفار قریش نے ابو جہل کی رائے پر عمل کیا۔
(سیرتِ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر میں نزول فرمایا تو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ جہاں نہ کوئی کنواں تھا نہ کوئی چشمہ اور وہاں کی زمین اتنی ریتلی تھی کہ گھوڑوں کے پاؤں زمین میں دھنستے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے پڑاؤ کے لئے جس جگہ کو منتخب فرمایا ہے یہ وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری ہے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پھر میری رائے میں جنگی تدابیر کی رو سے بہتر یہ ہے کہ ہم کچھ آگے بڑھ کر پانی کے چشموں پر قبضہ کرلیں تاکہ کفار جن کنوؤں پر قابض ہیں وہ بیکار ہو جائیں کیونکہ انہی چشموں سے ان کے کنوؤں میں پانی جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل کیا گیا۔

کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟

رات ہی میں چند جاں نثاروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا: اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اُسی چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی ان میں سے کسی ایک نے لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶۴ و مسلم ج ۲ ص ۱۰۲ غزوہ بدر)

اس حدیث سے صاف اور صریح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟ ان دونوں غیب کی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو صف بندی کا حکم دیا۔ دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اس کے اشارہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرما رہے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چھڑی کے اشارہ سے صفیں سیدھی فرما رہے تھے کہ

آپ نے دیکھا کہ حضرت سواد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی چھڑی سے ان کے پیٹ پر ایک کونچا دے کر فرمایا کہ اِسْتَوِ یَا سَوَادُ (اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ) حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ نے میرے شکم پر چھڑی ماری ہے مجھے آپ سے اس کا قصاص (بدلہ) لینا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن شریف اٹھا کر فرمایا کہ اے سواد! لو میرا شکم حاضر ہے تم اس پر چھڑی مار کر مجھ سے اپنا قصاص لے لو۔

حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوڑ کر آپ کے شکم مبارک کو چوم لیا اور پھر نہایت ہی والہانہ انداز میں انتہائی گرم جوشی کے ساتھ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اے سواد ! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت جنگ کی صف میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑا ہوں شاید موت کا وقت آ گیا ہو، اس وقت میرے دل میں اس تمنا نے جوش مارا کہ کاش! مرتے وقت میرا بدن آپ کے جسم اطہر سے چھو جائے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبہ محبت کی قدر فرماتے ہوئے ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں معذرت کرتے ہوئے اپنا قصاص معاف کر دیا اور تمام صحابہ کرام حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عاشقانہ ادا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ (سیرت ابن ہشام غزوہ بدر)

ابو جھل ذلت کے ساتھ مارا گیا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں صف میں کھڑا تھا اور میرے دائیں بائیں دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ ایک نے چپکے سے پوچھا کہ چچا جان ! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا کہ کیوں بھتیجے ! تم کو ابو جہل سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ چچا جان! میں نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میں ابو جہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا تو اس کو قتل کر دوں گا یا خود لڑتا ہوا مارا جاؤں گا کیونکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرت سے اس نوجوان کا منہ تاک رہا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی کہا اتنے میں ابو جہل تلوار گھماتا ہوا سامنے آ گیا اور میں نے اشارہ سے بتا دیا کہ ابو جہل یہی ہے، بس پھر کیا تھا یہ دونوں لڑکے تلواریں لے کر اس پر اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے

شکار پر جھپٹتا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواروں سے مار مار کر ابو جہل کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ یہ دونوں لڑکے حضرت معوذ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو "عفراء" کے بیٹے تھے۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کے قاتل حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا اور پیچھے سے ان کے بائیں شانہ پر تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تھوڑا سا چمڑا باقی رہ گیا اور ہاتھ لٹکنے لگا۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی لڑتے رہے لیکن کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی تو انہوں نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں سے دبا کر اس زور سے کھینچا کہ تسمہ الگ ہو گیا اور پھر وہ آزاد ہو کر ایک ہاتھ سے لڑتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو جہل کے پاس سے گزرے، اس وقت ابو جہل میں کچھ کچھ زندگی کی رمق باقی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند کر فرمایا کہ "تو ہی ابو جہل ہے! بتا آج تجھے اللہ نے کیسا رسوا کیا۔" ابو جہل نے اس حالت میں بھی گھمنڈ کے ساتھ یہ کہا کہ تمہارے لئے یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے میرا قتل ہو جانا اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ ہاں! مجھے اس کا افسوس ہے کہ کاش! مجھے کسانوں کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل کرتا۔ حضرت معوذ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما چونکہ یہ دونوں انصاری تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اس لئے ابو جہل نے کسانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کو اپنے لئے قابل افسوس بتایا۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر جب ابو جہل کی لاش کے پاس سے گزرے تو لاش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابو جہل اس زمانے کا "فرعون" ہے۔ (بخاری غزوہ بدر و دلائل النبوۃ)

فرشتوں کی فوج

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتار دیا تھا۔ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار ہو گئے اس کے بعد پانچ ہزار ہو گئے۔ (قرآن سورہ آل عمران وانفال)

اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی اپنا سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے اس جنگ میں کفارِ مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ طرزِ عمل رہا کہ جہاں کبھی کوئی لاش نظر آتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دفن کروا دیتے تھے لیکن جنگِ بدر میں قتل ہونے والے کفار چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے، سب کو الگ الگ دفن کرنا ایک دشوار کام تھا اس لئے تمام لاشوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دینے کا حکم فرمایا۔۔(بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل)

کفار کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک ٹھیک سچ پایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی لاشوں سے خطاب فرما رہے ہیں۔ تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ان بے روح کے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! قسم خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم (زندہ لوگ) میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن اتنی بات ہے کہ یہ مردے جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر و بخاری)

غزوہ احد

''احد'' ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا اسی لئے یہ لڑائی "غزوہ اُحد" کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

جنگِ اُحد کا سبب

جنگِ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے۔ اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفارِ قریش کے سردار بلکہ تاجدار تھے۔ اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اور قریش کا بچہ بچہ جوشِ انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بے قرار تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہوگئی۔

مسلمانوں کی تیاری اور جوش

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے اور شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفارِ قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے، مگر چند کمسن نوجوانوں کی رائے تھی کہ میدان میں نکل کر ان دشمنان اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی رائے سن لی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر ہی رہ کر کفارِ قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو۔ اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہوگی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہود کی امداد کو ٹھکرا دیا

شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے جو آپ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا۔ پھر عبداللہ بن اُبی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا تھا یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہٰذا میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان جنگ میں

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہِ اُحد پر اپنا پڑاوڈال چکے تھے مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ صف بندی کے وقت اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) تھا جس میں سے گزر کر کفارِ قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو سکتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔

حضرت حمزہ کی شہادت

"وحشی" جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاک میں تھا جوں ہی آپ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا۔ اور پشت کے پار ہو گیا۔ اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

حضرت حنظلہ کی شہادت

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔" جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگِ اُحد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے، غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔

جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل وغارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز مسلمان جو درہ کی حفاظت پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو، غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہوگئی۔ لشکر کفار کا ایک افسر خالد بن ولید پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ فوراً ہی اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے

اسی سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا۔ اس نے ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ کے چہرہ اقدس پر ایسا پتھر مارا کہ آپ کے دو دندان مبارک شہید، اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہوگیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے تیر اُٹھا اُٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد! تیر برساتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے

قبورِ شہداء کی زیارت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ (سیرت رسول عربی)

12/129	اَلْمُصْدِرِیْ الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَاوَرَدَتْ		مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِنَ اللِّمَمِ

ترجمہ : (جانثاران اسلام) دشمنوں کی سیاہ زلفوں (والے سروں) پر اپنی سفید تلواروں کو داخل کرنے کے بعد انہیں (خونِ اَعداء سے تر کر کے) سرخ نکالتے ہیں۔

یوں سپیدی سرخ روئی سے بدل جاتی تھی سب زخم کھا کر جب ہوا کرتے تھے ان کے سر قلم

تشریح: یعنی صحابہ کرام دشمنوں کو کاری ضربیں لگاتے ہیں وہ جب ان کے سروں پر تلواروں سے حملے کرتے ہیں تو تلواریں سفید ہوتی ہیں مگر حملوں کے بعد ان کے خونوں سے رنگین ہو کر سرخ ہو جاتی ہیں فنعم السیوف سیوفهم ونعم النفوس نفوسهم۔

الفاظ معنی : "المصدری" مصدر کی جمع، اسم فاعل واپس لانے والا یہ دراصل مصدرین تھا نون اضافت کی بنا گر گیا "البیض" ابیض کی جمع یہاں مراد سفید اور چمکیلی تلوار "وردت" وَرَدَ یَرِدُ وُرُودًا (ض) بمعنی داخل ہونا آنا، جانوروں کو پانی پلانے کے لئے گھاٹ پر لے جانا "العدی" عدو کی جمع دشمن "اللمم" بکسر اللام لمۃ کی جمع بمعنی گیسو جو کانوں کی لَوؤں سے نیچے تک آجاتے ہیں۔

ترکیب: "المصدری" یا تو منصوب ہے برائے مدح ای امدح المصدری یا مجرور ہے اگلے شعر میں منھم کی ضمیر سے بدل ہونے کی وجہ سے "حمرا" ابیض سے حال "بعد" ظرف "ما" مصدریہ "وردت" ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے سیوف "من العدی" ظرفِ مستقر حال "کل مسود" مفعولِ وردت "من اللمم" بیانِ مسود۔

13/130	وَالْکَاتِبِیْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَکَتْ		اَقْلَامُھُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَیْرَ مُنْعَجِمِ

ترجمہ: (مجاہدین اسلام گویا) اپنے گندمی نیزوں سے کتابت کرتے ہیں ان کے قلموں (نیزوں) نے (کفار کے) جسم کے کسی کنارے کو بے نقطہ نہ چھوڑا

دشمنوں کے جسم کو بے زخم چھوڑا ہی نہیں کارفرما اس طرح تھے ان کے نیزوں کے قلم

تشریح : یعنی صحابہ کرام نے دشمنوں کے جسموں کو یوں چھید ڈالا کہ گویا وہ خوش نویس ہیں اور انہوں نے اپنے قلموں سے ان کے جسم کے ہر کنارے کو نقطہ دار بنا دیا ہے۔

الفاظ معنی : "الکاتبین" کاتب کی جمع لکھنے والے "بسمر الخط" متعلق بالکاتبین "السمر" گندم گوں مراد نیزوں کی نوک "الخط" رسم الخط، تحریر "غیر منعجم" غیر منقوط، بے نقطہ۔

ترکیب: جملة "ترك" حال من الکاتبین "اقلامهم" بالرفع السهام والرماح مجازا واستعارة بالکنایة کما لایخفی تعبیر هاوحرف جسم منصوب مفعول ترکت "غیر منعجم" بالنصب حال من حرف جسم۔

131/۱۴	شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُ هُمْ		وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

الفاظ معنی : "شاکی" تیز، شدید اصل میں شاکین تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا شاکی الصلاح سے مراد پورا مسلح ہونا "السیما" علامت ونشان "تمیز" باب تفعیل ممتاز ہونا فرق دینا "الورد" بفتح الواو گلاب پھول "یمتاز" اِمْتَازَ يَمْتَازُ اِمْتِيَازًا ممتاز ہونا "السلم" بفتحتین خاردار درخت جس کی پتیاں گلاب کی پتیوں کے مانند ہوتی ہیں فالورد مجاز بمعنی الشجر والسلم مجاز بمعنی زهر

ترکیب: "شاکی السلاح" یا تو صفت ہے مصدری کی یا اس سے حال ہے "لهم" ظرفِ مستقر اور خبر مقدم اور سیما مبتداء "تمیزهم" ھی ضمیر فاعل راجع بسوئے سیما "یمتاز" ھو ضمیر فاعل راجع بسوئے الورد۔

ترجمہ : (صحابہ کرام) پورے طور پر مسلح ہیں ان کے چہروں پر ایسی نشانیاں ہیں جو انہیں (دوسروں سے) ممتاز کرتی ہیں اور اپنی علامتوں سے ہی گلاب، خاردار (ببول) کے درخت سے نمایاں ہوتا ہے

گو مسلح تھے مگر رکھتے تھے سجدے کے نشان تھے صحابہ مثلِ گل ، کفار مانندِ سَلم

تشریح : اس شعر میں بھی صحابہ کرام کی تعریف وثناء بیان کی جارہی ہے کہ یہ حضرات ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ان کی جبینوں پر رب کی عبادت کی ایسی نشانی ہے جو انہیں کفار کی فوجوں سے ممتاز کر رہی ہے۔ اور کہنے کو گلاب بھی ایک پھول ہے اور سلم بھی ایک پھول ہے لیکن گلاب اپنی تروتازگی وخوشبو ودلکشی کے باعث سلم کے پھول سے الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ ایسے ہی فوجی صحابہ بھی اور فوجی کفار بھی ہیں لیکن رب کی عبادت کی تروتازگی ودلکشی انہیں کفار کی فوجوں سے ممتاز ونمایاں کرتی ہے اس شعر میں اشارہ ہے قرآن کی اس آیت کی طرف جس میں صحابہ کرام کی مدح بیان کی گئی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ " محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے (سورہ فتح پ ۲۶)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں۔ جیسا کہ شیر شکار پر۔ اور صحابہ کا تشدّد کفّار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک) ایک دوسرے پر محبّت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبّت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے کو دیکھے تو فرطِ محبّت سے مصافحہ و معانقہ کرے۔ کثرت سے نمازیں پڑھتے، نمازوں پر مداومت کرتے۔ اور یہ علامت وہ نور ہے جو روزِ قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا، اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کا مقام ماہِ شب چہاردہم کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے انکے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گرد کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔ صحابہ سب کے سب صاحبِ ایمان و عملِ صالح ہیں، اس لئے یہ وعدہ سب ہی سے ہے۔

132/5 ا	تُهْدِیْ اِلَیْکَ رِیَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ	فَتَحْسِبُ الزَّهْرَ فِی الْأَکْمَامِ کُلَّ کَمِی

ترجمہ: تمہاری جانب کامیابی کی ہوا ان کی خوشبو لاتی ہے پس تم ہر زرہ پوش بہادر کو غلافوں میں لپٹا ہوا گلاب کا پھول سمجھو گے

بوئے نصرت جب صبا لائے تو یہ سمجھے گا تو! مثلِ غنچوں کے غلافوں میں تھے وہ عالی ہمم

تشریح: یعنی صحابہ کرام ہمیشہ کفار پر غالب رہتے ہیں اور تمھاری جانب کامیابی کی خوشبو کی پہنچاتے ہیں جب کبھی ہوا چلتی ہے تو تمھاری جانب کسی ملک کی فتح کی خوشخبری لاتی ہے تو گویا کہ صحابہ کرام جب مشغول جنگ ہوتے ہیں تو اپنے ہتھیاروں کی اوٹ میں ایسے خوش نما لگتے ہیں جیسے کلیوں کے غلاف میں گلاب خوشنما لگتا ہے۔

الفاظ معنی : (تھدی) باب افعال، ہدیہ دینا (نشر) خوشبو (تحسب) گمان کرنا (اکمام) کم کی جمع غلاف جو کلیوں پر ہوتا ہے (کمی) بہادر

١٦/133	كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا	مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شَدَّةِ الْحُزُمِ

ترجمہ: گویا (صحابہ کرام) گھوڑوں کی پشتوں پر ٹیلوں پر اُگی ہوئی گھاس کی طرح ہیں (جو باد مخالف کے جھونکوں سے تہس نہس نہیں ہوتیں کیونکہ ان کی جڑیں گہری ہوتی ہیں) اور (یوں گھوڑوں کی پشتوں پر جم کر سوار ہونا) پالان کی سختی کے سبب نہیں بلکہ ان کی جوانمردی کی وجہ سے ہے۔

تشبیہ: "الحزم" بفتح الحاء وسکون الزای دوراندیشی، استقلال "حزم" حزام کی جمع پالان، زین کی کاٹھی۔

تشریح: اس شعر میں صحابہ کرام کی شہسواری کی تعریف بیان کی جارہی ہے کہ جس طرح اچھا سوار گھوڑے کی پشت پر اتنا مضبوط بیٹھا ہوتا ہے کہ گویا گھوڑے پر میخ گاڑ دی گئی ہے ایسے ہی صحابہ کرام گھوڑے کی پشت پر بیٹھتے تھے یعنی وہ ایک ماہر شہسوار تھے۔

غریب الالفاظ :"فی ظھور" ظرفِ مستقر وحال "الظھور" جمع ظہر پشت "الخیل" اسم جنس یقع علی الذکور والاناث گھوڑا "الربی" ربوہ کی جمع بلند مقام، ٹیلہ "من شدة" متعلقِ کاف

١٧/134	طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدٰى مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا	فَمَا تَفَرَّقَ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

ترجمہ: صحابہ کرام کے خوف سے دشمنوں کے دل ایسے حواس باختہ ہو گئے بھیڑ کے بچوں اور بہادروں میں امتیاز نہ کرسکتے تھے

ہوش غائب تھے عدو کے سختیوں سے جنگ کی فرق کرسکتے نہیں تھے سورما ہے یا غنم

تشریح: یعنی دشمن ایسے ڈرے کہ بہادروں سے تو خیر بھاگتے ہی تھے بھیڑ کے بچوں کو بھی دیکھ کر بدک جاتے تھے اور انہیں بھی شہسوار سمجھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔

غریب الالفاظ :"طارت" طَارَ یَطِیرُ طَیْرًا(ض) اڑنا "بأس" شدت ،کما فی قوله تعالیٰ (واطعموا البائس الفقیر) "البهم" بفتح الباء وسکون الها بہمۃ کی جمع بکری کا بچہ (البهم) بضم فتح جمع بُهْمَة بضم فسکون بہادر آدمی ولا یخفی ما فی هذا البیت من الجناس المحرف فی قوله بَهم وبُهم والجناس الشبیه بالمشتق فی قوله فرقا وتفرق

ترکیب : "من بأسهم" متعلق طارت اور ضمیر راجع ہے اصحاب کی طرف "فرقا" مفعول لہ یا مفعول مطلق یا تمییز یا حال "فما" مابرائے تفریع سببیت اور مانافیہ "تفرق" ضمیر مستتر راجع ہے القلوب کی طرف۔

135/18	وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ		اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِی آجَامِهَا تَجِمِ

ترجمہ: جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ونصرت حاصل ہو (وہ ایسا بے خوف ہوجاتا ہے کہ) اگر اس کے سامنے جنگل کے شیر آجائیں تو وہ خاموش ہوجاتے ہیں

ہو مدد جس کو رسولِ سید لولاک کی　　شیر بھی ان کو ملے جنگل میں گر، مارے نہ دم

تشریح: یعنی شیر بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے خوف کھاتے ہیں۔اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جنگل میں جارہے تھے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا تو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں یہ سنناتھا کہ شیر راستے سے ہٹ گیا۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ ایک کشتی میں سوار تھے وہ ٹوٹ گئی اور آپ شیروں کے ایک جزیرے میں جا پہنچے آپ نے شیروں سے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں راستہ بھٹک کر یہاں آگیا ہوں تو ایک شیر نے آپ کو اپنے اوپر سوار کیا اور منزل پر چھوڑ آیا

غریب الالفاظ: "تلقی" لَقِیَ یَلْقیٰ (س) ملاقات کرنا "اسد" بضم الالف وسکون السین اسد کی جمع شیر "آجام" اجمۃ کی جمع کچھار جہاں شیر رہتے ہیں "تجم" وَجَمَ یَجِمُ وُجُوما (ض) رک جانا،اداس ہونا

ترکیب : "واو" ابتدائیہ "من" شرطیہ "تکن" تامہ یا ناقصہ "برسول اللّٰه" خبر مقدم لتکن کے واسطے اور باء برائے استعانۃ یا سببیت وتقدیمه لضرورة الشعر "نصرته" اسم تکن "تلقه" مفعول کی ضمیر راجع ہے اسد کی طرف "فی آجامها" متعلق تلقه یا تجم مؤخر

19/136	وَلَنْ تَرٰی مِن وَّلِیٍّ غَیرَ مُنْتَصَرٍ		بِہٖ وَلامِنْ عَدُوٍّ غیرَ مُنْقَصِمِ

ترجمہ: تم ہرگز نہیں دیکھو گے سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ان کے کسی اصحاب کو بے مددگار اور نہ ہی ان کے کسی دشمن کو بے شکست۔

دوست ان کا ہو نہیں سکتا ہے محرومِ مدد اور ذلیل و خوار ہوگا دشمنِ شاہِ اُمم

تشریح: یعنی آپ اپنے ہر دوست کی مدد کرتے ہیں اور آپ کا ہر دشمن شکست فاش کھاتا ہے۔

غریب الالفاظ: "تری" رای یرای رویۃ دیکھنا "ولی" مددگار، حمایتی، دوست "منتصر" مصدر انتصار سے اسم مفعول مدد کرنا "منقصم" انقصام سے اسم فاعل پارہ پارہ ہونا۔

ترکیب: "من ولی" من زائدہ اور تنوین برائے تکثیر "غیر" مجرور ہونے کی صورت میں صفتِ ولی مرفوع ہونے کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر منصوب ہو تو حال "بہ" متعلق منتصر اور ضمیر راجع بسوئے ذات سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام "لا من عدو" عطف ہے ولی پر ای ولا تری من عدو لہ علیہ السلام۔

20/137	اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِی حِرْزِ مِلَّتِہٖ		کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِی اَجَمِ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے دین کے قلعہ میں اُتارا (اور دشمنوں سے ان کی ایسی ہی حفاظت کی) جیسی کہ وہ شیر کرتا ہے جو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے کچھار میں رہتا ہے۔

تشریح: ماقبل شعر میں یہ ابہام پیدا ہو سکتا تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد صرف صحابہ کے لئے خاص ہے اس ابہام کو اس شعر میں دور کیا گیا ہے یعنی رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایک مضبوط قلعے میں محفوظ کر لیا جیسے شیر اپنے بچوں کی حفاظت کی غرض سے انہیں کچھار میں رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر عام عذاب نازل نہیں ہوتا جیسا کہ پچھلی امتوں پر نازل ہوا۔

غریب الالفاظ: "احل" اترنا "الامۃ" امت کی دو قسم ہے (۱) امت اجابت جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں (۲) امت دعوت ہر وہ جس تک اسلام کی دعوت پر پہنچی پر اس اسلام قبول نہ کیا یہاں مراد

اول ہے "الحرز" بکسر الحاء محفوظ مقام مثلاً قلعہ "اللیث" شیر "الاشبال" شبل (بکسر الشین) کی جمع شیر کا بچہ "الا جم" بفتحتین کچھار بمعنی مکان یسکن فیه الا سدشبه الناظم الفاهم نبینا علیه السلام بالا سفی القوة و کمال الشجاعة والهیبة وشدة البطش.

ترکیب: "امته" مفعولِ احل "فی حرز" متعلق احل "فی اجم" متعلق حل ثانی۔

21/138	كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدَلٍ		فِيهِ وَكَمْ خَصَّمَ البُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

ترجمہ: کتنی ہی بار آپ کے بارے میں جھگڑا کرنے والے کو قرآن مجید نے زمین پٹک دیا (ذلیل وخوار کیا) اور کتنی ہی بار آپ کے معجزات نے سخت جھگڑالو دشمن کو مغلوب کیا

بارہا قرآن نے دشمن کو نیچا کردیا　　اور دلیلوں نے بھی سر کو کردیا دشمن کے خم

تشریح: یعنی جب جب کفار قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیے قرآن کریم نے ان کا منہ توڑ جواب دیا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت ہے کہ کفار نے جب آپ پر اعتراض کیا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا چنانچہ

جب کفار نے (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو جواب اللہ تعالیٰ نے ارشاد ہوا "نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (۱) مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (۲)" قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (سورہ قلم پ۲۹)

اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں جن سے دینی دنیوی مصالح وفوائد وابستہ ہیں اور یا قلمِ اعلیٰ مراد ہے جو نوری قلم ہے اور اس کا طول فاصلہ زمین وآسمان کے برابر ہے اس نے بحکمِ الٰہی لوحِ محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیئے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

غریب الالفاظ: "کم" خبریہ برائے تکثیر "جدلت" مصدر تجدیل سے زمین پر ڈال دینا، پٹک دینا "من جدل" مفعولِ جدلت اور من زائدہ "الجدل" بکسر الدال بہت جھگڑالو "فیه" متعلق جدل اور ضمیر راجع بسوئے ملة بتاً ویلھا بالاسلام "کم خصم" کا عطف ہے کم جدلت پر (خصم) بہت زیادہ لڑنے والا

"البرھان" فاعلِ خصم والمراد بالبرھان اعم من المعجزات والمکرامات الباھرات "من خصم" من زائدہ (خصم) بکسر الصاد بہت خصومت کرنے والا۔

139/22	كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الاُمِّيِّ مُعْجِزَةً		فِي الجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيبِ فِي الْيُتُمِ

ترجمہ: اے مخاطب تیرے جاننے کے لئے کہ آپ کا اُمّی ہوکر کا زمانہ جاہلیت میں عالم ہونا اور زمانہ یتیمی میں ادب سکھانے والا ہونا بطور معجزہ کافی ہے

ہوکے اُمّی تھے وہ عالم ہے یہ کافی معجزہ جاہلیت اور یتیمی میں ادیبِ ذی حَکَم

تشریح: یعنی اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ امی تھے اور دور جاہلی میں پیدا ہوئے مگر علم لدنی کا سرچشمہ تھے اور اگرچہ آپ یتیم و بے پدر تھے اور بظاہر آپ کی تربیت کا کوئی انتظام نہ تھا لیکن آپ ادب و شائستگی کا خزینہ تھے۔

الفاظ معنی: "کفاک" "کَفیٰ یَکْفِی کِفَایَۃً (ض) کافی ہونا "الامی" ماں کی جانب منسوب اور عرف میں اس سے مراد وہ شخصیت ہے جو کسی استاد سے نہ پڑھا ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ امی ام العرب کی طرف منسوب ہے اور یہ ایسی قوم ہوتی ہے جو کتابت نہیں جانتی "معجزۃ" تمییز کمافی طاب زید نفسا "الجاھلیۃ" اسلام سے پہلے کا زمانہ وہ زمانہ جس میں سابقہ دین کی تعلیمات مٹ چکی ہو اور لوگ دین میں جدا جدا ہو گئے ہوں اسی کو زمانہ فطرت بھی کہا جاتا ہے "التأدیب" "الیتم" ضمتین یتیمی۔

ترکیب: "فی الامی" صفتِ علم یا اس سے حال "فی الجاھلیۃ" متعلق علم ای فی وقت الجاھلیۃ "فی الیتم" متعلق تادیب۔

نویں فصل

توسل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

1/140	خَـدَمْتُـهُ بِـمَـدِيْـحٍ اَسْتَقِيْلُ بِـهٖ	ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰى فِى الشِّعْرِ وَ الْخِدَمِ

ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک مدحیہ قصیدہ پیش کر کے اپنے گزشتہ عمر کے گناہوں کی معافی کا طالب ہوں جو شعر گوئی اور (اُمراء) کی خدمت گزاری (و درباری) میں بسر ہوئی۔

نعت گوئی کی کہ اپنا خاتمہ بالخیر ہو　　یوں تو ساری عمر دنیا کی خوشامد کی نہ کم

تشریح: اس بیت ناظم فاہم اپنے عمر گذشتہ پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اس قصیدے کے وسیلے سے اپنی وہ عمر جو شاعری اور امراء کی خدمت میں گذاری۔ اللہ تعالی سے معافی کا خواستگار ہوں۔ حضرت ناظم فاہم شروع میں بادشاہ کے مقرب تھے اس کی تعریف کیا کرتے تھے اور بادشاہ پر اعتراض کرنے والوں کا رد کیا کرتے تھے اور اس سے مقصود مال دنیا اور منصب اعلی کو حصول تھا پھر آپ دنیا سے بے رغبت ہوئے خدا کی عبادت کی طرف راغب ہوئے

الفاظ معنی: "خدمت" باب ضرب خدمت کرنا "المدیح" مدحیہ قصیدہ "استقیل" مصدر استقالۃ معافی چاہنا "ذنوب" ذنب کی جمع گناہ "الشعر" قول موزون وزنا عن تعمد کما ان البیت ما ترکب من المصراعین. والقطعة شعر یکون مؤلفا من سبعة ابیات والقصیدة ماترکب من عشرة ابیات فمافوقها والمراد من الشعر ههنا معناه المصدری اعنی اتیان الکلام الموزون عن تعمد وان کان المراد الاول یقدر فیه مضاف ای فی استعمال الشعر "الخدم" بکسر الخاء فتح الدال خدمة کی جمع خدمت گزاری۔

ترکیب: "خدمته" ضمیر راجع بسوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم "استقیل" صفتِ مدح یا اس سے حال "بہ" متعلقِ استقیل اور برائے استعانۃ اور ضمیر راجع ہے مدیح کی طرف "ذنوب" مفعول استقیل "مضی" صفتِ عمر "فی الشعر" متعلق مضٰی "الخدم" بالجر عطف علی الشعر

۲/141	اِذْقَلَّدَانِیْ مَا تُخْشٰی عَوَاقِبُہٗ		كَأَنَّنِیْ بِهِمَا هَدْیٌ مِنَ النَّعَمِ

ترجمہ: کیونکہ ان دونوں (یعنی شعر گوئی اور دربارداری) نے میری گردن میں ایسا قلادہ ڈال دیا ہے جس کے انجام کار سے ڈرا جاتا ہے گویا ان دونوں کی وجہ سے میں ایسے اونٹ کی طرح ہو گیا ہوں جو بغرض قربانی حرم کعبہ کی جانب لے جائے جا رہے ہوں۔

ہے یہ ڈر دونوں نے ڈالا طوق گردن میں مری   ہوں میں گویا اونٹ قربانی کا از قسم نَعَم

تشریح: یعنی مجھ پر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی جو بسبب شاعری وخدمت مذمومہ ہوئی معافی طلب کرنا لازم ہے کیونکہ اس کا انجام برا ہے میں ان گناہوں کی وجہ سے قربانی کے اس اونٹ کی طرح ہو گیا جو اپنے انجام کار سے بے خبر اپنی ہلاکت کی جانب رواں دواں رہتے ہیں ویسے ہی میں بھی اپنے مشاغل شعر گوئی اور دربارداری کے باعث انجام سے بے خبر ہلاکت کی سمت جا رہا تھا۔

الفاظ معنی: ''اذ'' برائے تعلیل ''قلدانی'' صیغہ تثنیہ باب تفعیل ہار پہننا، پٹہ ڈالنا قربانی کے جانور کے گلے میں چمڑے کا ایک ٹکڑا لٹکا دیتے ہیں تاکہ لوگ جان جائیں کہ یہ جانور قربانی کا ہے اور اسے نقصان نہ پہنچائے اس چمڑے کے ٹکرے کو قلاوہ یا پٹہ کہتے ہیں "تخشی" خَشِیَ یَخْشٰی (س) صیغہ واحد مونث غائب فعل مضارع مجہول خوف کرنا ڈرنا ''عواقبہ'' عاقبۃ کی جمع انجام ''بہما'' ظرف مستقر ''الھدی'' بفتح الھاء وسکون الدال وہ اونٹ جو بغرض قربانی حرم کعبہ کی جانب لے جائیں ''النعم'' بفتح النون والعین چوپائے، عموماً اس سے اونٹ مراد لیا جاتا۔

الترکیب: "ما تخشی" محلا منصوب قلد کا مفعولِ ثانی "عواقبہ" تخشی کا نائب الفاعل اور عواقب کی ضمیر راجع ہے ''ما'' کی طرف "بھما" ظرفِ مستقر کانّ سے حال ضمیر التثنیۃ راجع الی الشعر والخدم "ھدی" بالرفع خبر ان "من النعم" بیان للھدی۔

۳/142	اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَا فِی الْحَالَتَیْنِ وَمَا		حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَی الْآثَامِ وَالنَّدَمِ

ترجمہ: میں نے ان دونوں حالتوں (شعر گوئی اور دربارداری) میں جوانی کے جوش اور عشق کی گم رہی کا کہا مانا لیکن مجھے حسرت وندامت کے سوا حاصل نہ ہوا۔

ہر دو حالت میں شکارِ گمراہِ طفلی ہوا ۔۔۔ کچھ نہ حاصل ہوسکا مجھ کو بجُز جرم و نَدَم

تشریح: یعنی مجھے اس میں نقصان وخسارہ ہی ملا اور ندامت ویاس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا۔

الفاظ معنی: (اطعت) اَطَاعَ یُطِیْعُ اِطَاعَۃً فرمانبرداری کرنا (غی) سرکشی، گمراہی (صبا) عشق وجوش جوانی (آثام) اِثم کی جمع گناہ۔ (ندم) ندامت، شرمندگی

143/۴	فَیَا خَسَارَۃَ نَفْسٍ فِی تِجَارَتِھَا		لَمْ تَشْتَرِ الدِّیْنَ بِالدُّنْیَا وَلَمْ تَسُمِ

الفاظ معنی: (یا) کلمہ ندا برائے حیف وافسوس (خسارہ) نقصان، گھاٹا (لم تشتر) فعل نفی جحد بلم صیغہ واحد مونث غائب باب افتعال خریدنا (تسم) سَامَ یَسُوْمُ سَوْمًا (ن) مول تول کرنا، قیمت لگانا۔

ترکیب: "فی تجارتھا" متعلق خسارۃ وفیہ حذف مضاف ای وقت تجارتھا وھو حیاۃ الدنیا "الدین" بالنصب مفعول بہ "بالدنیا" متعلق بلم تشتر ولذا قیل دنیاک کل مایشغلک عن مولاک وھی ھنا بمنزلۃ الثمن "لم تسم" عطف علی لم تشتر

ترجمہ: افسوس (میرا) نفس اپنی تجارت میں کتنے گھاٹے میں رہا کہ اس نے نہ تو دنیا کے عوض دین کو خریدا اور نہ ہی (اس خریداری کی غرض سے) مول تول کیا بلکہ اس نے دین کے عوض دنیا خرید کر خود کو سخت خسارہ میں ڈال دیا۔

حَیف میرے نفس نے سودا کیا نقصان سے ۔۔۔ یعنی دنیا کو خریدا کرکے عقبیٰ کالعدم

تشریح: اس شعر میں حضرت ناظم فاہم اپنی عمر گذشتہ پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے نہ تو آخرت کے لئے عبادت کا توشہ لیا اور نہ عبادت کی جستجو ہی کی جس طرح کوئی خریدار ہو جو نہ مال خریدے اور نہ ہی مول تول کرے۔

اللہ اللہ کے نبی سے		فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی		لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی		تاروں نے ہزار دانت پیسے

ایماں پر موت بہتر او نفس	تیری ناپاک زندگی سے
جو تم کو نہ جانتا ہو حضرت	چالیں چلئے اس اجنبی سے
اللہ کنویں میں خود گرا ہوں	اپنی نالش کروں تجھی سے
ہیں پشت پناہ غوث اعظم	کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

5/144	وَمَن يَبِعُ آجِلاً مِنهُ بِعَاجِلِهِ	يَبِن لَهُ الغَبنُ فِي بَيعٍ وفِي سَلَمِ

الفاظ معنی: "من" اسم شرط ومبتداء "یبع" بَاعَ يَبِيعُ بَيعًا (ض) فروخت کرنا "الاجل" دیر سے آنے والا مراد ثواب آخرت "یبن" بَانَ يَبِينُ (ض) ظاہر ہونا "والغبن" فاعلِ یبن "الغبن" بفتح الغین وسکون الباء دھوکہ، نقصان "سلم" بفتحتین بیع کی وہ قسم جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور مال بعد میں دیا جاتا ہے۔

ترکیب: "آجلا" مفعولِ یبع "منه" ظرفِ مستقر صفت اجل ضمیر راجع ہے دین کی طرف "بعاجله" متعلقِ بیع ضمیر راجع ہے من کی طرف "یبن" جزاء "له" کی ضمیر راجع ہے من کی طرف "فی بیع" متعلق غبن یا صفت غبن "سلم" عطف علی فی بیع واعادة الجار لضرورة الشعر

ترجمہ: جو شخص دیر سے ملنے والے نفع (آخرت) کو جلد حاصل ہونے والے فائدے (دنیا) کے عوض بیچے اس کا نقصان ظاہر ہوگا بیع مطلق میں بھی اور بیع سلم میں بھی۔

آخرت کو جس نے بیچا صرف دنیا کے لئے ہے بڑا نقصان اس کے حق میں یہ بیع وسلم

تشریح: جیسا کہ ماقبل شعر میں دنیا کو دین کے عوض خریدنے کا ذکر ہوا تو گویا کہا گیا کہ گر کوئی دنیا خریدتا ہے دین کے عوض تو کیا ہوگا؟ جواب دیا کہ ایسے شخص کو ہر صورت میں نقصان کا سامنا ہوگا۔

مسئلہ: بیع کی چار صورتیں ہیں دونوں طرف عین ہوں یا دونوں طرف ثمن یا ایک طرف عین اور ایک طرف ثمن اگر دونوں طرف عین ہو اُس کو مقایضہ کہتے ہیں اور دونوں طرف ثمن ہو تو بیع صرف کہتے ہیں اور تیسری صورت میں کہ ایک طرف عین ہو اور ایک طرف ثمن اس کی دو صورتیں ہیں، اگر مبیع کا موجود ہونا ضروری ہو تو بیع مطلق ہے، اور ثمن کا فوراً دینا ضروری ہو تو بیع سَلم ہے، لہٰذا سَلم میں جس کو خریدا جاتا ہے وہ بائع کے ذمہ دین ہے اور مشتری ثمن کو فی الحال

ادا کرتا ہے۔ جو روپیہ دیتا ہے اُس کو ربّ السّلم اور مسلِم کہتے ہیں اور دوسرے کو مسلّم الیہ اور مبیع کو مسلّم فیہ اور ثمن کو راس المال۔ بیع مطلق کے جو ارکان ہیں وہ اس کے بھی ہیں اس کے لیے بھی ایجاب وقبول ضروری ہے ایک کہے میں نے تجھ سے سَلم کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ اور بیع کا لفظ بولنے سے بھی سَلم کا اِنعقاد ہوتا ہے۔ (1) (فتح القدیر، درمختار (بہار شریعت حصہ۸)

۶/145	اِنْ آتِ ذَنْباً فَمَا عَهْدِی بِمُنْتَقِضٍ	مِنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمِ

ترجمہ: اگرچہ میں نے گناہ کیے ہیں (لیکن پھر بھی) میرا نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاہدہ اور تعلق ٹوٹنے والا نہیں

ہوں تو عاصی پر نہیں ٹوٹا ہے پیماں آپ سے — دین کی رسی نہ ہوگی منقطع شاہِ اُمم

تشریح: جیسا کہ ذکر ہوا کہ ان کا نفس گناہوں کے دلدل میں پھنستا چلا جا رہا تھا اور اسے اپنی تجارت میں مسلسل نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور ایسے نفع سے محرومی ہو رہی تھی جس کا فائدہ آخرت میں ملے اور یوں لگ رہا تھا کہ عذاب الیم سے نجات کی صورت ختم ہوتی جا رہی ہے ان تمام چیزوں کی وجہ سے نفس دہشت میں ڈوب رہا تھا اور ڈر تھا کہ نفس مغفرت کی آس نہ توڑ دے۔

حضرت ناظم فاہم نفس کو تسلی دینے اور اس کی وحشت کو دور کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے گناہ کئے ہیں مگر پھر بھی مجھے مغفرت کی امید ہے کہ میرا عہد (ایمان) نہیں ٹوٹا کیونکہ معصیت کے ارتکاب سے توبہ کا عہد ٹوٹتا ہے نہ کہ ایمان کا عہد لہذا میرا رشتہ سرکار ﷺ سے برقرار ہے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہر حال و ہر زمان میں عفو کی امید موجود ہے۔

الفاظ معنی: (ان) حرف شرط (آت) اصل میں اتی تھا یاء مجزوم ہونے کی وجہ سے گرگئی اَتَـی یَـاتِـی اِتْیان (ض) آنا، لاؤں، کروں "الـذنب" گناہ "فـما" فاء جزائیہ ای فلا احزن ولا اقطع الرجاء "ما عهدی" ما نافیہ "العهد" بمعنی میثاق اور اس مراد توحید، دین اور عقائد کا التزام ہے "المنتقض" انتقاض مصدر سے صیغہ اس فاعل ٹوٹنے والا "حبلی" رسی، رشتہ، تعلق۔

ترکیب: "ذنبا" بـالنصب مفعول آت "من النبی" متعلق بمنتقض "لا حبلی" عطف علی وما عهدی وتكرير النفی للتأكيدای لانه لم يكن حبلی.

مُحَمَّدًا وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ		فَإِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ	146/7

الفاظ معنی: "فانّ" فابرائے تفسیر "ذمة" عہدوپیمان "منه" ظرف مستقر صفت ذمة اور ضمیر راجع ہے نبی علیہ السلام کی طرف "التسمية" سَمّٰی یُسَمّٰی سے مصدر، نام رکھنا "محمدا" مفعولِ ثانی تسمیۃ۔

ترکیب: "وهو" جملة استينافية والضمير له عليه السلام "اوفی" صيغة مبالغة للتفضيل اومن وَفٰی بمعنی اتم ای اتم الخلق "الخلق" بمعنی الانام والمخلوقات "الذمم" بكسر الذال جمع ذمة.

ترجمہ: (سرکار ﷺ سے میرا تعلق اس لئے منقطع نہ ہوگا) کیونکہ میرا نام محمد ہونے کی وجہ سے میرے لئے ان کی جانب سے عہدوپیمان ہے اور وہ دنیا میں سب سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والے ہیں۔

ہے شفاعت کی مجھے امید میرے نام سے ہے محمد اس میں اور ہیں آپ مُشفِق محترم

تشریح: یعنی نبی کریم ﷺ سے میرا تعلق اس لئے ختم نہ ہوگا کیونکہ میرا نام محمد ہے اس لئے مجھے نبی کریم ﷺ سے یک گونہ تعلق ہے اور حضور ﷺ اس تعلق کو باقی رکھیں گے۔ نیز اس حدیث میں اشارہ ہے ان حدیثوں کی طرف جس میں سرکار ﷺ نے نام محمد کی فضیلت کا خود ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ شرح خرپوتی میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور عرض کی اے محمد (ﷺ) اللہ تعالی آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور فرماتا ہے مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں جھنم میں کسی ایسے شخص کو عذاب نہ دوں گا جس کا نام آپ کے نام پر ہوگا۔ ایک حدیث میں اللہ تعالی حیا فرماتا ہے ایسے شخص کو عذاب دینے سے جس کا نام میرے حبیب کے نام پر ہو۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی کتاب شفا شریف میں تحریر کرتے ہیں بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے استغفار کرتے ہیں اس کے لئے جس کا نام محمد یا احمد ہو۔ اسی واسطے اکثر علماء کے نام محمد ہوئے ہیں (شرح خرپوتی)

فَضْلاً وَإِلَّا فَقُلْ يَا زِلَّةَ الْقَدَمِ		إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَعَادِيْ آخِذًا بِيَدِيْ	147/8

الفاظ معنی: "ان لم يكن" شرطیہ جملہ ضمیر راجع بسوئے ذات علیہ السلام جواب شرط محذوف ہے ای فقل یا شدۃ البال "المعاد" مصدر یا ظرف مکان وزمان آخرت "فضلا" تمیز "زلة" لغزش۔

ترجمہ: اگر سرکار ﷺ آخرت میں اپنے فضل وکرم سے میری دست گیری نہ فرمائیں گے تو میرا پاؤں پھسل جائے گا (اور میں نجات نہ پاسکوں گا)۔

حشر میں گر دستگیری کی نہ میری آپ نے | پھر تو میری شومیٔ اعمال سے پھسلے قدم

تشریح: میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا محتاج ہوں قیامت کی ہولنا کیوں اور دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے اور خدانخواستہ شفیع امت ﷺ نے میری شفاعت نہ کی تو مجھے اپنے نفس کو کہنا پڑے گا اے لغزش پانے والے! اے مفلوک الحال! تیری شامت

اپنے اچھوں کا تصدق		ہم بدوں کو بھی نبا ہو
کس کے پھر ہو کے رہیں ہم		گر تمھیں ہم کو نہ چاہو
یہ ہنسیں تم ان کی خاطر		رات بھر رو و کراہو
ہم وہی قابل سزا کے		تم وہی رحم خدا ہو
اب ہمیں ہوں سہو حاشا		ایسی بھولوں سے جدا ہو
عمر بھر تو یاد رکھا		وقت پر کیا بھولنا ہو
وقت پیدائش نہ بھولے		کیف ینسی کیوں قضاء ہو
یہ بھی مولا عرض کردوں		بھول اگر جاؤ تو کیا ہو
وہ ہو جو تم پر گراں ہو		وہ ہو جو ہرگز نہ چاہو
وہ ہو جس کے رد کی خاطر		رات دن وقف دعا ہو
کیوں رضا مشکل سے ڈریئے		جب نبی مشکل کشا ہو

9/148	حَاشَاهُ أَنْ يُحْرِمَ الرَّاجِي مَكَارِمَهُ	أَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

ترجمہ: حاشاللہ! کہ آپ کی بخششوں کا امیدوار محروم رہے یا آپ کی پناہ لینے والا مایوس واپس چلا جائے

ہے بعید از شان گر محروم مجھ کر کردیا | اور لوٹوں آپ کی شفقت سے غیر محترم

تشریح: مصطفیٰ جان رحمت کی ذات اس بات سے پاک ہے کہ وہ اپنے کسی سائل کو محروم لوٹا دے یا آپ کے پناہ کا طالب نامراد لوٹ جائے کیونکہ آپ کی ذات معدن اخلاق ومنبع احترام ہے۔

درِ رسول پہ ایسا کبھی نہیں دیکھا کوئی سوال کرے اور وہ عطا نہ کرے

غریب الالفاظ: ''حاشا'' بمعنی تنزیہ سے اسم اوراسی کا ہم معنی ہے حاشا جو استثناء کے لئے استعمال ہوتا ہے کبھی بطور فعل اور بطور حرف بھی آتا ''ہ'' ضمیر مفعول کا مرجع سرکار علیہ السلام ہیں ''یحرم'' حَرَمَ یَحْرِمُ (ض) یا باب افعال محروم کرنا وسکون یاء الراجی لضرورة الشعر ''الراجی'' رَجَا یَرْجُو سے اسم فاعل امیدوار، سائل ''مکارمہ'' اخلاق جار: پڑوسی، پناہ کا طالب

ترکیب: ''یرجع'' یجی لازماومتعدیاوھھنا لازم ای یعود اومتعد فالجار امامنصوب اومرفوع والجار بمعنی القریب وقد یطلق الجار علی المستجیر الداخل فی الجوار وضمیر منه راجع الیه علیه السلام و''غیر محترم'' حال من فاعل یرجع ۔

149/10	وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِیْ مَدَائِحَهٗ		وَجَدْتُهٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمٖ

ترجمہ: جب سے میں نے سرکار ﷺ کے نعتیہ اشعار کو اپنے افکار کے لئے لازمی قرار دیا ہے میں نے اسے اپنی نجات کا بہترین ضامن پایا ہے۔

تشریح: یعنی نبی کریم ﷺ کی مدح میں قصیدہ گوئی بہترین ذریعہ نجات ہے۔ جب سے میں نے اسے اپنایا یہ میرے مصائب وآلام کا مداوا بن گیا

الفاظ معنی: ''الا فکار'' فکر کی جمع غور وتامل ''مدائح'' مدیحہ کی جمع ہے نعتیہ قصیدہ ''مدائحہ'' مفعولِ الزمت ''خیر ملتزم'' مفعولِ ثانی ۔

150/11	ولن یَّفُوْتَ الْغِنٰی منه یدًا تَرِبَتْ		اِنّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَكَمِ

الفاظ معنی: ''یفوت'' باب نصر، فوت ہونا، کھودینا ''الغنی'' بالکسر مع القصر تونگری والمرادمنه شفاعته علیه السلام ''منه'' ظرفِ مستقر وصفتِ غنی یا اس سے حال اور ضمیر راجع بسوئے ﷺ ''یدا'' ای عن ید ''تربت'' تربت یدہ اس کا ہاتھ غبار آلود ہوا اس سے مراد مفلسی اور بد نصیبی ہے ''الحیا'' بالقصر بارش واما بالمد فمعناہ حیاء ''الازھار'' زھر کی جمع بمعنی پھول مفعول ینبت ''الا کم'' بفتحتین ٹیلے۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی تونگری بدنصیبوں اور مفلسوں کو تہی دست نہیں چھوڑتی بے شک بارش چوٹیوں اور ٹیلوں پر (بھی) پھول اگاتی ہے۔

آپ کی بخشش نہ چھوڑے گی کسی محتاج کو　　جس طرح گلزار ٹیلوں کو کرے ابرِ کرم

تشریح: یعنی آپ ﷺ کی عطاو بخشش بارش کی طرح ہے جو سبزہ زاروں ہی میں نہیں بلکہ ٹیلوں پر بھی پھول اگاتی ہے جس طرح بارش سے سرسبز زمین ہی نہیں بلکہ ٹیلے بھی گل ولالہ سے لہلہا اٹھتے ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فیض صرف نیکوں کاروں، پرہیزگاروں ہی تک محدود نہیں بلکہ اس سے بدنصیب و مفلس و گناہ گار میں بہرہ مند ہوتے ہیں۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ		قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر		ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے		ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ
مجرموں کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے رحمت کی گھٹا		طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے		ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا		ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

اس شعر سے مقصود آپ ﷺ کی جود وسخا کے عام ہونے کو بیان کرنا ہے نیز اس میں اشارہ کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور غِناءِ ظاہری و باطنی کا سبب ہیں۔

12/151	وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنیا الَّتِی اقْتَطَفَتْ		یَدَا زُهَیرٍ بِمَا اَثْنٰی عَلٰی هَرِمِ

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کی تعریف کر کے اس دنیوی پھول (مال ومتاع) کی خواہش نہ کی جسے زہیر کے ہاتھوں نے ہرم (بن سنان) کی تعریف کر کے چنا۔

مجھ کو دولت کی نہیں خواہش کبھی مثل زہیر　　جس نے حاصل کی تھی دولت بن کے مدّاحِ ہرم

تشریح: یعنی میں نے زہیر کی طرح کسی دنیوی لالچ کے باعث نبی کریم ﷺ کی مدح نہیں کی ہے۔ بلکہ خالصتاً ان کا قرب پانے کی غرض سے میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف وثنا کرتا ہوں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

زہیر بن ابی سلمی عرب کے مشہور شاعر ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرب شعراء میں زہیر بن ابی سلمی پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے ان کے بیٹے کعب صحابی رسول ہیں۔ زہیر کا انتقال سرکار ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔

الفاظ معنی: (ارد) باب افعال سے صیغہ واحد متکلم ارادہ کرنا (زھرۃ) کلی، پھول۔ زھرۃ الدنیا دنیا کا مال ومتاع (اقتطفت) باب افتعال سے صیغہ واحد مونث چنا، توڑنا۔ ایک نسخہ میں اقتطفت کی بجائے قَطَفَتْ ہے (یدا) اصل میں یدان تھا نون اضافت کی بنا پر گر گئی (زھیر) زہیر بن ابی سلمی عہد جاہلیت کا ایک مشہور شاعر جس نے اپنے اشعار میں ھرم بن سنان کی تعریف کی تھی

ترکیب: "زھرۃ الدنیا" مفعولِ لم ارد "التی" زھرۃ کی صفت ہے نہ کہ دنیا کی "یدا زھیر" فاعلِ اقتطفت

دسویں فصل

مُنَاجَاۃ

1/152	یَااَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ		سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

ترجمہ: اے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بزرگ ذات! آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس کی میں نزول بلا کے وقت پناہ لوں۔

اے مکرم تر جہاں سے جز ترے میرا ہے کون　　　حادثاتِ عام میں جب گھیر لیں رنج والم

تشریح: مفہوم واضح ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور شافع یوم النشور اپنے غلاموں کے لئے دستگیر ہیں حتی کہ قرآن کریم بھی اسی شفاعت نگر کا راستہ بتاتا ہے اور فرماتا ہے جب تم اپنی جانوں پر معصیت کی وجہ سے ظلم کر گزرو تو ہمارے حبیب کی طرف آؤ اور توبہ کرو اور ہمارے حبیب تمہاری سفارش کریں تو تم اللہ تعالی کو توّاب ورحیم پاؤ گے۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ　　　پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
جائیں کہاں پکاریں کسے کس کا منہ تکیں　　　کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

الفاظ معنی: "اکرم" افعل التفضیل سب سے زیادہ کریم "خلق" بمعنی مخلوق "الوذ" لاذَ یَلُوْذُ باب نصر پناہ لینا "سواک" آپ کے علاوہ "حلول" اترنا، نازل ہونا "العمم" بفتحتین وبکسر المیم الاولی وکلاھما مروی، عام۔ الحادث العمم، ہول قیامت۔

ترکیب: "سواک" منصوب علی الظرفیۃ وعند متعلق باالوذ "بہ" متعلق بالوذ والضمیر لہ علیہ السلام ای للشفاعۃ الی اللّٰہ۔

۲/153	وَلَنْ یَّضِیْقَ رَسُوْلَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ		اِذِ الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِمٖ

الفاظ معنی: (و) حالیہ "یضیق" ضَاقَ یَضِیْقُ ضِیْقًا (ض) تنگ ہونا "تجلی" یَتَجَلّٰی تَجَلِّی (تفعل) متصف ہونا "جاہ" مرتبہ "منتقم" انتقام لینے والا

ترجمہ: یارسول اللہ (ﷺ) آپ کا جاہ ومرتبہ میرے بارے میں اس وقت ہرگز تنگ نہ ہوگا جب کریم رب (مجرموں کو سزا دینے کے لئے) انتقام لینے والے وصف کے ساتھ تجلی فرمائے گا

ترکیب: "رسول اللّٰہ" منصوب علی انہ منادی محذوف حرف ندائہ "بی" ای بشفاعتی واعتنائک بی "باسم منتقم" ای بصفۃ منتقم

تشریح: اس شعر کی ترتیب ملاحظہ کریں اولا اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ کریم استعمال کیا گیا جو صفت جمال ہے اور پھر مقام انتقام میں لفظ منتقم استعمال کیا گیا جو صفت جلال ہے اور ایسا اعتدال قائم رکھنے کے لئے کیا گیا تا کہ لوگوں کے دل منتشر نہ ہوں اور یہ ایک لطیف بات اور مبارک معجون ہے۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر میرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

۳/154	فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنیاوَ ضَرَّتَھَا		وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

الفاظ معنی: "جود" بخشش وعطا "ضرۃ" سوکن مجازا آخرت مراد ہے "اللوح" تختی یہ وہ تختی یا کتاب ہے عقل جسے سمجھنے سے عاجز ہے "القلم" قلم ابتداء پیدا کی جانے والی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے

ترکیب: "الدنیا" ان کا اسم ہے "من علومک" کا عطف ہے من جودک پر "علم اللوح" کا عطف ہے الدنیا پر

ترجمہ: بیشک دنیا وآخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہے۔اور لوح وقلم آپ کے علم کا ایک جُز ہے

کیوں کہ دنیا اور عقبی آپ کی بخشش سے ہیں
اور عُلوم باطنی سے آپ کے لوح وقلم

تشریح: اس شعر میں خصوصیت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی صفات میں سے دو کا تذکرہ کیا گیا ہے ایک سخاوت مصطفیٰ ﷺ دوسرا علم مصطفیٰ ﷺ۔

سخاوتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ سخاوت محتاج بیان نہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ بڑھ کر سخی تھے۔خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخی ہو جاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا۔ (شفاء شریف)

یہی وہ مضمون ہے جس کو فرزدق شاعر تابعی متوفی ۱۱۰ھ نے کیا خوب کہا ہے کہ

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤهٗ نَعَمٗ

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ نعم (ہاں) ہی کہا مگر کلمہ شہادت میں لا (نہیں) کا لفظ ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا تھا اور اگر کلمہ شہادت میں لا کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس میں بھی لا (نہیں) کی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نَعَم (ہاں) ہی فرماتے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و منحصر نہیں تھی بلکہ بغیر مانگے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس قدر زیادہ مال عطا فرمادیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقام "جعرانہ" میں حاضر دربار ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرمادیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔

چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آجاؤ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد پھر صفوان خود بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (المواہب اللدنیۃ، زرقانی)

بہر حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جود و نوال اور سخاوت کے احوال اس قدر عدیم المثال اور اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ تحریر کیا جائے تو بہت سی کتابوں کا انبار تیار ہو سکتا ہے مگر اس سے پہلے کے اوراق میں ہم جتنا اور جس قدر لکھ چکے ہیں وہ سخاوت نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔ خداوند کریم عزوجل ہم سب مسلمانوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

علمِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

قیامت تک کے واقعات کا علم:

مسلم شریف کی حدیث ہے، حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کو نمازِ فجر پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہم لوگوں کو خطبہ سناتے رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ پھر آپ نے منبر سے اتر کر نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ اس وقت آپ نے منبر سے اتر کر نمازِ عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو اس دن بھر کے خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے تھے تو جس شخص نے جس قدر زیادہ اس خطبہ کو یاد رکھا وہ ہم صحابہ میں سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کون کہاں مرے گا

جنگِ بدر میں لڑائی سے پہلے ہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور اپنی چھڑی سے لکیر کھینچ کھینچ کر بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابوجہل کا مقتل ہے۔ اس جگہ قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ہر سردارِ قریش کے قتل ہونے کے لیے آپ نے جو جو جگہیں مقرر فرما دی تھیں اسی جگہ اس کافر کی لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی پائی گئی۔ (مسلم شریف)

حضرت فاطمہ کی وفات کب ہوگی

حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلا کر ان کے کان میں کوئی بات فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے کان میں ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا؟ تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوبارہ دریافت کرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے کان میں یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا۔ یہ سن کر میں فرطِ غم سے رو پڑی پھر فرمایا کہ اے فاطمہ ! میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم وفات پا کر مجھ سے ملو گی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری جدائی کا زمانہ بہت ہی کم ہوگا۔ (بخاری شریف)

اہل علم جانتے ہیں کہ یہ دونوں غیب کی خبریں حرف بحرف پوری ہوئیں کہ آپ نے اپنی اسی بیماری میں وفات پائی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صرف چھ مہینے کے بعد وفات پا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔

حضرت عمرو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اس وقت پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا اور یقین رکھ کہ تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو (عمر و عثمان) شہید ہیں۔ (بخاری شریف)

۴/155	یَانَفْسُ لا تَقْنَطِی مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ		اِنَّ الْكَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

غریب الالفاظ: "لا تقنطی" باب ضرب سے فعل نہی، مایوس ہونا "الزلة" لغزش، یہاں مراد گناہ "عظمت" بڑا یا بڑی ہونا "الكبائر" كبيرة کی جمع بمعنی گناہ کبیرہ "فی الغفران" متعلق بالکاف فی قولہ کاللمم "اللمم" گناہ صغیرہ۔

ترجمہ: اے میرے نفس بڑے گناہوں کے باعث (رحمت الٰہی) سے مایوس نہ ہو (کیونکہ اللہ کی) مغفرت کے مقابل بڑے بڑے گناہ بھی چھوٹے اور معمولی گناہ کی طرح ہیں

یوں تو عصیاں ہیں بہت اے نفس مت مایوس ہو
سامنے بخشش کے بے شک ہیں یہ ادنی اور کم

تشریح: اپنے نفس کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں اے نفس اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی کی ذات سے ناامید مت ہو جانا بیشک وہ بڑے سے بڑا گناہ بخش دیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے نہایت خوفزدہ تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ مایوس مت ہو اللہ تعالی کی رحمت گناہوں سے کہیں زیادہ ہے

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ

الذُّنُوبَ جَمِيعًا. اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ " تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے (سورہ الزمر پ۲۴)

شان نزول

مشرکین میں سے چند آدمی سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کا دِین تو بے شک حق اور سچّا ہے لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں بہت سی معصیّتوں میں مبتلا رہے ہیں کیا کسی طرح ہمارے وہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

کبیرہ گناہ کی تعریف: جمہور علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں ": گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ اور (۲) کبیرہ یعنی بڑے گناہ۔

پہلی تعریف: وہ گناہ جس کا مرتکب قرآن وسنت میں منصوص (یعنی صراحتاً بیان کی گئی) کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔

دوسری تعریف: ہر وہ گناہ جو حد کو واجب کرے وہ کبیرہ ہے۔ "سیدنا امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اسی تعریف کے قائل ہیں۔ جبکہ سیدنا امام رافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں": یہ دونوں وہ تعریفیں ہیں جو اکثر کتب میں پائی جاتی ہیں، لہٰذا علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اس تعریف کو ترجیح دینے میں میلان رکھتے ہیں مگر پہلی تعریف ان کی بیان کردہ کبیرہ گناہوں کی تفصیل کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بیان کیا ہے کہ بہت سے کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن میں حد واجب نہیں ہوتی جیسے سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، والدین کی نافرمانی کرنا، قطع رحمی کرنا، جادو کرنا، چغل خوری، جھوٹی گواہی دینا، شکوہ کرنا، بدکاری کی دلالی کرنا اور بے غیرتی وغیرہ۔ اس سے پتہ چلا کہ پہلی تعریف دوسری تعریف سے زیادہ صحیح ہے۔

تیسری تعریف: ہر وہ فعل جس کی حرمت پر قرآن پاک میں نص وارد ہو یعنی قرآن پاک میں اس کے بارے میں تحریم (یعنی حرام کرنے) کا لفظ استعمال کیا گیا ہو۔ قرآن کریم میں جن چیزوں کی حرمت الفاظ میں مذکور ہے وہ چار ہیں: مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا، یتیم وغیرہ کا مال کھانا اور میدان جہاد سے بھاگنا۔ لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ کبیرہ گناہ یہی چار چیزیں ہیں۔

۵/156	لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّی حِیْنَ یَقْسِمُهَا		تَـأْتِی عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

غریب الالفاظ: ''لعل'' حرف ترجّی ہے یعنی امید یہاں اس شعر میں لعل کا استعمال بلکل درست ہے کیونکہ اللہ تعالی پر کوئی چیز واجب نہیں وہ مختار کل ہے ''یقسم'' تقسیم کرنا ''الحسب'' بقدر، مطابق ''العصیان'' گناہ ''القسم'' بکسر القاف وفتح السین قسمت کی جمع تقسیم، بانٹ

ترکیب: ''رحمة'' اسمِ لعل ''حین'' ظرف لتاتی المؤخر یقسمها ای یفرقها علی حسب صلة لتاتی ''فی'' ظرف لحسب

ترجمہ: امید ہے کہ میرا رب جب اپنی رحمت تقسیم فرمائے گا تو یہ تقسیم ہمارے گناہوں کی بقدر ہوگی

میرے عصیاں سے سوا ہوگا مرے رب کا کرم رحمتِ حق ہوگی جب تقسیم مجھ کو ہے امید

تشریح: یعنی ہمارے گناہ جتنے بڑے ہیں امید ہے کہ رحمت الٰہی بھی ہمارے حال پر اتنی ہی زیادہ ہوگی اور یوں مغفرت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ روایت ہے ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ بندوں کے اعمال کا حساب قیامت کے دن کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا حق تعالی حساب فرمائے گا۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ خود آپ حساب فرمائے گا۔ سرور کونین ﷺ نے فرمایا ہاں وہ آپ حساب فرمائے گا۔ یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا حضور ﷺ نے اعرابی سے ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا میں یوں ہنس رہا ہوں کہ کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ تقصیر معاف فرما دیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اعرابی نے سچ کہا کیونکہ حق تعالی سے زیادہ کوئی کریم نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اعرابی بہت بڑا فقیہہ اور دانش مند ہے (کہ اس نے ایسی عمدہ بات کہی)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جب بندہ گناہ کر کے استغفار کرتا ہے تو حق تعالی فرماتا ہے اے فرشتو! تم دیکھو کہ جب میرے بندے نے گناہ کیا تو اس نے سمجھا کہ اس کا ایک مالک ہے جو تقصیر کا مواخذہ کرے گا اور بخش دے گا۔ تم گواہ رہو کہ میں نے اس کو بخش دیا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ آسمان بھر کے گناہ کرے اور پھر استغفار کرے اور مغفرت کی امید رکھے تو میں اس کو بخش دوں گا ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو بہت

گریہ وزاری کرو ہنسا بھول جاؤ اور جنگل کی طرف نکل جاؤ۔ تب حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حق تعالی فرماتا ہے کہ اے میرے محبوب میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید کیوں کرتے ہیں اس کے بعد نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فضل الٰہی سے امید رکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

حدیث شریف میں ہے بنی اسرائیل میں ایک شخص لوگوں کو خدا کی رحمت سے مایوس کیا کرتا تھا اور انہیں مشقت میں مبتلا کیا کرتا تھا۔ قیامت کے دن اللہ تعالی اس سے فرمائے گا کی جس طرح تو میرے بندوں کو مجھ سے ناامید کیا کرتا تھا میں آج تجھ کو اپنی رحمت سے ناامید کروں گا۔

6/157	یارَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِی غیرَ مُنْعَکِسٍ		لَدَیْکَ وَاجْعَلْ حِسَابِی غیرَ مُنْخَرِمِ

الفاظ معنی: ''اجعل'' فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر باب فتح بنا دینا، کرنا ''والرجاء'' امید ''غیر منعکس'' غیر مخالف یا موافق ''لدی'' تیرے نزدیک ''حسابی'' شمار، حسن ظن ''غیر منخرم'' غیر منقطع۔

ترکیب: (رجائی) جعل کا مفعول اول (غیر منعکس) جعل کا مفعول ثانی (حسابی) اجعل دوم کا مفعول اول (غیر منخرم) اجعل دوم کا مفعول ثانی۔

ترجمہ: اے میرے پروردگار اپنے حضور میری امید برعکس نہ فرمانا (یعنی میں نے تجھ سے جو امیدیں قائم کیں ہیں انہیں پوری کر) اور (اپنے متعلق) میرے اعتقاد (عفو و درگزر) کو منقطع نہ کر۔

تشریح: یعنی تجھ سے عفو و درگزر کی جو توقع ہے اسے ختم نہ فرمانا۔ میرے حسن ظن کی لاج رکھنا۔ تیری بارگاہ میں گناہوں کے مرض کی فریاد لے کر آیا ہوں، اور مرض کی فریاد تیری ہی بارگاہ میں کی جاتی ہے۔ اے میرے مولا عزوجل! عفو و درگزر فرما کر مجھ پر احسان کردے کہ میرا بھروسہ تجھی پر ہے۔ اے میرے رب عزوجل! میں کمزور وناتواں بندہ ہوں، تیری بارگاہ میں تیرے انعامات واکرامات کی امید لئے حاضر ہوں۔

حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے": میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ

مجھے دل میں یاد کرے میں بھی اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میری رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب آ جاتی ہے، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میری رحمت دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کے بقدر اس کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میری رحمت دوڑتی ہوئی اس کی طرف آتی ہے (صحیح مسلم باب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ)

گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھ سے ہیں سوا — مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

158/7	وَالْطُفْ بِعَبْدِکَ فِي الدَّارَيْنِ اَنَّ لَهٗ		صَبْرًا مَتٰی تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

غریب الالفاظ: (اللطف) باب نصر لطف کرنا، مہربانی کرنا (تدعہ) من دَعَا یَدْعُو دَعْوَۃً بلانا (الاھوال) ہول کی جمع مشقت امر عظیم (ینھزم) بھاگ جانا، شکست کھا جانا

ترکیب: "فی الدارین" متعلق باللطف والمراد بهما الدنيا والاخرة "صبرا" بالنصب على انه اسم انه وله خبره وكلمة "متى" من الظروف الزمانية المتضمنة للمشرط الجازمة للفعل "ينهزم" مجزوم على الجزائية والجملة الشرطية مع الجزاء صفة صبر

ترجمہ: اے ہمارے رب دونوں جہانوں میں اپنے غلام پر لطف و کرم کر کیونکہ اس کا صبر ایسا ہے کہ جب اسے شدائد زمانہ پکارتے ہیں تو وہ شکست کھا جاتا ہے۔

لطف فرما دو جہاں میں اپنے بندہ پر کریم — سختیوں میں ہے بہت بے صبر با رنج و الم

تشریح: یعنی اے اللہ تیرے بندے کے صبر کی قوت مصائب کے مقابلے میں ٹوٹ چکی ہے اس لئے اس پر لطف و کرم کر۔ تو اے لطیف گناہوں کا اعتراف کرنے والے اپنے کمزور بندے پر لطف و کرم فرما اور اسے دنیا و آخرت کی سختیوں سے سلامتی عطا فرما۔ اے میرے معبود، اے میرے آقا و مولا عزوجل! میرے پاس ایسا کوئی عذر نہیں جسے تیری بارگاہ میں پیش کر سکوں مگر اے مولا عزوجل! میں گنہگار ہوں اور تُو بخشنے والا ہے، میں مجرم ہوں اور تُو رحم فرمانے والا ہے، میں تیرا بندہ ہوں اور تُو میرا آقا، میری عاجزی اور ذلت پر رحم فرما کیونکہ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت تُو ہی عطا فرماتا ہے۔

8/159	وَائْذَنْ لِسُحْبِ صَلاۃٍ مِنکَ دَائِمَۃً عَلَی		النَّبِیِّ بِمُنْهَلٍّ وَمُنْسَجِمِ

الفاظ معنی: (اذن) اجازت دینا (السحب) سحاب کی جمع بادل (دائمۃ) ہمیشہ رہنے والی (منہل) موسلا دھار بارش (منسجم) زوردار بارش۔

ترجمہ: اے اللہ اپنے درود وسلام کے بادلوں کو اجازت دے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کی موسلا دھار اور لگاتار بارش کریں۔

ابر رحمت کو ترے دے حکم تا برسائے وہ	تا ابد اپنے نبی پر رحمت وفضل وکرم

ترکیب: "منک" صفۃ صلاۃ "دائمۃ" صفۃ بعد صفۃ لہ "علی النبی" متعلق بصلاۃ اودائمۃ اوبمقدر والمراد من النبی محمد علیہ السلام "بمنہل" متعلق بائذن ای بافاضۃ مطرمنصب سائلا بلا انقطاع "منسجم" من سجم الدمع وانسجم بمعنی سال وللہ درالناظم الماہرحیث اتی بالصلاۃ علی سیدنا الکرام بابلغ الوجوہ واحسن الاکرام حیث جمع فی نبت ذکر الصلوۃ ودوامہا ونزولہاومبدا النزول

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام		یہ بارگاہ مالک جن وبشر کی ہے
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام		خوبی انہیں کی جوت سے شمس وقمر کی ہے
سب بحر وبر سلام کو حاضر ہیں السلام		تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر وبر کی ہے
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام		کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام		راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام		مرہم یہیں کی خاک تو خستی جگر کی ہے
سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں السلام		ٹوپی یہیں تو خاک پر ہر کرو فر کی ہے
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام		یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے

9/160	وَالْآلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ		اَهْلِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

الفاظ معنی: "الآل" اولاد، اہل خانہ "الصحب" صاحب کی جمع ساتھی "التقی" بالضم تقوی "النقی" عقل مند سمجھ دار۔

ترجمہ: اے اللہ تو راضی ہو حضرت محمد ﷺ کے اہل خانہ، ساتھیوں اور ان کی پیروی کرنے والوں سے جو تقوی اور فہم وفراست والے پاک سیرت والے اور حلم وکرم والے ہیں۔

ترکیب: "لهم" متعلق بالتابعين والضمير للاصحاب والآل "اهل التقى" بالجر صفة لكل واحد منهم اوبالرفع خبر مبتدا محذوف اى هم و واصله الوقى كالتراث والتقوى هو الاجتناب عن المحرمات ومافيه من الشبهات "النقى" واى الخيار والطهارة من حيث المعاصى وفى بعض النسخ النهى مكانه وهو جمع نهية وهى العقل والحلم

تشریح: اے خیر وجود کی بارش برسانے والے اپنی دائمی رحمت نازل فرما اپنے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر آپ کے اہل خانہ پر ان کے اصحاب پر اور ان اصحاب کے پیروکار پر یہ بزرگ ہستیاں صفات جمیلہ واوصاف حمیدہ کے جامع ہیں جیسے تقوی فہم وفراست حلم وکرم اور یہ اشرف المخلوقات ہیں اسی واسطے اس سلام وصلوۃ کے مستحق ٹھہرے۔

10/161	مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيْحُ صَبًا		وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِى الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ

الفاظ معنی: "ما" مصدریہ "رنحت" ہلانا حرکت دینا "عذبات" عَذَبَة کی جمع شاخ "البان" ایک خوشبودار پھولوں کا درخت "الصبا" پوربی ہوا "اطرب" وجد میں لانا "العیس" ایسے اونٹ جس کی سفید رنگت میں سرخ رنگت ملی ہوئی ہو "حادی" حدی خواں، اونٹ کو ہکانے والا "النغم" بفتحتین نغمۃ کی جمع اچھی آواز۔

ترجمہ: (اور اے اللہ بادلوں کو حکم دے کہ وہ محمد ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہیں) جب تک کہ باد صبا بان کی لچک دار ڈالیوں کو ہلاتی رہے اور حدی خواں اونٹوں کو اپنے نغموں سے وجد میں لاتے رہے۔

نیو ایڈیشن

قصیدۃُ البُردۃ

اُردو شرح

نشانِ مُژدہ





مترجم و شارح:

ابو رجاء غلام مصطفی المدنی

مکتبۂ حسان